بسمہ سبحانہ

فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ

رسالہ

اِنتظارِ قائمِ آلِ محمدؐ

بجواب

ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ

(جس میں بہائی حضرات کی سفسطہ آمیز تحریروں سے بحث کیگئی ہے)

مُرتبہ

مولانا السید ظفر الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر پرنسپل جوادیہ کالج

بنارس

۱۹۵۴ء

مطبوعہ علمی الیکٹرک مشین پریس (فون نمبر ۵۵۲) تلیانالہ بنارس

پیش لفظ

باب ازل بہاء

تقریباً سو برس سے باب، ازل اور بہاء کے الفاظ سے
ملقب ہستیوں کو خداداد منصب کا حامل بتایا جا رہا ہے۔
اور اس پردے میں طامع اور حریص طبائع اپنی شکم پری کے
ساتھ اسلام اور تشیع کی بیخ کنی میں کوشاں ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کے پہلے
دعویدار میرزا علی محمد پسر میرزا رضا بزاز شیرازی ہیں انھیں صاحب کو
باب بھی کہا جاتا ہے۔ ازلی۔ اور بہائی فرقوں کی بنیاد اساس کی "خشت اول"
یہی بزرگ ہیں۔ یعنی علی الترتیب دونوں فرقوں کا دعویٰ یہ ہے کہ "باب"
نے میرزا یحییٰ صبح ازل اور میرزا حسین علی بہاء کی بشارت دی ہے۔ یہ
لوگ باب کو پیمبر اور مبشر کہتے ہیں اور ان دونوں میرزا صاحبان کو کبھی
پیمبر اور کبھی خدا کہتے ہیں۔ بعض بہائی حضرات باب کو قائم آل محمدؐ اور
حسین علی کو مسیح موعود ثانی بھی کہتے ہیں۔ اس وقت ہمیں اس سے بحث
نہیں کہ ان حضرات سے "اسمائے حسنیٰ" کیا کیا ہیں بلکہ صرف یہ دکھانا ہے
کہ ازلیوں اور بہائیوں کی حقیقت علی محمد باب کی مبشریت پر موقوف ہے
لہٰذا جب مبشر صاحب کا دعویٰ خود ان کی تحریرات سے (جن کا ذکر آخر
رسالہ میں آئیگا) باطل ہو جائے گا تو ازلیوں اور بہائیوں کے دعاوی خود
بخود باطل ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ شاخیں اسی اصل سے برآمد ہوئی ہیں۔

ہر سہ فرق میں اجمالی فرق

ضمناً ان فرقہائے ثلاثہ کا فرق بھی

مختصراً ظاہر کر دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ باب کے آنجہانی ہونے کے بعد اُن کے تابعین نے میرزا یحییٰ صبح ازل اور میرزا حسین علی بہاء کو نہیں مانا بلکہ ان دونوں کو دروغگو اور مفتری قرار دیکر فقط سید باب کے معتقد بنے رہے۔ لہٰذا ان کو بابی کہا گیا۔ مگر میرزا یحییٰ کا دعویٰ تھا کہ باب نے میرے ظہور کی خبر دی ہے۔ (واضح رہے کہ میرزا یحییٰ ظہور باب سے پہلے حاجی کریم خاں بانی "فرقۂ شیخیہ" کے تابعداروں میں تھے۔ میرزا علی محمد باب سے پہلے حاجی کریم رکنیت اور بابیت کے مدعی بن چکے تھے۔ مگر کچھ خاص اسباب کی بنا پر میرزا یحییٰ کا رُخ پہلے باب سے دوسرے باب کی طرف ہوگیا) چنانچہ ایک مدت تک حسین علی صاحب بھی اپنے بھائی میرزا یحییٰ کے مطیع بلکہ مبلغ بنے رہے۔ لیکن بعد میں اپنے بھائی کی تکذیب شروع کر دی۔ اور خود مسند دین تراشی پر بالاستقلال متمکن ہوئے اس کے بعد دونوں بھائیوں کے تابعداروں میں خوب خوب لڑائیاں ہوئیں۔ میرزا یحییٰ صاحب کے تابعین ازلی کہے گئے۔ اور حسین علی صاحب کے ماننے والے بہائی بنے۔ اس لڑائی جھگڑے میں بہت سے رازہائے درون پردہ سامنے آئے اور سارے جھگڑے کی ہانڈی چوراہے پر اس طرح پھوٹی کہ سب کا بھرم کھل گیا۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین
وعلیٰ آلہ الطاہرین المعصومین۔

امابعد اس دورِ فتن و محن میں ایک طرف "دینِ اسلام" کے خارجی دشمن
ہم پر طرح طرح کے حملے کر رہے ہیں تو دوسری طرف کچھ داخلی دشمن بھی
اسلام کی حقیقی صورت مٹانے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن باخبر حضرات جانتے
ہیں کہ کھلے ہوئے دشمن سے اس قدر ضرر پہونچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا جتنا کہ
ہمرنگ جماعت بننے والوں سے نقصان پہونچ جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی
انتہائی بدقسمتی ہے کہ ان کی گود کے پلے ہوئے صحیح تعلیم و تربیت نہ ہونے کی
بنا پر یا کسی آنی وفانی منفعت کی امید پر بعض نوزائیدہ مذاہب کے پیرو
بن گئے ہیں اور چند مہمل اور غلط اصول کی حمایت کے لئے آج وہ حقیقت
اور روح اسلام سے غافل ہو کر خود "مذہب حق" پر اعتراض کر کے عوام
کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بعض طلاب
کرام کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ "بہائی مذہب" کی طرف سے
بنارس کے مسلمانوں میں بھی کچھ رسالے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ منجملہ انکے
ایک رسالہ "ظہور قائم آل محمدؐ" میری نظر سے بھی گذرا جس کے لائق مصنف
جارجیہ کے ایک سید صاحب ہیں۔ اگر واقعاً اس رسالہ کے مصنف یا مؤلف
یہی بزرگ ہیں۔ تو اہلبیتؑ کے لئے یہ بڑی مصیبت ہے کہ ان کے بعض

ناخلف فرزند ایسی چیزیں لکھ رہے ہیں جس سے ہدایت کی جگہ پر ضلالت پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ خدا جانے یہ سید ابوالعباس صاحب رضوی چارجوی کوئی وجود خارجی بھی رکھتے ہیں یا یہ بھی اصل مضامین رسالہ کی طرح کوئی پرفریب ہستی ہیں۔ بہرحال اس وقت میرے پہلے مخاطب بھی واقعی یا فرضی ابوالعباس صاحب ہیں اور بعد میں ان کی وساطت سے کل بہائی دفاضل سے میرا خطاب ہے کہ آیا اپنے دین کے ثابت کرنے کا یہی طریقہ ہے جسکو کتاب "ظہور قائم آل محمدؐ" میں پیش کیا گیا ہے ؟ کیا تحقیق کی راہیں دوسروں کی احادیث میں کتر بیونت کے ذریعہ طے کیجاتی ہیں ؟ کیا احقاق حق کے لئے مکر و دجل اور چالاکی و عیاری آپ حضرات کے نزدیک ضروری ہے ؟ کیا یہ سب اور اس سے بدتر طریقے "رسالہ مذکورہ" میں نہیں اختیار کئے گئے ہیں۔ اگر آپ کی جماعت میں کوئی بھی انصاف پسند ہو تو اس رسالہ کو مع جواب کے پڑھے اور بے خوف ہمجنس اخباروں میں اعلان کر دے کہ ہم بہائیوں کی ایسی پرفریب روش سے بالکل بیزار ہیں۔ دیگر ناظرین کی سہولت کے خیال سے ہم نے پہلے رسالہ کی عبارت کو قولہ کے بعد لکھ دیا ہے۔ اور پھر اقول کے بعد اس کا جواب تحریر کر دیا ہے۔ ع کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا جلن میں۔

قولہ۔ تقریباً ایک صدی سے دنیا میں ایک عجیب و غریب اور بالکل نئی تحریک دنیا کی ہر قوم کے افراد کے دلوں پر نہایت تیز رفتاری کے ساتھ قبضہ کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ تحریک "بہائی تحریک" کے نام سے مشہور ہے۔

اقول۔ عجیب و غریب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بالکل نئی

تحریک ہو بتانا قابل تسلیم ہے جبکہ اسی سرزمین "باب وبہا" سے برابر نئے نئے فتنہ
برانگیختہ ہو رہے ہیں - جن میں سے احمد کسروی کا قصہ "تازہ بتازہ نو بہ نو"
کی حیثیت رکھتا ہے۔ مصنف نے نہایت ہوشیاری سے اپنے مذہب کو
"نئی تحریک" کہکر عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ جیسے خاکسار تحریک
یا احرار تحریک ہے - اسی طرح یہ بھی ایک تحریک ہے جس میں اسلامی عقائد سے
کوئی تصادم نہیں ہوتا ہے - مگر باخبر جانتے ہیں کہ یہ شیر کی کھال اوڑھ کر ہمارے
باغ میں کون آیا گیا ہے - البتہ اگر کچھ ناواقف ظاہری ٹھاٹھ دیکھ کر مرعوب
ہو جائیں گے تو آواز پہچان کر پوری خبر لے لیں گے - رہ گیا عوام کے دلوں پر نہایت
تیز رفتاری سے قبضہ، تو یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے سوا اور کچھ نہیں ہے -
ایک بنارس ہی کو لے لیجئے - مبلغ بہائی صاحب اتنے عرصہ سے کام کر رہے
ہیں لیکن ابتک کوئی ان کے دام تزویر میں نہ آیا - اور اگر غلط ہے تو ذرا اپنی
سعی تبلیغ کے نتائج میں سے صرف دو چار ہی نام تحریر فرما دیں - مجھے معلوم
ہے کہ مقامی مبلغ کے دو فرزند بھی اس مسلک سے بیزار ہیں - پھر دوسروں
کا کیا ذکر کیا جائے - مگر اتنا کہ ان کے ایک بڑے مبلغ صاحب نے جب اپنے
قرآن کی یہ آیۃ تحدی، لو کان الکل علی الکل ظهیرا - ایک شیعہ
طالب علم کے سامنے پیش کی تو اس نے اس کی ادبیت اور خلاف محاورہ ہونے
پر اپنی سمجھ کے مطابق اعتراض کر دیا تو مبلغ صاحب نے فرمایا کہ یہ محاورہ
ویسا ہی ہے جیسے اردو میں "سب کا سب" بولتے ہیں" - برین عقل
و دانش بباید گریست -

قولہ - جو جماعت اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہے وہ بہائی جماعت کہلاتی ہے - یہ جماعت (میرزا حسین علی بہاء اللہ) کی طرف منسوب ہے جو دین بہائی کے بانی ہیں -

اقول - "خدا کی طرف سے مامور ہیں" اگر حقیقی تعبیر ہے تو خدا کی ایک نئی سیرت بھی معلوم ہو گئی - کہ وہ شخصی نبی کی طرح جماعتی نبوت و امامت بھی تقسیم کرتا ہے - اور ہونا بھی چاہئے - جمہوریت کا زمانہ ہے - اگر تقاضائے زمانہ کے مطابق رفتار نہ ہو گی تو عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر کے "استبداد پسند خدا" کو معزول کر دیا جائے گا ؟ مگر یہ بہائی خدا ہو گا - اصلی خدا نہ ہو گا - اس لئے کہ اس جماعت نے خفیہ طور پر اپنا ہر چیز کو نئی بنا لیا ہے - خدا نیا - نبی نیا - کتاب نئی - امام نیا - مسیح نئے - لیکن مصلحت وقت کی بنا پر ہمارے سامنے ہمارے خدا و نبیؐ اور کتاب سے انکار نہیں کرتے ہیں - ہم بھی ان کو عہد رسولؐ کے منافقین کی طرح سمجھ کر کہتے ہیں کہ بچہ معلوم ہو گا حشر میں انجام آپ کا -

اور اگر مجازی طور پر مامور ہے تو جناب غور فرمائیں کہ پہلو میں ایک نفس امارہ بھی انی انا اللہ کہنے والا ہوتا ہے کہیں اسی کی طرف سے یہ ماموریت تو نہیں ہے - اس کا فیصلہ آپ کا ضمیر خود کرے گا پھر خود جماعتی ماموریت

کی سند پر ہم مطلع ہونا چاہتے ہیں - بے شک میرزا حسین علی کی طرف منسوب ہے اور موصوف دین بہائی سے موجد ہیں - لیکن یہ ارشاد ہو کہ کسی دین کا بانی وہ بھی ہو سکتا ہے جو تین تین شریعتوں کی پیروی کر چکا ہو - میرزا حسین علی پہلے ایک شیعہ تھے - پھر (اگر اپنے بھائی مرزا یحییٰ کی طرح شیخی نہ بھی بنے ہوں تو) بابی بنے

پھر ازلی ہوئے۔ جب اور زور نظر بڑھا تو خود بہاء اللہ ہو کر دین بہائی کے بانی بن گئے۔ "دین بہائی" کی لفظ پر خاص طور سے ارباب نظر کو دعوت فکر دیتا ہوں اور ابو العباس صاحب اور ان کی جماعت سے بالخصوص جواب کا طالب ہوں۔ جس چیز پر پہلے آپ نے "تحریک" کا پردہ ڈالا تھا آخر الامان بتیجۂ بما فیہ کے مطابق غیر شعوری طور پر وہ پردہ آپ نے خود ہی چاک کر دیا۔ اور اس "نئی تحریک کا نام" دین بہائی لکھ ہی دیا۔ اب جناب ہی ارشاد فرمائیں کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو اسے ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا) کے بعد دین بہائی کو پیش کرنا کہاں تک آپ کو دائرۂ اسلام میں باقی رکھ سکتا ہے۔ اب یا تو آپ دین بہائی سے ہاتھ دھولیں۔ یا دین اسلام کو خیر باد کہدیں۔ اور یہ یاد رکھئے کہ جب آپ دین اسلام سے علیحدگی کا انکار کر دیں گے تو ہم کو اس بات کا کوئی افسوس نہ ہوگا کہ آپ حضرت حجت کو نہیں مانتے یا ہمارے پیغمبرؐ کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ مگر مصیبت تو یہی ہے کہ آپ دین بہائی کے مبلغ بھی رہنا چاہتے ہیں اور اپنے کو دین اسلام کا تابعدار بھی کہتے ہیں۔ جس کو قرآن کی مذکورہ بالا آیت کسی طرح ماننے کو تیار نہیں ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ دین اسلام میں کچھ کمی رہ گئی تھی جس کو دین بہائی کے ذریعہ سے پورا کیا جا رہا ہے تو قرآن کی دوسری آیت آپکی گرفت کرے گی یعنی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ۔ ابو العباس صاحب اگر قرآن مجید کو مانتے ہیں تو اتنا بتا دیجئے کہ تکمیل دین کے بعد کسی دوسرے دین کا ادعا صریحی طور سے

باطل ہے یا نہیں؟ پھر "چندیں شکل برائے اکل" کیوں بنا رہے ہیں۔

آپ تو پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں۔ شیعہ فقہا کی اصطلاحات سے واقف ہوں گے کچھ ضروریات دینی ہیں۔ اور کچھ ضروریات مذہب۔ ہمارا دین اسلام ہے اور مذہب شیعہ۔ شیعہ تلقین کے الفاظ تو شاید ابھی آپ کو یاد ہوں گے؟ والاسلام دینی والکعبۃ قبلتی الخ پھر یہ عبارت نہیں تو اور کیا ہے کہ دین اسلام کے مقابلہ میں آپ دین بہائی کا نیا ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ ہمارے ٹوکنے کے بعد "دین بہائی" کی بار دتا دیلیں شاید ہمارے لئے نا قابل قبول ہوں۔ اس لئے کہ دل کی بات بہلی دفعہ زبان پر آجاتی ہے۔ اور اگر یہ کہئے گا کہ غلطی سے بجائے مذہب کے دین کی لفظ لکھ گیا ہوں۔ تو آپ کا خدا کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ اور جھوٹوں کا اعتبار کیا۔

قولہ - "بہائیوں کا یہ کامل اعتقاد ہے کہ حضرت بہار اللہ ہی وہ موعود ہیں جنکی آمد کی خبر تمام انبیار اپنی اپنی کتابوں میں دیتے آئے ہیں۔ اور آپ کا ظہور وہ مبارک ظہور ہے جو شیعہ اصطلاح میں "ظہور حسینی" کہلاتا ہے"

اقول - تمام انبیار اور تمام کتابوں سے قطع نظر کرتے ہوئے آخری نبیؐ اور آخری کتاب کی وہ خبریں ہم بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جو حضرت بہار کی آمد سے متعلق ہیں۔ یہاں پر "ظہور حسینی" کی تعبیر کے ساتھ شیعہ اصطلاح کا دعویٰ آپ کا مخصوص حصہ ہے۔ شاید جناب نے باب الرجعۃ کو نہیں ملاحظہ فرمایا ہے ورنہ معلوم ہو جاتا کہ اگر شیعہ اصطلاح بن سکتی ہے تو "رجعت حسینی" کے ساتھ لیکن چونکہ رجعت کی تعبیر آپکے اصل دعوی ہی کو ملیا میٹ کر دیتی۔

اس لئے نہایت ہوشیاری سے رجعت کے بجائے "ظہور" کی لفظ رکھ دی گئی ہے۔ لیکن ارباب خبر کے نزدیک آپ کا یہ لفظی تبادل بھی بیکار محض ہے اس لئے کہ مرزا حسین علی کے وجود خارجی کو "ظہور حسینی" کہنا بجز نام کی شرکت کے اور کسی طرح درست نہیں ہے اور اگر حسین علی نام ظہور حسینی کا باعث ہے تو آج بھی ہزاروں حسین علی ظہور حسینی رکھتے ہیں۔ ورنہ انصاف سے فرمائیگا کہ شیعوں کے یہاں جو "ظہور حسینی" ہے وہ حسین بن علی بن ابیطالب کا جنکی مادر گرامی فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ہیں۔ جو ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کر ڈالے گئے تھے۔ جن کی رجعت کی خصوصیات کو یہ روایتیں بیان کرتی ہیں۔ (واضح رہے کہ ہم ان روایات کو صرف اس لئے پیش کرتے ہیں کہ آپ کو ظہور حسینی تسلیم ہے اور آپ ہمارے عقائد کی بنا پر حسین علی صاحب کو ظہور حسینی کا مصداق ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ظہور حسینی کے کل خصوصیات کو مجبوراً آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا)

(۱) عن المعلی بن الخنیس قال قال لی ابو عبد اللہ اول من یرجع الی الدنیا الحسین بن علی فیمکث حتی یسقط حاجباہ علی عینیہ من الکبر۔ یعنی صادق آل محمد نے فرمایا کہ سب سے پہلے دنیا کی طرف حسین بن علی کی رجعت ہوگی۔ اور وہ اتنے دن تک دنیا پر حکمراں رہینگے کہ بڑھاپے سے ان کی بھویں آنکھوں پر لٹک آئیں گی۔ (بحار جلد ۱۳ باب الرجعۃ ۲۱۵)

(۲) عن جابر عن ابی جعفر قال قال الحسین لاصحابہ قبل ان یقتل ان رسول اللہ قال لی یا بنی انک تساق الی العراق.....

...... فابشروا فواللہ لئن قتلونا فانا نرد علی نبینا قال ثم

امکث ماشاء اللہ فاکون اول من ینشق بہ الارض ......

...... حتی اقع الی الھند فافتحھا الخ جابر راوی ہیں کہ امام محمد باقرؑ نے

فرمایا کہ شہادت سے پہلے امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے نانا نے

مجھ سے فرمایا تھا کہ اے میرے پیارے فرزند تجھے عراق کی طرف کھینچ بلایا جائیگا

...... (خبر شہادت وغیرہ) ...... پس اے میرے اصحاب تمہیں خوشخبری

ہو بخدا اگر یہ لوگ ہمیں قتل کردیں گے تو ہم اپنے نبی کے پاس پہنچ جائیں گے

پھر جبتک خدا چاہے گا ہم وہاں ٹھہریں گے بعد ازاں میں وہ پہلا شخص

ہوں گا جس کے لئے زمین شگافتہ ہو گی اور میرا خروج امیر المومنینؑ کے خروج

اور قیام قائمؑ سے مطابقت رکھے گا۔ میرے اوپر آسمانی وفد نازل ہونگے

پھر محمد عربی اپنا علم اور تلوار ہمارے قائمؑ کو دیں گے۔ پھر ہم مطابق

مشیت ٹھہرے رہیں گے۔ پھر مسجد کوفہ سے خدا تین چشمے جاری کریگا

چشمۂ روغن چشمۂ آب اور چشمۂ شیر۔ پھر امیر المومنینؑ کے حکم سے میں

شرق و غرب عالم کے تمام دشمنان خدا کو قتل کر دوں گا۔ اور کل بتوں کو

جلا دوں گا۔ یہانتک کہ ہندوستان پہونچوں گا اور اسے بھی فتح کروں گا

...... پھر میں تمام غیر ماکول اللحم جانوروں کو ختم کر دوں گا۔ صرف پاک و پاکیزہ

جانور رہ جائیں گے۔ تمام یہود و نصاریٰ اور جملہ مذاہب پر اسلام یا

تلوار پیش کروں گا۔ مسلم پر احسان کروں گا اور اس سے نفرت کرنیوالوں

کو قتل کر دوں گا ...... زمین پر کوئی اندھا زمین گیر اور مبتلا بہ مصیبت

نہ ہوگا۔ مگر ہماری وجہ سے خدا ان کی تکالیف کو دور کر دے گا۔ الی آخرہ ص ۲۱۵

(۳) عن رفاعۃ بن موسیٰ قال قال ابو عبد اللہ ان اول من یکر الی الدنیا الحسینؑ بن علیؑ و اصحابہ و یزید بن معاویۃ و اصحابہ فیقتلھم حذو القذۃ بالقذۃ الخ یعنی رفاعہ راوی ہیں کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ پہلے جو لوگ دنیا کی طرف پلٹ کر آئیں گے وہ حسینؑ بن علیؑ اور ان کے اصحاب ہوں گے اور یزید بن معاویہ اور اس کے ساتھی ہوں گے پس حضرت ان سے جنگ کر کے بالکل ٹھیک ٹھیک انتقام لیں گے الخ ص ۲۲۲

(۴) عن عبد اللہ بن القاسم البطل عن ابی عبد اللہ فی قولہ تعالیٰ و قضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب الخ........ ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم خروج الحسین فی سبعین من اصحابہ...... ان ھذا الحسین قد خرج حتی لا یشک المؤمنون فیہ و انہ لیس بدجال ولا شیطان و الحجۃ القائم بین اظھرھم فاذا استقرت المعرفۃ فی قلوب المؤمنین الخ ص ۲۲۶ خروج حسینؑ کا ان کے اصحاب کے ذریعہ اس قدر کھلا ہوا اعلان ہوگا کہ مومنین کو ان کے بارے میں کوئی شک نہ رہے گا اور حضرت حجۃؑ ان کے درمیان موجود ہوں گے۔ پس جب قلوب مومنین میں حضرت کی معرفت متمکن ہو جائے گی تو حضرت حجتؑ کو موت آئے گی۔ اور امام حسینؑ ان کی تجہیز و تکفین کے متکفل ہوں گے۔ (ترجمہ بقدر حاجت)

(۵) عن المفضل بن عمر عن ابی عبد اللہ قال کانی بسریر من نور الخ یعنی مفضل راوی ہیں کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ گویا میں

نور کا ایک تخت رکھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جس کا قبہ یاقوت سرخ کا جواہرات جڑا ہوا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ اس تخت پر رونق افروز ہیں اور اس کے گرد نوے ہزار سبز قبے ہیں جن سے مومنین حضرت کی زیارت کر رہے ہیں۔ اور سلام کر رہے ہیں۔ اور خدا ان سے فرماتا ہے کہ اے میرے اولیا مجھ سے طلب کرو (جو کچھ مانگنا ہے) تم نے بہت اذیتیں اٹھائی ہیں تمہیں ذلیل کیا گیا اور پریشان کیا گیا۔ لہذا آج دنیا و آخرت کی ہر حاجت تمہاری پوری کروں گا۔ یعنی ان کا کھانا پینا جنت سے مہیا ہو گا۔ پس بخدا یہ کرامت ہے۔ ص ۲۳۲

ان روایات کے خط کشیدہ جملوں پر نظر کرتے ہوئے بہار کے لئے ظہور حسینی کا دعویٰ کرنے والے حسب ذیل امور کا جواب دیں۔

(۱) کیا حسین علی بہا وہی حسین نواسۂ رسول ہیں جو کربلا میں شہید کئے گئے؟ مرزا حسین علی صاحب اگر وہی ہیں تو ان کو بطن مادر کے بجائے زمین کربلا سے ظاہر ہونا چاہئے تھا۔ اور پھر ان کے بڑے بھائی معاذ اللہ امام حسن قرار پائینگے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہاں امام حسینؑ اپنے بڑے بھائی کی امامت کے معتقد تھے اور بعد رحلت خود امام ہوئے۔ لیکن آپکے مرزا حسین علی صاحب نے پہلے تو اپنے بھائی کا اقرار کیا پھر انکار کر بیٹھے اور ان کی زندگی میں خود سب کچھ بن بیٹھے۔

(۲) اگر مرزا حسین علی وہی حسینؑ نواسۂ رسولؐ نہیں ہیں تو پھر شیعہ اصطلاح میں "ظہور حسینی" کے مصداق بہار صاحب کیونکر بن سکتے ہیں؟ کیا جناب

تناسخ کے قائل تو نہیں ہیں یعنی یہ کہ معاذ اللہ وہی حسینؑ نواسۂ رسولؐ تیرھویں صدی میں بشکل مرزا حسین علی ظاہر ہوئے لیکن آپ اس کے قائل بھی ہوئے تو یہ شیعہ اصطلاح میں ظہور حسینی نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) کیا مطابق حدیث نمبر ۱ آپکے مرزا حسین علی صاحب دنیا میں اتنے عرصہ تک حکمرانی کرتے رہے کہ بھویں آنکھوں پر لٹک آئی ہوں؟ حکمرانی تو درکنار۔ کیا موصوف نے اتنی عمر پائی جو کیا کسی شہر یا گاؤں پر موصوف کو حکومت کرنے کا شرف حاصل ہوا؟

(۴) (الف) کیا مطابق حدیث نمبر ۲ آپکے مرزا صاحب کا ظہور زمین کے اندر سے ہوا ہے یا بطن مادر سے؟

(ب) مرزا صاحب کے ظہور کے ساتھ امیر المومنینؑ کا خروج بھی ہوا۔ تو لگے ہاتھوں ان بزرگ کا بھی تعارف کرا دیجئے۔

(ج) مرزا صاحب پر آسمانی وفد بھی نازل ہوئے ہوں گے؟ اس کے اقرار میں تو آپکو تامل ہی نہ ہوگا اس لئے کہ ہمارے پاس رد کرنے کا ذریعہ ہی کیا ہے۔ بجز اس کے کہ ہم خود خدا بن بیٹھیں اور یہ کہدیں کہ ہم نے تمہارے مرزا صاحب پر آسمانی وفد نہیں بھیجے۔

(د) مسجد کوفہ سے روغن و شیر وغیرہ کے چشمے بھی جاری ہو چکے؟

(ھ) آپکے مرزا صاحب شرق و غرب عالم کے تمام دشمنان خدا کو قتل کر چکے؟

(و) غالباً تمام بتوں کو بھی جلا کر خاکستر کر چکے؟

(ز) ہندوستان بھی تشریف لائے ہوں گے اور فتح فرماکر آنجہانی ہوئے ہوں گے؟

(ح) اب روئے زمین پر کوئی حرام جانور موجود نہ ہوگا۔؟

(ط) اسلام یا تلوار کو جملہ مذاہب پر پیش فرماکر مسلمانوں پہ احسان اور منکروں پر تلوار کے سیلاب جاری ہو چکے ہوں گے۔؟

(ی) آپکے مرزا صاحب کے بعد غالباً روئے زمین پر اب کوئی اندھا زمین گیر اور مبتلا بہ مصیبت نہ ہوگا۔؟

اگر یہ سب مرزا صاحب کی ذات مقدس سے ہو چکا تو ہم بھی انکے اوپر ایمان لاتے ہیں اور اگر نہیں ہوا تو کعبہ کس منہ سے جاؤ گے..... شرم تمکو مگر نہیں آتی۔

(۶) کیا مطابق حدیث نمبر ۳ آپکے مرزا صاحب مع اپنے اصحاب کے یزید اور اس کے اصحاب سے لڑے اور اپنا پورا پورا انتقام لے دیا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ان کو "ظہور حسینی" کا منصب دیتے ہوئے خوف خدا کرنا چاہیئے۔

(۷) کیا مطابق حدیث نمبر ۴ مرزا صاحب کے حسینی ظہور کا تمام مومنین نے اعتراف کر لیا۔ کسی کو شک نہیں ہوا؟ اور آپکے مرزا صاحب کے دعوائے ظہور حسینی کے وقت آپکے قائم باب بقید حیات تھے؟ اور کیا آپکے قائم کی تجہیز و تکفین ہوئی؟ اور اس خدمت کو خود مرزا صاحب نے انجام دیا؟

(۸) کیا مطابق حدیث نمبر ۵ آپکے مرزا صاحب کو اس دنیا میں نور کا تخت اور یاقوت سرخ کا ایسا جڑاؤ قبہ ملا جس کے نونے ہزار سبز قبے ہیں؟

(اس دنیا کی قید اس لئے ہے کہ روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ سب اسی دنیا میں ہوگا - ورنہ خدا یہ نہ کہتا کہ دنیا کی حاجتیں مجھ سے مانگ لو - اس لئے کہ عاقبت میں پہونچنے کے بعد دنیا کے حوائج کی ضرورت ہی نہیں رہ جائیگی)

یہ بھی ارشاد ہو کہ آپ حضرات جو کہ مدعی ظہور حسینی ہیں جنت کے آب و طعام سے سیراب ہو رہے ہیں؟ جب یہ سب کچھ نہیں ہے تو "ظہور حسینی" کہکر کیوں اپنے کو ذلیل و رسوا کر رہے ہو - یاد رکھو کہ واقف کار شیعہ تمہارے جال میں نہیں پھنس سکتے - لیکن ناواقف شخص شاید کچھ دن کے لئے بہک جائے - مگر بعد میں یا تو وہ اپنے مذہب کی طرف پلٹ آئیگا یا دہریہ ہو جائیگا -

قولہ - اور جس طرح ظہور مسیح کی بشارت دینے کے لئے حضرت یحییٰ معین فرمائے گئے تھے اسی طرح مسیح موعود ثانی حضرت بہاء اللہ کی بشارت دینے کے لئے خدا کی طرف سے وہ شخص مامور ہوا جو جناب رسالتمآب اور ائمہ طاہرین کی احادیث میں قائم آل محمدؐ کے نام سے مشہور ہے سنہ ۱۲۶۰ھ میں شیراز کے ایک نوجوان نے حضرت بہاء اللہ کے ظہور کی بشارت دی - اس نوجوان کا نام سید علی محمد تھا - جنھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مہدی یا قائم آل محمد جن کے ظہور کا انتظار ایک ہزار سال سے کیا جا رہا ہے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے -

اقول - اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ شیراز کے نوجوان سید علی محمد نے قائم آل محمد ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد مسیح موعود ثانی حضرت بہاء کی بشارت دی اور اس بشارت کے لئے وہ منجانب اللہ مامور تھے -

اس کا جواب ہم آپ کے قائم کی تحریرات سے آخر رسالہ میں دیں گے۔ سردست اس عبارت سے تعرض کرنیکا منشا یہ ہے کہ بہائی حضرات کی ایک دوسری بدحواسی پر روشنی ڈال دی جائے۔ وہ یہ کہ ابھی مرزا صاحب کے لئے ظہور حسینی ثابت کرچکے ہیں اور ابھی ابھی ان کو مسیح موعود ثانی بھی بنا رہے ہیں۔ کیا امام حسینؑ اور جناب عیسیٰ مسیح کی شخصیتیں ایک ہی ہیں؟ کیا زمین سے ظاہر ہونیوالے اور آسمان سے اترنے والے دونوں ایک ہی شخص ہوں گے؟ کیا مسیحؑ موعود قائم آل محمدؐ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے؟ کیا کسی روایت سے امام حسینؑ کا قائم آل محمدؐ کے پیچھے نماز پڑھنا آپ ثابت کرسکتے ہیں؟ ابوالعباس صاحب اگر آپکو تصنیف کا شوق ہے تو جو اس کو جمع رکھا کیجئے۔ یہاں پر ذرا اپنے دل سے بھی پوچھ لیجئے کہ جو کچھ لکھا ہے عالم شک میں لکھا ہے یا ماموریت کے تخیل میں صرف اس لئے کہ چند ٹکے سید ھے کر لئے جائیں؟

قولہ۔ سنہ ۱۲۶۰ھ سے ابتک بہائی اور شیعہ جماعت میں اختلاف چلا آرہا ہے بہائی جماعت حضرت باب کو قائم آل محمد جانتی ہے۔ لیکن شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ قائم آل محمدؐ اب سے ایک ہزار سال پہلے پیدا ہوچکے ہیں۔

۱۔ جو ۱۵ر شعبان سنہ ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے ان کے باپ کا نام امام حسن عسکریؑ اور ماں کا نام نرجس تھا۔

۲۔ ۵ سال کی عمر میں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے اور ۶۹ سال تک اپنے نائبین کے ذریعہ شیعوں کی رہنمائی کرتے رہے اور ۶۹ سال کے بعد بالکل روپوش ہو گئے۔ جب خدا کا حکم ہوگا تو ظہور فرمائیں گے۔"

اقول - بہائی جماعت باب کو قائم آل محمد جانے یا کسی دوسرے کو لیکن قائم آل محمدؐ کے خصوصیات کا اس کو حامل ہونا چاہیئے - کوئی شیعہ اثنا عشری اسوقت تک باب کو قائم آل محمد نہ مانے گا جبتک کہ پیغمبرؐ اسلام اور ائمہ اطہارؑ کی پیشگوئیاں ان میں کامل طور پر نہ موجود ہوں - ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قائم آل محمد ہونا تو درکنار علی محمد صاحب کی ایک باقاعدہ عالم کی حیثیت بھی نہ تھی - کربلائے معلیٰ میں ان کی طالب علمی کے حالات اور مابعد کے واقعات سب ہمارے سامنے ہیں - جس کو ہم باب پنجم کے جواب میں بیان کریں گے -

قولہ - "اس رسالہ کے لکھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ بہائیوں اور شیعوں کے باہمی اختلاف کو دور کیا جائے - اور ثابت کیا جائے کہ درحقیقت ان دونوں عقیدوں میں سے صحیح عقیدہ کس کا ہے "!

اقول - اختلاف پیدا کرنیوالے بھلا اختلاف کیا دور کرسکیں گے ؟ تاہم ہم بھی دیکھتے ہیں کہ دونوں عقیدوں میں صحیح عقیدہ کس کا ہے - ہمیں گوئے وہمیں میداں -

قولہ - قبل اس کے کہ بہائی عقیدہ کو زیر بحث لایا جائے مناسب ہے کہ موجودہ شیعہ عقیدہ پر روایت اور درایت کی روشنی میں ایک گہری نظر ڈالی جائے - اس کے لئے ہم نے علامہ محمد باقر مجلسی کی مشہور تصنیف بحار الانوار جلد ۱۳ کو منتخب کیا ہے - جو شیعوں کے نزدیک بھی بے حد اہم ہے - علامہ موصوف نے اس کتاب میں مذکورہ بالا شیعہ عقیدہ کے متعلق حتی الامکان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے - جو ان سے پہلے کتب معتبرہ میں موجود و مدوّن تھیں ان

تمام روایات و اخبار کی صحت سے متعلق علامہ موصوف بحار الانوار ص۸۷ پر اس طرح رقمطراز ہیں:-

"شیخ الطائفہ علیہ الرحمہ نے ان تمام روایات کا ذکر کرنے کے بعد جن کو ہم نے گذشتہ باب میں درج کر دیا ہے۔ یہ فرمایا ہے کہ اگر ان روایات کے متعلق یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ روایات احاد ہیں متواتر نہیں ہیں اور مسائل علمیہ میں روایات احاد پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے مقام استدلال میں ان روایات کو پیش کیا ہے جن میں حضرت حجۃؑ ابن العسکری کی ولادت و غیبت صغریٰ و کبریٰ کے بارہ میں پہلے سے پیشگوئیاں موجود ہیں اور ان کا مضمون واقعہ بن گیا ہے۔ اس لئے پسر امام حسن عسکری کی امامت ثابت ہے کیونکہ زمانہ آئندہ میں پیش آنیوالے واقعات کا علم اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا مطلع نہ کرے اس معیار کے مطابق پسر امام حسن عسکری کی امامت کے متعلق اگر صرف ایک ہی پیشگوئی ہوتی جو پوری ہو گئی ہوتی تو وہی ہمارے دعویٰ کے ثابت ہونے کے لئے کافی تھی۔ اسی لئے وہ پیشگوئیاں جو قرآن مجید میں ہیں وہ صداقت پیغمبرؐ کے لئے کافی ہیں۔ حالانکہ وہ پیشگوئیاں چند ہی ہیں۔ اور ایک ہی شخص نے ان کو بیان کیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ پوری ہو گئیں اس لئے قرآن اور پیغمبرؐ کو سچا ماننا پڑے گا۔" ص۸۰

اس عبارت میں حدیث و روایت کی سچائی کا معیار یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ سب کچھ پورا ہو جائے جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے تو اس روایت کی صداقت میں شک نہیں ہو سکتا۔ چونکہ پسر امام حسنؑ عسکری کی امامت سے متعلق ان کی

پیدائش سے پہلے حضرات ائمہؑ کے بیانات موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ امام حسن عسکری کا بیٹا قائم آل محمدؐ ہوگا۔ اور وہ غائب ہو جائیگا۔ اور جیسا بیان کیا گیا ایسا ہی ہوا۔ بھی اس لئے شیعہ عقائد متعلقہ پسر امام حسن عسکریؑ صادق و ثابت ہیں۔"

اس میں شک نہیں کہ پیشگوئی کی صداقت کا جو معیار شیخ الطائفہ نے پیش کیا ہے وہ ناقابل انکار ہے اور اس کی معقولیت میں کوئی انصاف پسند شک نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ پیش گوئی وہی سچی ہو سکتی ہے جو واقع ہو کر اپنی صداقت کا اعلان کر دے خواہ اس کا بیان کرنے والا از روئے علم الرجال کاذب ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اس معیار پر ہم ان تمام روایات کا امتحان شروع کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ واقعی وہ روایات جن پر شیعہ عقائد کی بنیاد قائم ہے واقعات کے مطابق ہیں یا نہیں؟

اقول - شیعہ عقائد پر ہر طرح کی روشنی میں نظر ڈالنے کا حق حاصل ہے ہم بفضلہ نہ کبھی اس سے ڈرے ہیں اور نہ آئندہ خائف ہوں گے۔ مگر اتنی خواہش ضرور ہے کہ ہمارے عقائد کو تنگ نظری کے بجائے ایمان داری اور انصاف کی ترازو میں تولا جائے۔ آپ نے ہمارے عقائد کا جائزہ لینے کے لئے صرف بحار الانوار جلد سیزدہم کو منتخب کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "جو شیعوں کے نزدیک بھی بے حد اہم ہے۔" اس بھی سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ بھی اس کو اہم سمجھتے ہیں۔ بلکہ شاید شیعوں سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ سنی حضرات یا دیگر اقوام بحار کو کیوں اہم سمجھنے لگے۔ خیر اس ادبی نکتے پر پھر کبھی غور کیجئے گا لیکن ایمانداری سے جواب دیجئے کہ شیخ الطائفہ کی جو عبارت ہمارے سے آپ نے

پیش فرمائی ہے کیا وہ اپنے سیاق وسباق سے دست وگریباں نہیں ہے؟
اگر آپ حق پرست اور حق گو ہوتے تو اپنے مطلب کے ثبوت کے لئے کم سے کم اسی
رسالۂ شیخ الطائفہ (معروف بہ غیبت طوسی) کی رد لکھدی ہوتی جس کی ایک
مختصر سی عبارت کو بھی آپ نے دیانت داری سے نہیں پیش کیا۔ کیونکہ آپ نے
اعتراض لکھ کر اس کا پہلا جواب جو علی سبیل التنزل تھا اسے تو نقل کر دیا اور
علی ان الاخبار متواتر بہا لفظاً و معناً (یعنی علاوہ بریں اس بارے
میں روایتیں لفظاً اور معناً دونوں طرح متواتر ہیں) کا مختصر اور محکم تر جواب
نہیں ملاحظہ کیا۔ اس لئے کہ اس آخری جملہ کا ترجمہ پیش کر دینے سے دین ہمائی کی
عمارت ہی منہدم ہوئی جاتی تھی ــ
یہی نہیں بلکہ عبارت مذکورہ پیش کر کے ہوشیاری سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کیگئی
ہے کہ شیعوں کے پاس اثبات حضرت حجۃ کا بس یہی ایک معیار ہے حالانکہ اسی عبارت کے
بالکل شروع ہی میں شیخ الطائفہ نے صاف صاف یہ تحریر کر دیا ہے کہ وھذہ
ایضاً طریقۃ اعتمدھا الشیوخ قدیماً" (یعنی فرزند امام حسن عسکری
کی امامت اور غیبت کے اثبات کا یہ بھی ایک طریقہ ہے جس پر بعض علماء برابر
بھروسہ کیا ہے۔) یعنی بہت سے طریقے اور بھی ہیں۔ چنانچہ تقریباً ان تمام طریقوں
اور دلیلوں کو شیخ الطائفہ اس کے قبل بیان فرما چکے ہیں اور بالکل آخر میں
یہ طریقہ بھی بیان کیا ہے جس کو نقل کر کے جاجوری صاحب بخیال خویش ہم پر
حجت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کاش اعور کے لائے موصوف وہ عبارت پیش کرتے
جس میں شیخ نے اصل معیار کو بیان کیا ہے ــ مگر برا ہو بدنیتی کا کہ وہ ایسا

کی جوب خط تحریر کو نظر انداز کر کے اس پر جو فرضی اعتراض اور جواب تھا اسے معیار بنا کر پیش کر دیا۔ اور واضح ترجمہ میں جب دقت محسوس ہوئی تو اوپر کی عبارت سے غیبت صغریٰ و کبریٰ وغیرہ کی لفظیں اخذ کر لی گئیں اس طرح معیار کا معیار بن گیا اور مفر پہلو کی ہوا بھی نہ لگنے پائی۔ ماشاء اللہ!

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ناظرین کی زحمت کو کم کر دینے کے خیال سے شیخ الطائفہ کی وہ عبارت ہم اس جگہ پر نقل بھی کئے دیتے ہیں ملاحظہ ہو:۔

ویدل ایضاً علی امامة ابن الحسن	"نیز فرزند امام حسن عسکری کی امامت اور
وصحة غیبته ما ظهر وانتشر	صحت غیبت پر وہ مشہور و معروف
من الاخبار الشائعة الذائعة	روایتیں دلالت کرتی ہیں جو حضرت کے
عن ابائه قبل هذه الاوقات	آبائے طاہرین سے اس زمانہ سے بہت
بزمان طویل من ان لصاحب	پہلے مروی ہو کر پھیل چکی تھیں کہ صاحب الامر
هذا الامر غیبة وصفة غیبته	کے لئے غیبت ہو گی۔ ان کی غیبت کے
وما یجری فیها من الاختلاف	(یہ یہ) صفات ہوں گے۔ ان کی غیبت
ویحدث فیها من الحوادث	میں (یہ) اختلاف ہو گا۔ اور (یہ)
وانه یکون له غیبتان احدهما	حادثے ہوں گے۔ ان کے لئے دو غیبت
اطول من الاخری وان الاولی	ہو گی۔ ان میں سے ایک دوسری سے
یعرف فیها اخباره والثانیة	طولانی ہو گی۔ پہلی غیبت میں ان کے
لا یعرف فیها اخباره فوافق	حالات جانے جائیں گے اور دوسری

ذلك على ما تضمنته الاخبار
ولولا صحتها وصحة امامته
لما وافق ذلك لان ذالك
لا يكون الا باعلام الله على
لسان نبيه وهذه ايضاً طريقة
اعتمدها الشيوخ قديماً ونحن
نذكر من الاخبار التي تضمن
ذلك طرفاً ليعلم صحة ما قلناه
لان استيفاء جميع ما روي
في هذا المعنى يطول وهو موجود
في كتب الاخبار من اراده
وقف عليه من هناك اقول
ثم نقل الاخبار التي نقلناها
عنه في الابواب السابقة
واللاحقة ثم قال فان قيل
هذه كلها اخبار احاد لا
يعول على مثلها في هذه المسئلة
لانها مسئلة علمية قلنا موضع
الاستدلال من هذه الاخبار

غیبت میں انکے حالات کا علم نہ ہوگا۔
چنانچہ ان روایتوں کے مضامین کے مطابق
یہ سب باتیں ہوئیں اور اگر یہ روایتیں
نہ ہوتیں اور حضرت حجۃؑ کی امامت
درست نہ ہوتی تو یہ مطابقت نہ ہوتی
کیونکہ یہ (مطابقت) ہو ہی نہیں سکتی
جبتک کہ لسان نبوت سے ذریعہ سے
خود خدا آگاہ نہ کردے اور یہ بھی
ایک طریقہ ہے جس پر پہلے علماء نے
اعتماد کیا ہے اور ہم ان روایتوں میں
سے کچھ ذکر کرتے ہیں۔ جن میں ایسی
باتیں درج ہیں تاکہ ہمارے قول کی
صحت معلوم کیجاسکے۔ اس لئے کہ ان
تمام روایتوں کا ذکر کرنا جو اس بارے
میں وارد ہوئی ہیں طول کا موجب ہوگا۔
اور وہ سب کتب احادیث میں موجود
ہیں جو ان سب کو جاننا چاہتا ہو وہ
ان کتابوں سے معلوم کرسکتا ہے
(یہاں پر علامہ مجلسی فرماتے ہیں) میں

ما تضمنه المخبر بالشیٔ قبل کونه
فکان کما تضمنه فکان ذالك
دلالة علی صحة ما ذهبنا الیه
من امامة ابن الحسن لان العلم
بما یکون لا یحصل الا من جهة
علام الغیوب فلو لم یرد الا خبر
واحد ووافق مخبره ما تضمنه
المخبر لکان ذلك کافیاً ولذلك
کان ما تضمنه القرآن من الخبر
بالشیٔ قبل کونه دلیلاً علی صدق
النبیؐ وان القرآن من قبل الله
تعالی وان کانت المواضع التی
تضمن ذلك محصورة ومع
ذلك مسموعة من مخبر
واحد لکن دل علی صدقه من
الجهة التی قلناها علی ان الاخبار
متواتر بها لفظاً ومعنی (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۶)

کہتا ہوں کہ پھر شیخ طوسیؒ نے ان روایتوں
کو لکھا ہے جن کو ہم ان کے حوالے سے
سابق و لاحق کے ابواب میں نقل کر چکے
ہیں پھر شیخ طوسیؒ نے فرمایا ہے (یہاں سے
پھر شیخ طوسی کا بیان شروع ہو گیا ہے)
اگر بطور اعتراض کہا جائے کہ یہ سب
روایتیں خبر احاد (غیر متواتر) ہیں اور
ایسی روایتوں پر اس مسئلہ میں بھروسہ
نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ایک علمی مسئلہ
ہے تو ہم (بطور جواب) کہیں گے کہ ان روایتوں
میں محل استدلال وہ حصہ ہے جس میں کسی
چیز کی اس کے ہونے سے پہلے خبر دی گئی
ہے۔ اور وہ اسی طرح ہوئی جس طرح
خبر دی گئی تھی تو یہ بات خود ہمارے
مسلک یعنی امامت فرزند عسکریؑ کی صحت
کی دلیل ہو گئی۔ اس لئے کہ آئندہ ہونیوالی
بات کا علم خبر عالم الغیب (خدا) کے
بتلائے ہوئے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ لہذا اگر صرف ایک ہی خبر
وارد ہوتی اور مطابق مضمون خبر واقعہ ہو جاتا تو اتنا ہی کافی ہوتا

اور اسی لئے قرآن کا وہ حصہ جو کسی ایسی خبر پر مشتمل ہے جو واقع ہونے
سے قبل (بیان ہوئی ہے) نبیؐ کی سچائی اور قرآن کے منجانب خدا ہونے
کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایسی خبروں کے مقامات قرآن میں محدود ہیں۔
اور باوجودیکہ ایک خبر دہندہ (پیغمبرؐ) سے معلوم ہوئے
ہیں لیکن (پھر بھی) اس کی سچائی کی دلیل ہیں اُسی بنا پر جسکو ہم نے (ابھی)
بیان کیا ہے علاوہ بریں (اصل اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ)
فرزند امام حسن عسکریؑ کی امامت کے متعلق لفظاً اور معنیً (دونوں طرح)
روایتیں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں (جن میں کذب کا شائبہ بھی نہیں
ہو سکتا ہے۔" (اس کے بعد تواتر لفظی اور معنوی کو ثابت
فرما کر اس دلیل کو ختم کیا ہے)

تنبیہ :- جارچوی صاحب نے صرف خط کشیدہ عبارت کا ترجمہ اپنے مطلب سے موافق بنا کر پیش کر دیا ہے اور شروع کا اصل استدلال نیز آخر کا مضبوط ترین جواب بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ گویا اس طرح آپ نے اپنی دیانتداری کا خود ماتم کیا ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

بہر طور آپ کی اس بدنیتی اور بے سلیقگی سے چشم پوشی کرتے ہوئے ہم اس معیار کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اسی کی روشنی میں پہلے آپکے ہمراہ شیعہ عقائد کی بنیادی روایات کو دیکھتے ہیں اور پھر آپ کے مذہب کی اساسی روایات کا جائزہ بھی لیں گے۔

قولہ :- باب اول۔ امام غائب کب پیدا ہوئے؟ علامہ محمد باقر مجلسی نے
بحار الانوار جلد سیزدہم باب ولادت میں چودہ روایات نقل کی ہیں جو خاص اس

مسئلہ کے متعلق ہیں کہ امام غائب کس دن ہوئے اور کس تاریخ اور کس سال میں پیدا ہوئے۔

اقول:۔ یہاں پر مصنف صاحب نہایت ہوشیاری سے ناواقف لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ بحار جیسی کتاب میں حضرت حجۃ کی ولادت کے سلسلہ میں صرف ۳ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ حالانکہ صرف اسی باب ولادت میں چالیس سے زیادہ ایسی روایتیں موجود ہیں جو کسی نہ کسی نہج سے ولادت حضرت حجۃ کو ثابت کرتی ہیں۔ ممکن ہے لائق مصنف یہ ارشاد فرمائیں کہ اسی لئے ہم نے ۳ کی تخصیص اُن روایتوں کے لئے کر دی ہے جو دن تاریخ اور سنہ سے متعلق تھیں تو جوابا عرض کروں گا کہ جب بھی آپ نے یہ تعداد غلط لکھی بلکہ دن، تاریخ سے تعلق رکھنے والی کم از کم ۱۸ روایتیں اسی باب میں درج ہیں اور اگر اقوال علمائے اعلام کو بھی شامل کر لیا جائے تو ۲۲ اور اگر کتب ادعیہ کے حوالوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو سیکڑوں ثبوت صرف دن، تاریخ اور سال کے متعلق فقط اسی ایک باب میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمیں تو ابھی "حما شاہ" مقصود ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ آپ کی قوت پرواز کہاں تک ہے۔

قولہ - ان جملہ روایات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مختلف لوگوں نے بیان کیا ہے۔ بعض راویوں نے اپنی کوئی عینی شہادت بیان نہیں کی ہے حتی کہ یہ بھی نہیں بتایا ہے کہ انھوں نے اس کے متعلق فلاں خاص شخص سے سنا ہے اور صرف یہ کہکر چھوڑ دیا ہے کہ ہم سے ایک معتبر آدمی نے

بیان کیا کہ امام غائب فلاں تاریخ فلاں دن اور فلاں سنہ میں پیدا ہوئے اس لئے اصول روایت اور درایت دونوں کے لحاظ سے یہ روایت غیر معتبر اور غیر نتیجہ بخش ہیں۔ اور ایسے اہم مسئلہ میں کسی قاعدہ کے ماتحت ان روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اقول کسی روایت کو مختلف لوگوں کا بیان کرنا عیب نہیں ہے بلکہ اسی طور سے احادیث متواتر بن جاتے ہیں۔ رہ گیا بعض راویوں کا عینی شہادت نہ بیان کرنا، تو ظاہر ہے کہ "مسئلہ ولادت ہے" اس میں عقلا کے نزدیک سمعی شہادت کافی ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات صرف آثار و قرائن سے ولادت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اور یہ کہ "بعض راویوں نے معین شخص کا نام نہیں لیا" یہ بھی ہر جگہ خبر کی کمزوری کا باعث نہیں ہوتا ہے۔ خصوصاً جہاں پر تقیہ کا سبب قوی بھی موجود ہو۔ علاوہ بریں علم رجال کے لحاظ سے اگر سلسلہ رواۃ میں سب معتبر ہوں اور صرف آخری راوی کا نام نہ لیا گیا ہو بشرطیکہ اس سے روایت کرنیوالا معتبر ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ مجھ سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا تو صرف نام نہ بتانے کی وجہ سے اس خبر کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ اصول روایت و درایت کے الفاظ استعمال کر کے ہم کو خوف زدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں نہیں آپ کی "وسیع اطلاعات" کا علم آپ کے رسالہ کا صد؟ دیکھ کر بخوبی ہو چکا ہے جس کا جواب ہم انشاء اللہ اسی موقع پر دیں گے۔ غرض یہ روایت اگر بالفرض صرف مفید ظن ہوں جب بھی دیگر کثیر و متواتر تائیدی روایات کی بنا پر ہر منصف مزاج مسلمان کو ولادت حضرت حجۃ کا

قطع اور یقین پیدا ہو جائے گا۔ اسی لئے بہت سے سنی حضرات نے ولادت حجۃ ابن الحسن کو تسلیم کر لیا۔ جس کا ثبوت عند المطالبہ تفصیلا دیا جا سکتا ہے۔

قولہ ۔ علاوہ بریں ان روایات میں بے حد تناقض پایا جاتا ہے کسی نے تاریخ وسال کو بیان کیا تو دن کا ذکر نہیں کیا کسی نے دن اور سال کو بیان کیا تو تاریخ بیان نہیں کی اور اگر کسی نے تاریخ وسال اور دن سب کچھ بیان کیا ہے تو اس قسم کے بیان میں بھی سخت اختلاف ہے اگر ایک شخص ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ بیان کرتا ہے تو دوسرا ۱۵ شعبان ۲۵۸ھ ظاہر ہے کہ اس شان کے بیانات سے کوئی شخص بھی کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔

اقول ۔ شاید جناب کو تناقض کی تعریف بھی نہیں معلوم ہے ورنہ دن اور تاریخ اور سال میں سے کسی ایک کے ذکر کو ترک کر دینے کا نام آپ تناقض نہ رکھتے۔ یعنی اصطلاحی تناقض تو درکنار یہاں پر عرفی تناقض بھی نہیں ہے البتہ جہاں آپ نے "سخت اختلاف" کی تعبیر کی ہے وہاں اس لفظ تناقض کو کھینچ تان کر استعمال کرنے کا محل تھا۔ خیر اسے بھی چھوڑیئے۔ اب ذرا "سخت اختلاف" کا جائزہ لیجئے بقول آپ کے "اگر ایک شخص ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ بیان کرتا ہے تو دوسرا ۱۵ شعبان ۲۵۸ھ" آپ نے نہایت سادگی سے "یہ سخت اختلاف" اس طرح بیان کر دیا کہ عوام دونوں کو روایت سمجھ لیں۔ اور یہ بھی سمجھ لیں کہ کم و بیش دونوں کے راوی بھی برابر کی تعداد میں ہوں گے۔ مگر ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جناب نے ۲۵۸ھ کو جو روایت کی حیثیت دی ہے وہ کمال الدین (محمد)

بن طلحہ (شافعی) ایک سنی عالم کا قول ہے (موصوف نے مہینہ بھی رمضان مبارک کا لکھا ہے) ملاحظہ ہو قال الشیخ کمال الدین بن طلحہ "مولد الحجۃ ابن الحسن بسرمن رائی فی ثالث وعشرین رمضان سنۃ ثمان وخمسین ومائتین الخ (بحار ص۴) ایک سنی عالم جو اپنی سعادت مندی سے ولادت کو تسلیم کرتا ہے انتہی یہ کہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے تاریخ و سنہ ولادت غلط لکھ جاتا ہے تو اسے ایک "شیعہ سید" اپنی .... سے سخت اختلاف کہہ کر کوشش کرتا ہے کہ حضرت حجۃ کی ولادت سے انکار کر بیٹھے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ابو العباس صاحب کو میرا چیلنج ہے کہ بحار الانوار باب الولادۃ میں اگر بجز اس ایک "سنی قول" کے کوئی روایت یا کسی شیعہ عالم کا قول ۲۵۸ھ کے متعلق پیش فرما دیں تو میں موصوف کو کم سے کم سو روپے انعام پیش کروں گا۔

قولہ۔ البتہ ان روایات کا ایک حصہ ایسا ہے جس پر ہمیں توجہ کرنی چاہیئے اور وہ ایسی روایات ہیں جن کے آخری راوی کے نام صاف صاف مذکور ہیں۔ ان آخری راویوں کے بیانات پر قطع نظر اس کے کہ ان کی پوزیشن کہاں تک مضبوط ہے اس لئے اور بھی غور کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ اس گھر سے تعلق رکھتے ہیں جس گھر میں امام غائب کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یقیناً ان سے بہتر اور معتبر دوسرے لوگ نہیں ہو سکتے ایسے لوگ جو ایک گھر کے اندر ہر وقت رہتے ہوں ان سے اس امر کی زیادہ توقع ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی خاص واقعہ اس گھر میں پیش آئے۔ اور وہ اس واقعہ کو دوسرے لوگوں کے سامنے نقل کریں تو انکے

بیانات میں کوئی تضاد نہ پایا جائے اور ان کے بیانات سے کوئی تسلی بخش نتیجہ نکالا جا سکے یہ خاص راوی کون ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہیں:—

(۱) پہلی راوی حکیمہ ہیں جو امام محمد تقی ؑ کی بیٹی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی بیان کی جاتی ہیں صرف یہی معظمہ پہلی اور آخری راوی ہیں جنھوں نے ولادت امام غائب کی چشم دید شہادت پیش کی ہے (۲) دوسرا راوی عقید ہے جو امام حسن عسکری کا خادم ہے۔

اقول۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس چالاکی سے آپ تعداد روایات کو کم کرتے جا رہے ہیں۔ لیکن کس قدر غلط ہے آپ کا یہ دعوی کہ جن آخری راویوں کے نام صاف مذکور ہیں وہ صرف دو ہیں اس لئے کہ اگر صرف اسی گھر کے آخری راویوں کو شمار کیا جائے تو ان دو کے علاوہ کم سے کم چار معین و مشخص راوی اور نظر آتے ہیں۔ ورنہ ولادت امام کی خبر دینے والے آخری راویوں کی تعداد کم سے کم اٹھارہ ہے۔ ارباب نظر غور فرمائیں کہ کسی مولود کے واقعی ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل صورتوں سے بڑھ کر اور زیادہ کیا ثبوت مہیا کیا جا سکتا ہے۔

ولادت فرزند کے متعلق باپ کی دوہری تحریری شہادت

پہلی شہادت۔ معلی ابن محمد کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری کی توقیع بایں مضمون وارد ہوئی جبکہ زبیری قتل ہو گیا اس شخص کی یہی جزا ہے جو اولیائے خدا کے بارے میں خدا پر افترا پردازی کرتا ہے۔ اس (زبیری) کا خیال تھا کہ وہ مجھے اس عالم میں قتل کر دے گا کہ میرا سلسلہ آگے نہ بڑھے گا۔ دیکھا

خدا کی قدرت کیونکر ظاہر ہوئی درآنحالیکہ حجۃ کی ولادت ہوچکی الخ بحار جلد ۱۳
دوسری شہادت - احمد بن حسن قمی کا بیان ...... امام حسن عسکری
کا خط آیا کہ فرزند پیدا ہوا اس کو مخفی اور سب سے پوشیدہ رکھا ہم نے صرف
مخصوصین پر اس کو ظاہر کیا ہے۔

پوتے کی ولادت کے متعلق دادا کی مژدہ بخش گواہی

نمبر۳ تتمہ خبر بشر بن سلیمان...... ابوالحسن امام علی نقیؑ نے اپنی بہن حکیمہ
سے فرمایا کہ "اے بنت رسول اللہ انہیں (نرجس) کو اپنے گھر لیجا کر فرائض و سنن
کی تعلیم دیجئے فانھا زوجۃ ابی محمد وام القائم اس لئے کہ یہ امام حسن
عسکریؑ کی زوجہ اور حضرت قائمؑ کی والدہ ماجدہ ہیں۔" امام کا ارشاد
خود واجب الاذعان پھر اس پر زور یہ کہ جملہ بعنوان خبر بشیر فرمایا ہے جو
قواعد عربیہ کی لحاظ سے حتمی الوقوع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

آقازادہ کے متعلق کنیزوں کی شہادت

نمبر۴ ابراہیم بن محمد سے نسیم خادمہ امام حسن عسکری نے بیان کیا کہ حضرت
حجۃؑ کی ولادت کے دوسرے روز میں آپ کے سامنے گئی مجھے چھینک آئی
تو آپ نے یرحمک اللہ کہا الخ بحار جلد ۱۳ صفحہ ۳ دمعہ ۱۰۱
نمبر۵ نسیم اور ماریہ کا متفقہ بیان ہے کہ جب امام زمانہ بطن مادر سے
زمین پر تشریف لائے تو گھٹنے زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور دونوں انگشت

شہادت آسمان کی طرف بلند تھیں۔ پھر حضرت کو چھینک آئی تو فرمایا الحمد للہ رب العالمین الخ ص۳

آقازادہ کی ولادت کے متعلق گھر کے غلاموں کی شہادت

نمبر۶ ابو غانم خادم کا بیان ہے کہ ابو محمد امام حسن عسکری سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام آپ نے م۔ح۔م۔د۔ رکھا۔ تیسرے دن آپ نے اس مولود کو اپنے اصحاب پر پیش فرما کر کہا۔ ھذا صاحبکم من بعدی و خلیفتی علیکم (میرے بعد یہ تمہارا صاحب اور تم پر میرا خلیفہ ہے) یہی وہ قائم ہے جس کا انتظار کیا جائے گا۔ جب ظلم و جور سے دنیا بھر جائے گی تو یہ ظاہر ہو کر اسے عدل وداد سے بھر دے گا۔ (ص۳)

نمبر۷ ابو نصر خادم کا بیان ہے کہ میں امام زمانہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سرخ صندل طلب کیا۔ میں نے لا کر حاضر کیا۔ فرمایا کہ تم مجھے پہچانتے ہو میں نے عرض کیا کہ آپ میرے آقا اور آقا کے فرزند ہیں۔ فرمایا کہ ...... میں خاتم الاوصیا ہوں۔ (بحار جلد ۱۳ ص ۱۱۴)

امام زادہ کے متعلق اصحاب کی شہادت

نمبر۸ ابراہیم صحابی امام حسن عسکری کا بیان ہے کہ حضرت نے چار مینڈھے میرے پاس مع اس تحریر کے روانہ فرمائے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (بسم اللہ کے بعد) یہ میرے فرزند مہدی کی طرف سے ہیں اتم بھی کھاؤ

اور ہمارے شیعوں کو بھی کھلاؤ۔ (بحار ص۱)

(۹) احمد بن اسحاق کا بیان ..... پھر امام حسن عسکری چودھویں رات کے چاند کے مانند تقریباً سہ سالہ فرزند کو کاندھے پر لئے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ اگر تیرا اعزاز نہ مقصود ہوتا تو ہرگز میں اس کو نہ دکھاتا یہ میرا فرزند ہم نام وہم کنیت رسول ہے الخ (بحار ص۱۱۲)

عقیقہ کرنیوالے کی گواہی

(۱۰) ابراہیم بن ادریس کا بیان ..... پھر میرے پاس دو مینڈھے (امام حسن عسکری نے) بھیجے اور بعد بسم اللہ کے لکھا کہ ان دونوں کا اپنے آقا کی طرف سے عقیقہ کرکے خود بھی کھا اور اپنے بھائیوں کو بھی کھلا۔ الخ یہی وہ تتمہ روایت ہے کہ جس کے ابتدائی حصہ کو باایمان مولف نے ابتر بنا کر اپنے رسالہ ظہور قائم آل محمد کے ص۸ پر پیش کرکے اپنے خیال میں موت امام زمانہ کو ثابت کر دیا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب اسی مقام پر دیا جائے گا۔ (بحار ص۸)

بازار سے گوشت لانیوالیکی گواہی

(۱۱) حمزہ بن نصر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ولادت کے موقع پر گھر والوں میں خوشیاں منائی گئیں۔ جب شاہزادہ کی نشوونما ہونے لگی تو مجھے گوشت کے ساتھ گودہ دار ہلی کی خریداری کا حکم بھی

ملا اور مجھ سے کہا گیا کہ یہ ہمارے چھوٹے آقا کے لئے ہے۔ (حث)

[illegible]

کے ثبوت میں موجود ہیں جن کو بخوف تطویل ترک کر دیا گیا ہے۔ اس مختصر بیان سے باانصاف ناظرین پر یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا کہ حضرت حجۃؑ کی ولادت کا ثبوت صرف حکیمہ یا عقید خادم کے بیان پر نہیں، موقوف ہے بلکہ بالفرض اگر یہ دونوں شہادتیں نہ ہوتیں تو بھی ہمارا مدعیٰ بحمدہٖ ثابت ہے۔

قولہ - عقید کا بیان ہے کہ حجۃؑ ابن الحسن شب جمعہ ماہ رمضان ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ لیکن اس کا پورا بیان دیکھنے کے بعد کسی طرح بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ امام غائب ماہ رمضان کی کسی شب جمعہ کو ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پورا بیان حسب ذیل ہے:-

"ولی اللہ حجۃؑ ابن الحسن ۲۵۴ھ میں ماہ رمضان کی کسی شب جمعہ کو پیدا ہوئے تھے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے اور بعض لوگ ابوجعفر بتاتے ہیں۔ ان کا لقب مہدی ہے اور وہ روئے زمین کے تمام لوگوں پر حجت خدا ہیں۔ ان کی ماں صیقل نامی کنیز ہیں۔ آپ سامرہ کے محلہ رصافہ میں پیدا ہوئے۔ لوگ آپ کی ولادت کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض ظاہر کرتے ہیں۔ بعض چھپاتے ہیں۔ بعض آپ کا ذکر کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اور بعض ظاہر کرتے ہیں۔"

بیان مذکور کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقید کو اپنے اس بیان پر خود اعتماد نہیں ہے بلکہ وہ جیسا دوسرے لوگوں سے سنتا ہے بیان کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس بارے میں لوگوں کے مختلف

خیالات ہیں۔ ممکن ہے۔ بعض صاحبان یہ جواب دیں کہ وہ اپنے بیان پر یقین رکھتا ہے اور اس یقین کے ساتھ وہ ۲۵۴ھ رمضان کا مہینہ معین کرتا ہے۔ لیکن اسی سلسلہ میں وہ لوگوں کے اختلاف کا ذکر بھی کر دیتا ہے جو سال ولادت ۲۵۴ھ کو مشتبہ نہیں کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعی ہم عقید کے بیان کو درست تسلیم کر لیں کہ امام غائب ماہ رمضان ۲۵۴ھ ہی کو پیدا ہوئے تو یہ شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ موجودہ زمانہ میں شیعہ فرقہ کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ چنانچہ شیعہ دنیا میں تاریخ مذکور کو جشن ولادت منایا جاتا ہے۔

اقول۔ مہربان آپ کو ابھی تک یہی امتیاز نہیں کہ روایت کے الفاظ کس قسم کے ہوتے ہیں۔ اور علماء کے الفاظ کس عنوان کے ہوتے ہیں۔ اگر آپکو اتنی تمیز ہوتی تو آپ عبارت کے اس آخری حصہ "قد اختلف الناس فی ولادتہ فمنھم من اظھر و منھم من کتم و منھم من نھی عن ذکر خبرہ و منھم ابدی ذکرہ واللہ اعلم (ص ۱۶)" کو عقید کی روایت کا جزنہ قرار دیتے۔ بلکہ کتاب اکمال الدین کے مولف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کی تعبیر قرار دیتے۔ مگر اس کو تو وہ لوگ جانتے ہیں جو علماء کے انداز تعبیر سے واقف ہیں۔ اس کے علاوہ اگر خود اصل یا کسی راوی کی تعبیر بھی ہو جب بھی کوئی اشکال نہیں۔ اس لئے کہ اگرچہ جناب نے بالارادہ مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ گویا خود حضرت کی

ولادت مختلف فیہ ہے۔ مگر اہل فہم کے لئے بعد کی تفصیل خود ہی اختلاف کی توضیح کر رہی ہیں۔ اور بتا رہی ہیں کہ مسئلہ ولادت متفق ہے۔ ہاں شیعہ حضرات میں اختلاف اس میں ہے کہ اس کو ظاہر کریں یا چھپائیں۔ الخ

پھر آپ کی عبارت میں جو خط کشیدہ جملے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ اول و آخر کا تو اصل روایت میں وجود ہی نہیں ہے اور درمیانی فقرہ کا ترجمہ بالکل غلط لکھا گیا ہے۔

رہ گیا سن و ماہ کے بیان میں اختلاف ہونا تو تاریخ داں حضرات کے نزدیک یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے تاہم اس کا مفصل جواب آگے آتا ہے۔

قولہ — ایک اور وجہ بھی ہے جو عقید کے اس بیان کو صحیح نہیں قرار دیتی وہ یہ ہے کہ خود علامہ مجلسی نے ص؟ پر ایک اور خادم عقبہ کو حکیمہ کی تائید میں پیش کیا ہے۔ جو حکیمہ کے اس بیان کی کہ امام غائب ۱۵ شعبان کو پیدا ہوئے تائید کرتا ہے۔ یہ دو خادم ایک ہی گھر کی خدمات پر مامور ہیں کوئی وجہ نہیں کہ دونوں میں اختلاف ہو — اور بہر حال دونوں میں کوئی ایک بیان صحیح ہے۔ یا تو عقبہ غلط کہتا ہے یا عقید — اگر عقید کا بیان عقبہ کے مقابلہ میں درست نہیں ہے تو ہمارے ہاتھ سے ایک راوی اور نکل جاتا ہے اور لے دے کے اگر کوئی اعتماد کیا جا سکتا ہے تو حکیمہ کے بیان پر جن کی تائید ایک اور خادم عقبہ نامی بھی کرتا ہے۔ آیئے دیکھیں حکیمہ کیا فرماتی ہیں۔ اور امام غائب کے سن و تاریخ و روز ولادت کیا معین فرماتی ہیں؟ حکیمہ دو شخصوں سے بیان کرتی ہیں کہ امام غائب

۱۵ شعبان کو پیدا ہوئے۔ نہ سال بتاتی ہیں۔ نہ دن۔ ایک اور شخص سے ۱۵ شعبان کی رات اور سال ۲۵۵ھ بیان کرتی ہیں۔ معین نہیں کرتیں۔ تیسرا بیان اُن کا یہ ہے کہ ولادت مذکورہ ۱۵ رمضان ۲۵۵ھ کو واقع ہوئی۔ بڑی مشکل سے ہمیں صرف ایک بظاہر معتبر گواہ نظر آیا اور اس کے بیانات میں بھی اس قدر تباین پایا جاتا ہے تو ہمیں یہ نتیجہ مجبوراً اخذ کرنا پڑتا ہے کہ معلوم نہیں امام غائب کس دن کس تاریخ اور کس سنہ میں پیدا ہوئے۔

اقول۔ عقید کا بیان غیر معتبر قرار دینے کے بعد بھی جناب حکیمہ کے بیان کی تائید میں عقیہ کے علاوہ اسی گھر کے اور بھی بہت سے افراد نظر آرہے ہیں جن میں سے کچھ لوگوں کے نام ہم ابھی اوپر ذکر کر آئے ہیں بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ باپ کا بیٹے کی ولادت کے بارے میں جب دو دو تحریری بیان موجود ہو تو پھر کسی با فہم کو ایسے مولود کی پیدائش سے انکار ہی نہیں ہو سکتا چاہے گھر کے اور لوگوں کے بیانات میں سنہ وماہ ولادت کے متعلق اختلاف رہا ہو۔ اس لئے کہ عرف عام میں اسی پر اکتفا کر لینا مسلمات سے ہے۔ علاوہ بریں ہمارے اصول کی بنا پر تو بنیادی حیثیت امام حسن عسکریؑ ہی کے بیان کو حاصل ہے کیونکہ حجت تو صرف قول معصومؑ ہوتا ہے۔ بہرحال ابھی تو ہم کو جناب حکیمہ کے بیانات کے بارے میں آپ کی فہم و فراست کا اختبار کرنا ہے آپ نے جناب حکیمہ کے تین بیانوں کا حوالہ دے کر اپنے خیال میں

بتائیں ثابت کرکے اس ایک بظاہر معتبر گواہ کو غلط گو ثابت کر دیا۔ مگر انصاف سے بتائیے کہ بجز لفظ شعبان و رمضان کے ان بیانات میں اور بھی کوئی پہلو تباین کا ہے؟ جناب من جس روایت میں صرف شب نصف شعبان مذکور ہے اور سال و روز کا ذکر نہیں ہے وہ موقع ہی ایسا تھا کہ سال کو ذکر کرنا بالکل بے محل ہوتا، ملاحظہ ہو:-

"مجھکو (حکیمہ کو) امام عسکریؑ نے بلایا اور کہا کہ پھوپھی آج کی شب ہمارے یہاں افطار کیجئے۔ کیونکہ یہ شب نصف شعبان ہے" الخ کیوں جناب! یہاں پر امامؑ یہ بھی فرماتے کہ ۲۵۵ھ بھی ہے؟ شاید آپ کی جماعت کا یہی شعار ہو۔ مگر ہمارے نزدیک تو ایک عاقل کی زبان سے ایسے موقع پر یہ تعبیر ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ امامؑ سے سخن شناس نۂ....

اسی طرح وہ روایت جس میں صرف تاریخ کا ذکر ہے اور سال نہیں مذکور ہے وہ صاحب کتاب کی طرف سے اختصار ہے اس لئے کہ ۱۵ رمضان ۲۵۵ھ کی روایت حکیمہ بالکل اسی کے اوپر مذکور ہو گئی ہے۔ لہذا (بخیال اختصار) اسی کے بعد مولف نے اس روایت حکیمہ کو یوں نقل کیا ہے کہ:-

اِنَّ حکیمہ حدثت بھذا الحدیث و ذکرت انہ کان لیلۃ النصف من شعبان و ساقت الحدیث الی آخرہ (یعنی شیوخ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ حکیمہ نے اس (مذکورہ بالا) حدیث کو بیان کیا اور یہ کہا کہ وہ شب بجائے ۱۵ رمضان کے ۱۵ شعبان تھی اور پوری حدیث بیان کی) چونکہ سوائے تاریخ کے فرق کے جناب حکیمہ

کی ان دونوں روایتوں میں اور کوئی فرق نہ تھا اس لئے بغرض اختصار حدیث
کو مذکورہ بالا الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ کیوں جارچوی صاحب! دیانتداری
اسی کا نام ہے؟ کیا کوئی ایماندار کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث میں سنہ نہیں
ہے۔؟ یہیں سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہوگئی کہ سن اور تاریخ
ولادت کے بارے میں جناب حکیمہ کا بیان بالکل ایک رہا ہے۔ صرف ایک
روایت میں بجائے شعبان کے رمضان کا مہینہ مذکور ہے جس کے لئے قوی
امکان ہے کہ کسی دوسرے راوی کو لفظی اشتباہ ہو گیا ہو۔ لیکن اس ایک
لفظی تبادل سے اصل مسئلہ ولادت کو مشکوک بنا دینا شیوۂ عقلا سے
خارج ہے۔ علاوہ بریں آپ کی اس تحریر کے مطابق کہ شیعہ فرقہ کا اس پر
اجماع ہے کہ آپ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے ہم بھی چاہتے ہیں
کہ آپ کے اوپر آپ ہی کے اس اعتراف سے حجت قائم کر دیں۔ اس لئے
کہ جب آپ نے شیعوں کا اجماع تسلیم کر لیا تو پھر اصولی حیثیت سے اچھا کہ
آپ کو بھی معلوم ہوگا ہمارا اجماع دخول قول معصومؑ کی بنا پر حجت ہوا
کرتا ہے۔ لہذا اس اجماع کے خلاف اگر کچھ روایتیں بالفرض موجود ہوں
اور صحیح بھی ہوں تو شاذ اور متروک قرار دیدی جائیں گی۔ خصوصاً
جبکہ اصل مسئلہ (وجود حجت) کتاب و سنت اور عقل سے بھی ثابت ہے۔

قولہ۔ اور اگر مصنف جنات الخلود کے اس بیان کو درست
سمجھا جائے کہ حکیمہ امام محمد تقیؑ کی کوئی لڑکی نہ تھی تو یہ ساری عمارت
منہدم ہو جاتی ہے۔ اور پھر یہ عقیدہ بھی کہ امام غائب پیدا بھی ہوئے

پاش پاش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ولادت کی عینی شہادت صرف حکیمہ کی ہے۔
اور حکیمہ کا وجود ثابت نہیں۔

اقول - اس کا تفصیلی جواب ہم اس جگہ پیش کریں گے جہاں آپ نے
جنات الخلود کی عبارت پیش کی ہے۔ اور بتائیں گے کہ صحیح قول وہی ہے
جس کی طرف صاحب جنات الخلود نے توجہ نہیں کی ہے اس لئے کہ وہ جناب
صدوق علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ جن کی مدح میں یہ فقرہ تقریباً تمام علمائے
رجال نے تحریر فرمایا ہے کہ صدوق فیما یرویہ۔

قولہ - امام غائب کی ماں کون تھیں؟ جس طرح غیر شیعہ دنیا
یہ سوال کرنے کا حق رکھتی ہے کہ امام غائب کس دن کس تاریخ اور کس سنہ
میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح یہ سوال کرنے کا حق بھی رکھتی ہے کہ امام غائب
کا صحیح شجرۂ نسب کیا ہے۔ اور یقیناً ایک ایسی عظیم الشان ہستی جس کے
وجود و عدم پر ایک زبردست قوم کی تعمیر و ہلاکت کا انحصار ہے اس کا
صحیح نسب معلوم ہونا ضروری ہے۔

علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار جلد ۱۳ مطبوعہ تبریز میں نسب امام
غائب کے متعلق ۱۳ روایات درج فرمائی ہیں۔ ان روایات سے مطالعہ
سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

اس امر میں سب متفق ہیں کہ امام غائب کے باپ کا نام حسن عسکری تھا۔
(۱) اور اس کے خلاف کوئی بیان موجود نہیں ہے۔ اس لئے کوئی وجہ
نہیں کہ آپ کے باپ کا نام حسن عسکری نہ تسلیم کیا جائے۔

(۲) آپ کی والدہ کا نام کیا تھا؟ روایات میں کوئی یقینی تعین نہیں ہے بلکہ سخت اختلاف ہے۔ شہید اول جو شیعہ دنیا میں زبردست شہرت کے مالک ہیں وہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکے اور وہ اپنی مشہور تصنیف دروس میں کہتے ہیں کہ حضرت صاحب الامر کی ماں کا نام صیقل ہے بعض نرجس بتاتے ہیں۔ اور بعض مریم بنت زید بتاتے ہیں۔

دوسرا راوی غیاث ابن اسد ہے جو کہتا ہے کہ آپ کی ماں کا نام بعض نرجس بعض صیقل اور بعض سوسن اور بعض ریحانہ بتاتے ہیں۔

تیسرا راوی کمال الدین ہے جو کہتا ہے کہ صیقل و حکیمہ آپ کی ماں کا نام تھا۔

چوتھا راوی ابن خشاب ہے جو صیقل نام بتاتا ہے۔

پانچواں راوی محمد ابن موسیٰ طوسی ہے جو حکیمہ نام بتاتا ہے

چھٹی راوی ایک کنیز ہے جو نامعلوم الاسم ہے وہ صیقل نام بتاتی ہے۔

ساتواں راوی عقید ہے جو صیقل نام بتاتا ہے۔

آٹھواں راوی مشہور عالم شیخ طوسی ہیں جو نرجس نام بتاتے ہیں۔

ان تمام راویوں میں صحیح بیان کس کا ہے؟ اس کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک ہر اس راوی کے بیان کو ترجیح دی جا سکتی ہے جس نے امام غائب کی والدہ کے متعلق براہ راست حکیمہ یا ان دوسرے لوگوں سے اطلاع حاصل کی ہو۔ جو خاص امام حسن عسکری کے گھر سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن جب معاملہ کا تعلق متعلقین امام حسن عسکری ہی تک ٹھہرا تو دیگر راویوں کے

بیانات پر جرح کرنا عبث ہے جبکہ متعلقین امام حسن عسکری کے بیانات بھی ہمارے سامنے موجود ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

(۱) عقید خادم بیان کرتا ہے کہ امام غائب کی والدہ کا نام صیقل تھا۔

(۲) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کی والدہ کا نام نرجس خاتون تھا اور موجودہ شیعہ دنیا کا متفقہ عقیدہ بھی یہی ہے کہ نرجس خاتون ہی والدۂ امام غائب ہیں۔

حکیمہ کی شخصیت ظاہری کو دیکھتے ہوئے ہمیں یہ یقین کر لینا چاہئے کہ وہ آپ کی ماں کا نام جو کچھ بتاتی ہیں وہی درست ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ کے بیانات میں بھی وہی شدید اختلاف موجود ہے۔ کہیں وہ نرجس نام بتاتی ہیں اور کہیں سوسن۔ حکیمہ جو امام غائب کی قابلہ تھیں اور ولادت کے وقت موجود تھیں۔ جب وہی کبھی نرجس اور کبھی سوسن نام بتاتی ہیں تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ آپ کے کون سے بیان کا یقین کریں۔ امام غائب کی والدہ کا صحیح نام کیا قرار دیں؟ یقیناً شیعہ دنیا کا فرض ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کن جواب دے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب امام حسن عسکریؑ کے گھر میں کم از کم نرجس خاتون، صیقل خاتون۔ ریحانہ خاتون۔ سوسن خاتون ایسی چار کنیزیں موجود تھیں جن میں سے ہر ایک کو والدہ حضرت حجۃؑ بتایا گیا ہے تو ان چاروں سے کیوں کوئی روایت نہیں ہے۔ اور بجائے ان سے دریافت کرنے کے ایک گمنام کنیز اور حکیمہ سے کیوں دریافت کیا گیا۔؟ حالانکہ مستند ترین جواب نرجس خاتون اور صیقل ہی دے سکتی تھیں۔

اقول۔ غیر شیعہ دنیا تو بہت وسیع ہے جس میں کافر بھی بستے ہیں

مگر ان کو از روئے اصول مناظرہ براہ راست ان سوالات کا قطعاً حق نہیں ہے۔ ہاں اصول اسلام کے ماننے والے ہم سے ایسے سوالات کر سکتے ہیں لیکن جناب کی جماعت تو بظاہر شیعہ فرقہ کی ایک جماعت ہے اور گیارہ اماموں کی امامت کو تسلیم کرتی ہے۔ نہیں تو کم سے کم عام مسلمانوں کی طرح رسول اسلام کو خاتم النبیینؐ والمرسلینؐ تو ضرور مانتی ہوگی۔ (اس مسئلہ میں اس جماعت کی حقیقت پر ہم پھر کبھی روشنی ڈالیں گے) لہذا آپکو تو اسلامی حدود کے اندر جواب دیا جائیگا۔ امام غائبؑ کے صحیح شجرۂ نسب کے سلسلہ میں باپ کا نام متفقہ بیان کی بنا پر آپ نے بھی حسن عسکری مان لیا مگر ماں کے نام میں سخت اختلاف کی بنا پر آپ کو فیصلہ کرنا دشوار ہے۔ لیکن ارباب نظر و اطلاع حسب ذیل امور کی بنا پر نہ اس مسئلہ کو اتنا اہم ہی سمجھتے ہیں اور نہ اس کا فیصلہ ہی انکے لئے دشوار ہے۔

(۱) شجرۂ نسب میں عام طور سے فلاں ابن فلاں بیان کیا جاتا ہے ماں کا ذکر تک نہیں آتا۔ چہ جائیکہ صراحۃً نام لینا ورنہ رسول اللہؐ کا شجرۂ نسب بھی آپ کے نظریہ کی بنا پر غیر صحیح قرار پا جائے گا۔ اور آپ کی ہر اسرٔ نام رضویت بھی رخصت ہو جائے گی۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے آبائے کرام کا سلسلہ تو حضرت آدمؑ تک ملتا ہے۔ مگر امہات طاہرہ کے اسمار چند پشتوں کے بعد نہیں ملتے ہیں۔

(۲) کسی عظیم الشان ہستی کی ماں کا نام نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت پر حرف نہیں آتا۔ ورنہ بہت سے انبیاءؑ کی عظمت بھی مٹ کر

رہ جائے گی۔ البتہ جب باپ کا نام نہیں معلوم ہوتا ہے تو مختلف شک و شبہہ کی گنجائش ہو جاتی ہے۔

(۳) مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایک آدمی کے شروع ہی سے کئی نام رکھ دیئے جاتے ہیں۔ کوئی تاریخی ہوتا ہے کوئی عرفی۔ کوئی پیار کا ہوتا ہے اور کوئی صفات کا۔ یہ تعداد اسمار نہ کسی زمانے کے ساتھ مخصوص رہا ہے اور نہ کسی ملک و صنعت کے ساتھ، لہٰذا اگر جناب نرجس کے بھی کئی نام تھے تو اس سے ان کی شخصیت کیونکر مشکوک ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ خبر غیاث کے سلسلہ میں بعض اسمار کی وجہ تسمیہ بھی تحریر ہے۔ مثلاً یہ کہ حسن صورت کی بنا پر آپکو صیقل کہا جاتا ہے۔

(۴) غلام و کنیز کی خریداری کے بعد فرقہ امامیہ کے نزدیک نام بدل دینا مستحب ہے (دیکھو کتب فقہیہ باب التجارۃ) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے کا نام بالکل مٹ جائے۔ لہٰذا کسی کنیز یا غلام کا کئی نام ہونا بعید نہیں ہے۔ اور جناب نرجس بظاہر کنیز تھیں لہٰذا متعدد ناموں کا ہونا قابل تعجب نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تائید ناموں کے رواج سے ہوتی ہے۔ نرجس سوسن، صیقل اور ریحانہ اس قسم کے نام عام طور سے لوگ کنیزوں کے رکھا کرتے ہیں۔

(۵) آپ کو اس پر اصرار ہے کہ خود امام غائبؑ کی ماں سے کسی نے کیوں نہ دریافت کیا۔ اس لئے کہ وہ جو اپنا نام بتائیں وہ مستند ترین جواب ہوتا۔ بیشک آپکی فرمائش بالکل برمحل لیکن یہ الزام تو ان راویوں پر آتا ہے

نہ کہ ہم غریبوں پر تاہم آج ہم آپ کو اس کا سبب بھی بتائے دیتے ہیں۔ سنیئے! جناب امام حسن عسکریؑ سے جب حضرت نرجس کو گھر لٹنے کی خبر معلوم ہوئی تھی تو آپ نے فرمائش کی تھی کہ یا حضرت میرے لئے دعا فرمایئے کہ آپ سے پہلے مجھے موت آجائے۔ (بحار ص۱۳)

(اس کے علاوہ بھی روائتیں عند الضرورت پیش کیجائیں گی) اب ذرا آپ ہی انصاف فرمایئے کہ جب اس قدر جلد مادر امامؑ کا انتقال ہوگیا تو بیچارے راوی کس سے پوچھتے؟ مگر چونکہ آپ کو اصرار ہے کہ جناب نرجس خود کسی کو اپنا نام بتائیں اس لئے میں توجہ سامی کو بحار جلد ۱۳ ص۴ کی روایت کی طرف منتقل کرنا چاہتا ہوں جس میں بشر بن سلیمان سے جناب نرجس اپنی سرگذشت بیان فرما رہی ہیں۔ اس روایت میں اپنا اصلی نام ونسب یوں بیان کیا ہے:۔

انا ملیکۃ بنت یشوعا بن قیصر ملک الروم وامی من دار الحواریین تنسب الی وصی المسیح شمعون (میں ملیکہ بنت یشوعا ہوں)

پھر جب قصر شاہی سے بھیس بدل کر نکلیں اور مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں اور غنیمت کی حیثیت سے ایک شیخ کے حصہ میں آئی ہیں تو اس نے ان کا نام پوچھا انھوں نے اپنا اصلی نام بتانا پسند نہ کیا تو اس موقع کا جواب ان لفظوں میں درج ہے:۔ فقلت نرجس فقال اسم الجواری۔ یعنی شیخ کے سوال پر میں نے اپنا نام نرجس بتایا تو اس نے یہ کہا کہ کنیزوں کا نام ہے۔ (یعنی یہ بھی کوئی کنیز ہوگی)

ملے معمولی لباس

روایت کے آخر میں انھیں معظمہ کے متعلق امام علی نقیؑ کا یہ ارشاد پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ فانها زوجة ابی محمد دام القائه۔ حضور والا! ابتو آپ کا مطالبہ حرف بحرف پورا کر دیا گیا۔ یعنی جناب نرجسؑ نے خود اپنا نام نرجس بتایا۔ اب اگر کج فہمی کی وجہ سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت نرجسؑ نے اس روایت میں بھی تو دو نام اپنے بتلائے ہیں۔ تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ باسلیقہ افراد خود سمجھتے ہیں کہ بدلے ہوئے حالات میں بدلی ہوئی لقبیر شیوۂ ارباب عقل رہا ہے۔

تتمہ جواب باب اوّل۔ ممکن ہے ہمارے جوابات کو دیکھ کر کوئی ناواقف یہ اعتراض کر بیٹھے کہ آپ نے معترض کے باب دوم کا جواب باب اول کے ذیل میں تحریر کیا ہے۔ جو مناسب نہ تھا۔ تو میں عرض کروں گا کہ حقیقۃً باب اول کا مقصد بھی وہی تھا جو باب دوم کا۔ یعنی کب پیدا ہوئے۔ کی سرخی سے روایتوں کو توڑ موڑ کر ایسے شبہات پیدا کر دیئے جائیں جس سے اصل پیدائش ہی مشکوک ہو جائے۔" لیکن انشاء اللہ ہر صاحب ہوش صرف باب اول کا جواب پڑھ کر بہائی جماعت سے بیزاری اختیار کرنے لگا۔ اور ظہور قائم آل محمدؑ کے خائن مصنف سے کھلا ہوا تبرا کرنے لگا۔ اس کے بعد ہمیں باب دوم کے جواب کی بالکل ضرورت نہیں رہ جاتی۔ لیکن چونکہ اس باب میں صرف جناب حکیمہؑ کی روایات کو پیش کرتے ہوئے شان ائمہ میں بدتمیزیاں کی گئی ہیں۔ اور تشیع کے ساتھ نفرت انگیز تمسخر کیا گیا ہے۔ اس لئے باب دوم کا بھی سرسری جائزہ

لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

قولہ باب دوم - کیا امام غائبؑ پیدا بھی ہوئے تھے؟ باب اول میں فرقۂ شیعہ کی نہایت مبسوط جامع و معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۱۳ کے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام غائبؑ کے روز ولادت، تاریخ - اور سن ولادت نیز آپ کی مادر گرامی کے متعلق بیشمار اور اہم اختلافات ہیں۔ اور قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی ولادت کس دن ہوئی - کس تاریخ کو ہوئی - کس سنہ میں ہوئی؟ اور آپ کی والدہ ماجدہ کون تھیں - حتی کہ جناب حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام جن کی شخصیت فرقۂ شیعہ کے نزدیک معمولی نہیں ہے انکے بیانات بھی یکساں نہیں ہیں۔ ان اختلافات کو دیکھتے ہوئے ہم نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ حضرت امام غائبؑ کی ولادت یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی۔ ہمارے بعض احباب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جس میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لحاظ سے تو ہمیں تمام مختلف فیہ مسائل کا انکار کر دینا پڑے گا۔ اگر حضرت حجۃ ابن الحسنؑ کی تاریخ ولادت - سنہ ولادت وغیرہ کے متعلق اختلافات ہیں تو ان اختلافات سے یہ نتیجہ کس طرح برآمد ہوا کہ آپ کی ولادت ہی نہیں ہوئی۔ یہ اختلافات زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت کا دن، تاریخ اور سن متعین نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ولادت بہر حال ثابت ہے۔ خواہ وہ کسی تاریخ کو ہوئی ہو۔ اور کسی سن میں ہوئی ہو۔ ہمیں ان دوستوں کے اس اظہار خیال کے بعد بھی اپنی ہی رائے پر اصرار ہے۔ اور ہم ان کے خیال سے بالکل متفق ....

نہیں۔ کیونکہ ایسی ہستی جو موعود قرآن ہو اور جس کی آمد آمد کے لئے
ایک ہزار سال سے نہائت تضرع و زاری کے ساتھ دعائیں کیجا رہی ہوں
اور جس کی آمد پر زمین مردہ میں زندگی کی روح پھینکے جانے کا انحصار
ہو اس کے متعلق یقینی طور پر یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کس دن پیدا ہوئے، وہ
تاریخ کیا تھی، سن کیا تھا، تاریخ کا ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ لیکن ہم
ان احباب کی خاطر اس حادثہ پر صبر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اچھا خاک
ڈالئے ان اختلافات پر۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ خیر دن
تاریخ اور سال اور ماں کا نام اگر معین نہیں تو نہ سہی۔ بہر حال ان روایات
میں یہ ضرور لکھا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا۔

اقول ۔ آپ کا جو اعتراض تھا اس کے متعلق آپکے بعض احباب کی
نصیحت نہایت معقول اور مبنی بر انصاف تھی۔ لیکن اس کے بعد بھی آپ کا اصرار
اور بیجا ضد آپ کی عقل کا افسوسناک مظاہرہ ہے۔ اور اگر آپکے دل میں حق و
انصاف کے لئے ایک ذرہ برابر بھی گنجائش ہوگی تو میرے سابق بیان کے مطالعہ
کے بعد آپ کو نہ یہ تاریخ کا افسوسناک واقعہ نظر آئے گا۔ اور نہ اس حادثہ پر صبر
کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ بلکہ آپ کو بلا تردد و تامل ماننا پڑے گا کہ ان
کثیر روایات سے ضرور یہ ثابت ہے کہ امام حسن عسکری کے گھر میں حضرت حجۃ کی
ولادت ہوئی۔ ورنہ اگر اختلاف رواۃ کی بنا پر اصل مسئلہ کو مشکوک یا غلط قرار
دیدیا جائے گا تو صرف شیعہ نہیں بلکہ کل فرقہائے اسلام کو اپنے اکثر اصول و فروع
سے ہاتھ دھو لینا پڑے گا۔ اس لئے کہ سنیوں سے تقریباً کُل ائمہ کی ولادت و

وفات کی تاریخوں میں اختلاف موجود ہے جس کو آپ بحار الانوار جلد دوازدہم[12] میں خود دیکھ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ خود پیغمبرؐ اسلام کی تاریخ ولادت و وفات میں اختلاف ہے۔ صاحب تہذیب نے ولادت ۱۷ ربیع الاول اور وفات ۲۸ صفر لکھی ہے۔ مگر صاحب کافی نے وفات کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول تحریر کی ہے۔ اے جناب! ہمارے یہاں تو رسولؐ کے لئے دو ہی قول ہے مگر سواد اعظم کے یہاں تو ایک سے ۱۲ ربیع الاول تک کے بہت سے قول ملیں گے۔ حالانکہ یہ مسلم ہے کہ عام مسلمانوں کو نہ کوئی خوف تھا نہ کسی کا خطرہ پھر شیعہ جماعت تو خوف اور تقیہ میں زندگی بسر کر رہی تھی۔ اگر اس کے یہاں روایات میں ظاہری اختلاف ہو تو کیا محل تعجب ہے۔؟

قولہ۔ لیکن جب ہم ان روایات پر نظر غائر ڈالتے ہیں اور واقعات ولادت کا از روئے درایت امتحان کرتے ہیں تو ہمارے لئے اس فرزند کی ولادت کا فرض کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور صریح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تمام روایات مجعولہ ہیں۔ ان میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان واقعات کے بیان کرنے والوں نے اپنی شخصی و ذاتی اغراض کے حصول کے جوش میں اپنی واجب الاطاعۃ اور لازم الاحترام ہستیوں کی پوزیشن کو بھی خطرہ میں ڈالدیا ہے۔ یہ واقعات ولادت کیا ہیں۔ ہم ان کو ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین محترم پر چھوڑتے ہیں۔ گذشتہ مضمون میں ہم نے یہ لحاظ رکھا تھا کہ ہمارے قلم سے کوئی ایسی روایت درج نہ ہو جائے جس کے راوی کی حیثیت کسی نوع

سے بھی کمزور ہو۔ اس لئے ہم نے سب سے بہتر اور مستند گواہ جناب حکیمہؒ دختر امام محمد تقی علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا۔ جناب حکیمہؒ کی ہستی فرقۂ شیعہ کی مسلمہ ہستی ہے۔ جو حضرت امام حسن عسکری کی پھوپھی بیان کی جاتی ہیں۔ یہ محترمہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت کے شروع سے برابر موجود رہی ہیں اور آپ ہی نے دایہ ہونے کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ آئیے حضرت حجۃؑ کی ولادت کی خبر خود ان کی زبانی سنئے۔

اقول ۔ آپ نے کُل روایات ولادت کو مجہول ثابت کرنے کے لئے نہایت ہوشیاری سے باب اول کا حوالہ دے کر تعداد روایات کو کم کرتے ہوئے صرف جناب حکیمہؒ کو سب سے معتبر گواہ فرض کر کے انھیں کی روایتوں سے تعرض کیا ہے۔ سبحان اللہ! یہ باب بھی گویا دن اور تاریخ ولادت سے مخصوص تھا۔ جو آپ کو اس گھر بھر میں صرف جناب حکیمہؒ ہی نظر آئیں کیا بیٹے کی ولادت کے متعلق معصوم پدر کی گواہی کوئی چیز نہیں ہے؟ یا اور گھر کے غلام اور کنیزیں۔ نیز دوسرے ارباب علاقہ سب کے سب آپکے نزدیک پہلے ہی سے غیر معتبر ثابت ہو چکے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ غور و فکر کے لئے آپ جملہ روایات سے تعرض کرتے۔ خیر ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ جناب حکیمہؒ کی روایات پر آپ کیا کیا الزامات عائد کرتے ہیں۔

قولہ ۔ جناب حکیمہؒ موسیٰ بن محمد قاسم سے بیان کرتی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ آج رات

کو ہمارے ساتھ افطار کیجئے۔ کیونکہ آج نصف شعبان ہے۔ آج رات کو خدا بہت جلد اپنی محبت کو ظاہر کرے گا اور وہی روئے زمین پر حجۃ خدا ہوگا۔ میں نے امامؑ سے عرض کیا کہ اس کی ماں کون ہے؟ فرمایا نرجسؑ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں نرجسؑ میں کوئی اثر حمل نہیں پاتی۔ فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ نرجسؑ خاتون آئیں اور میرے پاؤں سے موزہ اتارنے لگیں۔ اور کہنے لگیں۔ اے سیدہ من! آپ کی رات کس طرح گذری، میں نے کہا کہ آپ ہی میری اور میرے متعلقین کی سردار ہیں۔ نرجسؑ خاتون نے میرے اس قول کا انکار کیا۔ اور کہا۔ یہ آپ کیا فرماتی ہیں، میں نے کہا۔ اے میری بیٹی! آج شب کو خداوند عالم بہت جلد آپ کو ایک ایسا جوان عطا کرے گا۔ جو دنیا اور آخرت میں بزرگ ہے۔ پس نرجسؑ خاتون شرم سے اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ جب میں نماز عشاء سے فارغ ہوئی تو روزہ افطار کیا۔ اور سو گئی۔ نصف شب گذرنے پر بیدار ہو گئی۔ نماز شب ادا کی۔ نرجسؑ خاتون ابھی تک محو خواب تھیں۔ اور ولادت کا اثر ان میں نہ پایا جاتا تھا۔ تعقیب نماز کے بعد میں پھر سو گئی۔ اس کے بعد مضطرب ہو کر پھر بیدار ہو گئی۔ اب نرجسؑ بھی بیدار ہوئیں۔ اور نماز میں مصروف ہو گئیں۔ میرے دل میں شک گذرنے لگے۔ دفعتًہ امام حسن عسکریؑ نے اپنی نشستگاہ سے آواز دی۔ کہ اے پھوپھی عجلت نہ کیجئے کیونکہ ولادت نزدیک ہے۔ میں الحمد سجدہ پڑھنے لگی۔ کہ دفعتًہ نرجسؑ تڑپ کر اٹھ بیٹھیں میں بھی کھڑی ہو گئی۔ اور میں نے کہا اسم اللہ علیک۔ کیا آپ کچھ محسوس کرتی ہیں؟

انھوں نے کہا - ہاں - میں نے کہا - اپنے دل کو تسلّی دیجئے - کیونکہ یہ کیفیت
کیفیت ولادت ہے جس کے متعلق میں کہہ چکی ہوں - اس کے بعد میری اور
نرجسؑ کی بھی آنکھ لگ گئی - اور میں اس مولود کی حرکت سے بیدار ہوئی -
میں نے اس کے اوپر سے کپڑا اٹھایا - کیا دیکھتی ہوں کہ بچہ اپنے اعضائے
ہفتگانہ کے ساتھ سجدہ میں ہے - میں نے اس کو اٹھا لیا - سینہ سے لگایا - دیکھا
کہ آلائش ولادت سے بالکل پاک ہے - امام حسنؑ عسکری نے مجھے پکارا کہ
اے پھوپھی میرے بیٹے کو لاؤ - میں نے تعمیل کی - آپ نے بچہؑ کی رانوں کے
نیچے اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا - اور فرمایا کہ اے فرزند کلام کرو - پس
بچہؑ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان
محمداً رسول اللّٰہ ص اس کے بعد امیر المومنینؑ اور تمام ائمہؑ پر یکے بعد دیگرے
درود بھیجا - اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی اس کو اسکی ماں کے پاس
پہنچا دیجئے تاکہ یہ ان کو سلام کرے - اور پھر میرے پاس لائیے - میں لے گئی
بچہؑ نے اپنی ماں کو سلام کیا - میں بچہ کو پھر امامؑ کے پاس لائی - آپؑ نے فرمایا
کہ اے پھوپھی! ولادت کے ساتویں روز اس کو پھر میرے پاس لائیے
میں شب ولادت کی صبح کو حضرتؑ کی خدمت میں گئی تو میں نے بچہ کو نہ دیکھا
میں نے کہا میں آپ پر قربان بچہ کیا ہوا؟ فرمایا میں نے اس کو اسکے سپرد کر دیا
ہے جس کے سپرد مادر موسیٰ نے موسیٰؑ کو کر دیا تھا - ولادت کے ساتویں دن میں
حضرتؑ کی خدمت میں گئی - سلام کر کے بیٹھ گئی - فرمایا کہ میرے بیٹے کو لاؤ - میں
نے تعمیل کی - حضرتؑ نے اس کے ساتھ وہی عمل کیا جو شب ولادت کیا تھا - پھر

زبان اس کے منہ میں دی۔ گویا کہ آپ اس کو دودھ یا شہد پلا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے فرزند باتیں کرو۔ بچہ نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ"۔ اس حدیث کے راوی موسیٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق عقبہ خدمت گار امام حسن عسکری سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ حکیمہ نے صحیح بیان کیا۔

ولادت کے اس واقعہ کو موسیٰ بن جعفر نے حکیمہؑ سے سُنا اور جب یقین نہ آیا تو عقبہ خدمتگار امام حسنؑ عسکری سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی۔ ورنہ جناب حکیمہؑ جیسی ہستی کے بیان کی تصدیق کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر عقبہ خادم کی تائید بھی قابل غور ہے۔ ایک نامحرم شخص اس واقعہ کو شروع سے آخر تک کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ بچہؑ کی ولادت کے وقت اپنے مرد بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں اور صرف عورتیں موجود ہوتی ہیں اور وہی تمام فرائض انجام دیتی ہیں۔ بہر حال اس روایت میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) حکیمہ امام علیہ السلام سے دریافت کرتی ہیں کہ آپ کا فرزند کس کے بطن سے ہوگا۔ تو ان کو جواب ملتا ہے کہ نرجس کے بطن سے۔ یہ جواب سنکر حکیمہؑ امام علیہ السلام سے فرماتی ہیں کہ میں تو نرجس میں حمل کا کوئی اثر نہیں پاتی۔ اس کا جواب امامؑ نے یہ دیا کہ نہیں ایسا ہی ہوگا۔ عام قاعدہ ہے کہ حاملہ عورت کا حمل ابتدائی چند مہینوں کے اندر ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ گھر کے دوسرے لوگ۔ محلہ کی آنے جانے والی عورتیں شکل و صورت سے پتہ لگا لیتی ہیں کہ یہ عورت حاملہ ہے یا نہیں۔ اسکو بھی جانے دیجئے

حمل کے آخری ایام میں خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ وضع حمل کی مدت میں چند گھنٹے ہی رہ گئے ہوں حمل کا پوشیدہ رہنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ جناب حکیمہ کی آمدورفت اس گھر میں برابر رہتی تھی۔ یوں بھی وہ نہایت تجربہ کار خاتون تھیں۔ انھوں نے پے در پے تین اماموں کا زمانہ دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ کتنی ضعیف العمر ہوں گی۔ اور اس لحاظ سے ان کو ان معاملات کا کتنا تجربہ ہوگا۔ ان کو استقرار حمل کے زمانہ سے لیکر وضع حمل کے وقت تک یہ معلوم ہی نہ تھا کہ نرجس خاتون حاملہ بھی ہیں یا نہیں، اگر واقعی وہ حاملہ تھیں تو ہر وقت کی نشست و برخاست رکھنے والی خاتون جناب حکیمہ کو نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کا علم نہ ہونا بے حد تعجب خیز ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے یہ سُنا کہ نرجس خاتون کے بطن سے فرزند پیدا ہوگا تو وہ حیران ہوئیں۔ اور اپنی اس حیرت کے ازالہ کے لئے وہ نرجس خاتون کے پاس گئیں۔ اور ان کا بغور معائنہ کیا۔ اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد بھی یہ تجربہ کار خاتون اسی نتیجہ پر پہونچی ہیں کہ نرجس خاتون حاملہ نہیں ہیں اور انھوں نے دیانتداری کے ساتھ اپنی تحقیقات کے نتیجہ کو امام علیہ السلام کے سامنے پیش کردیا۔ اور فرمایا کہ میں نرجس خاتون میں حمل کا کوئی نشان نہیں پاتی۔ کیا آپ کا یہ واضح بیان اس بات کی وضاحت نہیں کرتا کہ نرجس خاتون حاملہ نہ تھیں۔ پس جب ان کا حاملہ ہونا ہی ثابت نہیں تو پھر ولادت حجۃ ابن الحسنؑ کس قاعدے سے ثابت ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ وہ کون سا قانون ہے جس کے ماتحت ایک حاملہ عورت کا حمل، وضع حمل

کے وقت تک تحقیقات کامل کے باوجود ثابت نہ ہو اور ولادت وقوع میں آجائے۔ اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو جناب حکیمہؑ کا صرف یہی ایک فقرہ کہ "میں نرجسؑ میں حمل کا نشان نہیں پاتی" ان تمام روایت کو نہ صرف مشکوک کرتا ہے۔ بلکہ پایۂ اعتبار سے گرا دینے کے لئے کافی ہے۔ ہم نے احتیاطاً اس فقرہ کی یہ تاویل کی کہ غالباً راوی جناب حکیمہؑ کے بیان کو اچھی طرح واضح نہیں کر سکا۔ آپ نے یہ فرمایا ہو گا کہ میں نرجسؑ میں وضع حمل کے آثار نہیں پاتی۔ یعنی نرجسؑ حاملہ تو ہیں لیکن موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وضع حمل آج ہی ہو جائیگا لیکن جب ہم نے ان کے دوسرے بیانات پر نظر ڈالی تو مجبوراً ہمیں اپنی اس زبردستی کی تاویل کو افسوس کے ساتھ واپس لینا پڑا۔ ان دوسرے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھی طرح تحقیقات کرنے کے بعد بھی جناب حکیمہؑ کو نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کا یقین نہیں ہوا۔ ہم ان بیانات کو آئندہ پیش کریں گے۔ ابھی ہمیں اسی روایت کے دوسرے حصوں پر غور کرنا ہے۔

(۲) اسی روایت میں جناب حکیمہؑ بیان کرتی ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے سجدہ کیا۔ ماں کو سلام کیا۔ وحدانیت الٰہی اور رسالت محمدی کا اقرار کیا۔ اور حضرت ائمہ معصومینؑ پر درود و سلام بھیجا۔ صرف اتنا ہی نہیں جناب حکیمہؑ کے دوسرے بیانات میں تو یہاں تک موجود ہے کہ اس بچے نے توراۃ و انجیل و زبور اور قرآن کو بھی پڑھ ڈالا۔ یہ واقعات سراسر خلاف فطرت خلاف عقل اور خلاف قرآن ہیں۔ جن لوگوں نے عقیدت وارادت یا ولادت

امام غائب کے معاملہ کو اہم بنانے کے لئے تصنیف کئے ہیں۔ اور منسوب کر دیئے جناب حکیمہؑ کی طرف۔ اس موقع پر یہ کہا جانا ممکن ہے کہ یہ واقعات خلاف فطرت وخلاف قرآن نہیں ہیں۔ حضرت مسیح کا گہوارہ میں کلام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اگر مسیحؑ کا گہوارہ میں کلام کرنا ہم فرض بھی کر لیں تو اس کا جواب صاف ہے کہ مریمؑ عذراء کو یہودیوں کی تہمت سے بچانے کے لئے قدرت نے یہ انتظام کیا کہ مسیحؑ سے گہوارہ میں باتیں کرائیں۔ لیکن امام حسنؑ عسکری کے گھر میں خدا کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ اور حضرت حجۃ ابن الحسنؑ کے کلام کرنے سے اس وقت مخلوق کو کیا فائدہ پہونچا۔

(۳) اس روایت میں تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ جب حکیمہؑ شب ولادت کی صبح کو دوبارہ امام حسنؑ عسکری علیہ السلام کے دولتکدہ پر تشریف لے گئیں تو انھوں نے بچہؑ کو نہ دیکھا۔ ماں کی گود خالی دیکھ کر امامؑ سے دریافت کیا کہ بچہؑ کیا ہوا؟ تو امامؑ نے جواب دیا کہ میں نے اس کو اس کے سپرد کر دیا جس کے سپرد مادر موسیٰؑ نے موسیٰ کو کیا تھا۔ اول تو حضرت حجۃ ابن الحسن شیعہ مسلمات کی بنا پر شب میں پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ اس وقت تک حکیمہؑ وہیں موجود تھیں۔ اور اگر مان لیا جائے کہ قریب صبح صادق ولادت ہوئی تو حکیمہؑ کا بچہؑ کو باپ کے پاس لیجانا۔ وہاں بچہؑ کا شہادتین ادا کرنا اور درود وسلام بھیجنا۔ قرآن و توریت و زبور و انجیل کا ورد کرنا۔ اور بعض روایات مندرجہ بحار الانوار کی بنا پر تمام صحف انبیاءؑ و مرسلینؑ کا پڑھنا۔ ان تمام باتوں کے وقوع میں آنے کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ اس تمام کاروائی کو ختم ہونے

تک یقیناً کافی دن چڑھ چکا ہوگا اور ان تمام واقعات کے وقوع میں آنے تک یعنی کافی دن چڑھنے تک حکیمہؑ خانۂ امام حسنؑ عسکری میں موجود رہی ہیں۔ پھر ان کا یہ فرمانا کیا معنی رکھتا ہے کہ میں شب ولادت کی صبح کو جب حضرتؑ کی خدمت میں گئی تو میں نے بچہ کو نہ دیکھا۔ کیا اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روایت سراسر جعلی ہے۔ علاوہ بریں جناب حکیمہؑ نے بچہ کو کیوں نہ دیکھا؟ بچہ کا کیا حشر ہوا؟ اس واقعہ کو خود حکیمہؑ امامؑ سے دریافت کرتی ہیں۔ تو امامؑ جواب میں فرماتے ہیں کہ "وہ اس کے سپرد کر دیا گیا جس کے سپرد موسیٰ کر دیئے گئے تھے"۔ ہم اس کلام امامؑ سے کیا سمجھیں۔ موسیٰ تو دریا میں ڈال دیئے گئے تھے۔ تو کیا اس کا یہی مطلب سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بچہ بھی سپرد دریا کر دیا گیا؟ یا اس ارشاد امامؑ سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ مادر موسیٰ نے موسیٰ کو خدا کے سپرد کر دیا تھا اسی طرح یہ بچہ بھی خدا کے سپرد کر دیا گیا۔ ان دونوں میں سے جو مطلب بھی آپ چاہیں سمجھ لیجئے۔ دونوں صورتوں میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچہ پیدا تو ہوا مگر وفات پا گیا۔ چنانچہ ایک تاریخی واقعہ اس بچہ کی وفات کی تائید کرتا ہے اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب امام حسن عسکریؑ جب آپ کے بھائی جعفر نے دعویٰ امامت کیا تو علامہ شلمغانی نے منبر پر چڑھ کر جعفر پر لعنت بھیجی۔ اور یہ کہا کہ امام حسن عسکریؑ کے بعد ان کا ایک فرزند موجود ہے جو غائب ہے۔ اس کے جواب میں جعفر نے کہا کہ میرے بھائی نے لاولد ہونے کی حالت میں وفات پائی ہے ایک بچہ ہوا تھا اس کی قبر موجود ہے آؤ قبر کھود کر اس کی لاش دکھا دوں۔ لیکن شیعہ حضرات جعفر کے اس قول کو تسلیم نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ جعفر کو جعفر کذاب کہتے ہیں۔

اچھا غلط سہی - لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ ہمیں بحار الانوار میں ایک اور روایت ملتی ہے جس کے راوی ابراہیم بن ادریس ہیں - اُن کا بیان لکھا ہے کہ :-
" امام حسن عسکریؑ نے میرے پاس ایک گوسفند بھیجا اور فرمایا کہ اس کو میرے فلاں بیٹے کے لئے عقیقہ کرو - خود کھاؤ - اور اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ - میں نے تعمیل حکم کی اس کے بعد جب میں خدمت آنحضرتؑ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بیٹے نے وفات پائی " (دیکھو بحار الانوار صـ۱۳) لیجئے چھٹی پائی - اگر ایک طرف حکیمہ کی شہادت ہے کہ حضرت حجۃ پیدا ہوئے تو دوسری طرف امام علیہ السلام کے بھائی جعفر بن امام علی نقیؑ اور ابراہیم بن ادریس جو حضرت امامؑ کے معتقدین میں شامل ہیں ان دونوں کی شہادت یہ ہے کہ بچہ نے وفات پائی - جہاں تک روایت کا تعلق ہے انصاف سے دیکھئے کہ ولادت حضرت حجۃ یقینی ہے - یا اُن کی وفات یقینی ہے - یا ولادت و وفات دونوں مشکوک ہیں - کم از کم ولادت و وفات دونوں مشکوک تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے - پس ایک ایسا عقیدہ ہرگز جزو ایمان نہیں بنایا جاسکتا جس کی بنیاد مشکوک بیانات پر قائم ہو "

اقول :- دیانتدار مصنف نے اس روایت کا ترجمہ کرنے میں کہاں تک دیانتداری سے کام لیا ہے اس کو اصل سے مطابقت کرکے دیکھنے والے خود سمجھ لیں گے - مگر ایسے لوگ کم ہیں - دوسرے فرصت بھی کم رکھتے ہیں - اس لئے میں دو ایک صریح بددیانتیوں کو سلسلۂ جواب میں حسب موقع ذکر کردوں گا - اس روایت پر پہلا اعتراض یعنی " راوی کو حکیمہ کا بیان سنکر جب یقین نہ آیا تو خدمت امامؑ سے اس کی تصدیق چاہی " معترض کی کس قدر بے خبری پر دال ہے - راوی عمر خود صادق

آل محمدؐ کی ذریت میں سے ہیں۔ اصول روایت سے خوب واقف ہیں۔ لہذا روایت میں تعدد پیدا کرنے کے لئے عقبہ خادم سے بھی دریافت فرمایا۔ کیونکہ آپ جیسے شکی لوگوں کے لئے جب تک بہت سے صحیح طریقوں سے خبر نہ بیان کیجائے گی۔ تو مشکل سے یقین پیدا ہوگا۔ کیوں جناب! اگر کسی نہایت سچے آدمی نے چاند دیکھنے کی خبر بیان کی تو ہم کو اب دوسرے آدمی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے؟ اور کیا اگر ہم کسی دوسرے سے بھی چاند کی تصدیق چاہیں گے تو اس لئے کہ پہلا شخص غیر معتبر ہے۔ خدا کے لئے ایسی متعارف بدیہی چیزوں پر کوئی اعتراض نہ کیجئے۔ اسی ذیل میں آپ کا دوسرا اشکال یہ ہے کہ "نامحرم کیونکر حکیمہ کے پورے بیان کی تصدیق کر سکتا ہے۔ جبکہ ولادت کے موقع پر اپنے مرد بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں۔" مگر جناب کا یہ اعتراض یہاں جس بنیاد پر قائم ہے وہ صرف لفظ ھذا ہے۔ اسی ھذا کو ما فوق کی عبارت سے الگ کر کے آپ نے غلام کو سارے واقعات کا شاہد بنانا چاہا ہے۔ حالانکہ حکیمہ کا آخری بیان یہ ہے کہ نومولود نے شہادتین کے بعد قرآن کی تلاوت کی۔ اسی کے بعد یہ ہے کہ:—

قال موسیٰ فسئلت عن عقبۃ الخادم عن ھذا فقال صدقت حکیمہ۔ یعنی راوی کا بیان ہے کہ میں نے عقبہ خادم سے پوچھا تو اسے کہا کہ حکیمہ نے سچ فرمایا ہے۔

ھذا کا مشار الیہ قرآن ہونے کے وجوہ

اولاً تو یہ بات حیرت انگیز ہونے کی بنا پر قابل سوال تھی۔ ثانیاً یہ واقعہ تو پیدا ہونے کا امامؑ کی بارگاہ کا ہے۔ اور وہاں پر عقبہ خادم کا موجود رہنا اور تلاوت کو سننا زیادہ قرین قیاس ہے۔ ثالثاً قریب ترین مشارٌ الیہ خبر کا یہی جزو ہے۔

لیکن اگر کسی کو اصرار ہو کہ نہیں "ھذا" سے مراد پوری خبر ہے اور اسی کی تصدیق عقبہ نے کی تو اس سے مراد تصدیق اجمالی ہو گی۔ اور اگر تفصیلی تصدیق مراد ہو گی تو بھی جہاں تک عقلی اور عرفی استثناء کا تعلق ہے وہ چیزیں عقبہ کی تصدیق سے خود خارج ہو جائیں گی مثلاً ولادت کے موقع پر نامحرم کا موجود رہنا۔ لیکن اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ عقبہ نے حرف بحرف تصدیق کی تو کیا کسی خبر کی تصدیق ہمیشہ مشاہدہ کی بنا پر کیجاتی ہے؟ عقبہ کے لئے مشاہدہ سے بڑھ کر قول امامؑ تھا۔ جن کا وہ خادم تھا۔ اگر بالفرض شب ولادت وہ خدمت امامؑ میں نہ بھی رہا ہو۔ جب بھی بعید نہیں کہ امامؑ نے ان واقعات کو عقبہ سے خود بیان کیا ہو۔ جیسا کہ سعدان بصری وغیرہ کی روایت میں امامؑ نے خود تمام واقعات کو دیگر اصحاب سے بیان کیا ہے۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ اسی بیان کو عقبہ نے بھی سنا ہو اور موسیٰ کے سوال پر حکیمہ ہی کی تصدیق کر دی ہو۔ اس اعتراض کے بعد روایت پر مصنف نے تین اعتراض پیش کئے ہیں :-

پہلا اعتراض یہ کہ "حکیمہ کو باوجود کوشش کے نرجس کا حمل نہ معلوم ہو سکا۔ پھر جب حمل نہیں ثابت تو ولادت کس قاعدے سے ہو گی؟ لہذا یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے" ماشاء اللہ آج کل کے پر تحقیق زمانہ میں بھی آپ کو قانون و قاعدہ نہیں ملتا۔ کاش آپ ماہر ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے تو وہ آپ کو نہ جانے کتنے واقعات بتا دیتے۔ لیکن نہیں یہ جواب آپکے لئے نہیں ہے۔ آیئے میں آپ کو شریعت کے اندر رہ کر اسی بحار سے جواب عطا کر دوں۔ ولادت جہت سنت حضرت موسیٰؑ پر ہوئی ہے تفصیل کے لئے

"بحار باب قصص انبیاء" دیکھئے۔ مگر جناب موسیٰؑ کا قصہ مختصراً مجھ سے سن لیجئے
اور اپنے رسالہ کی اس روایت کے بعد کی روایت میں امام حسن عسکریؑ کے
بیان میں بھی پڑھ لیجئے۔ فرعون کی طرف سے جب حاملہ عورتوں کے پیٹ
چاک کئے جا رہے تھے۔ اس وقت مادر موسیٰ کا حمل قدرت نے چھپایا۔
حالانکہ اس فن کی تجربہ کار عورتیں برابر تمام بنی اسرائیل کی عورتوں کا جائزہ
لیا کرتی تھیں۔ مگر ولادت تک کسی کو مادر موسیٰ کے حاملہ ہونے کی خبر بھی
نہ ہوئی۔ (ایسا ہی واقعہ مادر جناب ابراہیمؑ کا بھی ہے) اسی طرح ولادت کے بعد بھی موسیٰ
کا پتہ فرعون کو نہ چلا۔ حد یہ تھی کہ اسی کی گود میں پل رہے ہیں۔ مگر اسے کچھ معلوم
نہیں کہ یہی بچہ موسیٰ ہے۔ لہذا امامؑ زمانہ کو بھی اسی طرح قدرت نے ولادت موسیٰؑ
کے قانون اور قاعدہ پر پیدا کیا۔ بلکہ ان کو اس طرح چھپا کر پیدا کرنا شاید
موسیٰؑ سے بھی ضروری رہا ہو۔ کیونکہ موسیٰؑ کے مخبر صرف کاہن تھے..... تھے
اور امامؑ قائمؑ کے مخبر انبیاءؑ کے علاوہ خود خاتم الانبیاء اور ان کے اوصیاء تھے
لہذا حکومت وقت کو قائمؑ سے کہیں زیادہ خطرہ تھا۔

اب رہا یہ اعتراض کہ کیا امامت بھی نبوت کا انداز پیدا کر سکتی ہے
تو شاید ہمارے عقائد سے خبر رکھنے والے اس اعتراض کو نہ کریں گے اس لئے کہ
وہ جانتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کام دونوں کے ایک ہی ہیں صرف نام اور
بعض خصوصیات بدلے ہوئے ہیں۔ یہ بھی اپنے آخری نبیؐ کے مقابل میں کہتے
ہیں۔ ورنہ اور انبیاءؑ کو جب اصل (محمد مصطفیٰؐ) پر فضیلت نہیں تو فرع
(حضرت کے اوصیاء) پر کیونکر تفوق ہوگا؟ اور آپ کا یہ کہنا بھی بالکل لغو

ہے کہ حکیمہ کا صرف یہی فقرہ کہ "میں نرجس میں حمل کے نشان نہیں پاتی"
اس تمام روایت کو نہ صرف مشکوک بلکہ پایۂ اعتبار سے گرا دینے کے لئے کافی ہے۔
اس لئے کہ اگر حکیمہ کا بیان صاف گوئی اور سچائی کا حامل ہے تو اس کے بعد
ہی امامؑ کا یہ جوابی فقرہ کہ "ایسا ہی ہوگا" (یعنی نرجس ہی سے حجتہؑ کی
ولادت ہوگی) بھی حکیمہ کے فقرہ سے کہیں زیادہ صفائی اور سچائی لئے
ہوئے ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ روایتوں میں راوی کے الفاظ سے زیادہ مستند
امامؑ کے الفاظ ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ دراصل مسائل دین میں وہی حجت ہوا
کرتے ہیں۔

جارجوی صاحب! اگر آپ نے ہمارے مسلمات کی بنا پر ہم کو خاموش
کرنے کا ارادہ کیا ہے تو پہلے ذرا ہمارے اصول سے بھی واقفیت حاصل
کر لیجئے۔ کسی شیعہ کے گھر پیدا ہو جانے سے سب باتیں نہیں معلوم
ہو جاتیں۔ کاش آپ .... کو صحیح تربیت دی ہوتی۔
تاکہ آج یہ روز بد آپ کو نہ دیکھنا پڑتا۔

آپ نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ "پیدا ہوتے ہی بچہ کا اقرار
شہادتین اور قرأت صحف خلاف فطرت، خلاف عقل اور خلاف قرآن
ہے۔ مگر پھر خلاف فطرت اور خلاف قرآن ہونے کو حضرت عیسیٰؑ کی مثال سے
خود ہی ایک حد تک دفع کر دیا ہے۔ (اگرچہ آپ کا یہ لکھنا کہ "مسیحؑ کا گہوارہ
میں کلام کرنا ہم فرض بھی کر لیں"۔ آپ کے ایمان بالقرآن کی حیثیت کو بھی آشکارا کر
رہا ہے) لیکن دونوں میں فرق یہ قائم کیا ہے کہ وہاں ماں کی صفائی دینی تھی

اور یہاں حضرت حجتؑ کو کلام کی کیا ضرورت تھی۔"

بے شک یہاں کسی کی صفائی کا معاملہ نہیں در پیش تھا۔ مگر آپ جیسے منکرین حجت کو چپ کر دینے کے لئے قدرت نے اس گھر کی سیرت ہی یہی قرار دیدی تھی کہ ہر مولود معصومؑ پیدائش کے وقت اقرار شہادتین وغیرہ کرے چنانچہ ہمارے پہلے امام حضرت علیؑ سے متعلق اسی بحار کی نویں جلد کو ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح پیغمبرؐ کے ہاتھ پر آکر اقرار شہادتین کے بعد صحف انبیاءؑ یہاں تک کہ قرآن مجید کی بھی تلاوت کی حالانکہ آپکے نزدیک شاید محال ہوگا کہ قبل نزول قرآن قرآن کی تلاوت خود رسولؐ بھی نہیں بلکہ ان کا جانشین کرے۔

اسی طرح جناب فاطمہؑ نے پیدا ہوتے ہی خدا کی وحدانیت اپنے باپؐ کی رسالت اور اپنے شوہرؑ کی ولایت و سیادت کی گواہی دی (بحار جلد دہم) ان کے علاوہ ہمارے اور ائمہ بھی اسی سیرت پر پیدا ہوئے بلکہ لوگوں سے گفتگو بھی کی ہے۔ چنانچہ امام محمد تقیؑ نے گہوارہ میں قیافہ شناسوں کے سامنے جو تقریر کی ہے وہ بھی اسی بحار کی گیارہویں جلد میں موجود ہے۔

جناب من! خدائی منصب رکھنے والوں کی اکثر باتیں عام فطرت انسانی کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔ جیسا جناب عیسیٰؑ کا گہوارہ میں کلام کرنا اور جناب موسیٰؑ کا دوسری عورتوں کا دودھ نہ پینا۔ (وحرمنا علیہ المراضع)

لہذا اعتراض سے پہلے آپ کو معجزہ کا مسئلہ طے کر لینا ضروری تھا۔

تیسرا اعتراض کئی جزو سے مرکب ہے اول یہ کہ "حکیمہ کا شب ولادت سے کی صبح کو امام کے دولت کدہ پر جانا جبکہ عقلاً دن چڑھے تک ان کو حضرت ہی

گھر موجود رہنا چاہیئے! روایت کو جعلی ثابت کرتا ہے"

سبحان اللہ! روایت کے الفاظ کا غلط ترجمہ کرنا اور پھر اس پر اعتراض کر دینا آپ کا مخصوص حصہ معلوم ہوتا ہے۔ روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ (جب جناب حکیمہ نے مولود کو دوبارہ بارگاہ امام میں لاکر پیش کیا تو امامؑ نے فرمایا کہ) یا عمۃ اذا کان یوم السابع فأتینا قالت حکیمۃ فلما اصبحت جئت لاسلم علی ابی محمد فکشفت الستر الخ یعنی اے پھوپھی! جب ساتواں دن ہو تو آپ ہمارے پاس آیئے گا، حکیمہ فرماتی ہیں جب میں نے صبح کی تو ابو محمد (حسن عسکریؑ) پر سلام کرنے کو آئی اور میں نے پردہ ہٹایا۔ ظاہر ہے کہ اس عبارت کے ترجمہ میں پہلی غلطی وہ ہے جو معمولی عربی داں بھی نہیں کر سکتا۔ یعنی فأتینا کا ترجمہ "پھر ہمارے پاس آئے" کے بجائے "پھر اس کو ہمارے پاس لایئے" کر دینا ایک واضح غلطی ہے۔ دونوں ترجموں میں صرف لفظی فرق نہیں ہے بلکہ غلط کار مصنف نے اس ترجمہ سے روایت کا بالکل مطلب ہی پلٹ دیا۔ اس غلط ترجمہ کے ساتھ بعد کا فقرہ بالکل بے ربط بلکہ متضاد نظر آتا ہے کیونکہ مصنف کے ترجمہ کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حکیمہ کو امامؑ نے پھر بچہ واپس کر دیا۔ اور سات دن کے بعد لانے کی فرمائش کی۔ اور صحیح ترجمہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بچہ حضرتؑ ہی کے پاس چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور جب صبح کو حکیمہ امامؑ کے پاس گئیں تو اس بچہ کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ اگر صحیح ترجمہ پیش کیا جاتا تو یہ تضاد نظر نہ آتا۔ سچ ہے فقہ الحدیث ہر ایرے غیرے کا کام نہیں ہے۔

ترجمہ کی دوسری غلطی یہ ہے کہ حکیمہ کا صبح ولادت کو امامؑ کی خدمت میں

صرف جانا دکھایا گیا ہے اور جانے کی غرض کو چھپا دیا گیا حالانکہ حکیمہ نے اپنے بیان میں صراحت کر دی ہے کہ لاسلم علی ابی محمدؑ (امامؑ پر سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوئی) قرینہ مقام سے صاف ظاہر ہے کہ جناب حکیمہ ...... ابھی تک اسی گھر میں تھیں ۔ اور صبح کو زنانہ حصہ سے مردانہ حصہ میں امام کو رخصتی سلام کرنے کے لئے گئی تھیں ۔ رخصتی سلام پر اعتراض کرنے سے پہلے ایسے مقامات پر ذرا محاورات عرب کو دیکھ لیجئے ۔ نیز اسی بحار میں جناب حکیمہ کی دوسری روایتوں کو ملاحظہ کر لیجئے جن میں صاف صاف کہا ہے کہ میں طلوع آفتاب تک تعقیبات میں مصروف رہی اس کے بعد امامؑ کو خدا حافظ کہکر اپنے گھر واپس آئی (روایت مطہری) لہذا آپ کی یہ تعبیر بالکل غلط اور یہ ترجمہ اصلی روایت کے صریحی خلاف ہے کہ " صبح کو دوبارہ امام حسن عسکریؑ کے دولتکدہ پر تشریف لے گئیں ۔"

بیشک حضرت حجۃؑ طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے اور حکیمہ بھی اسوقت تک وہیں تھیں ۔ لیکن تلاوت صحف و کتب انبیاءؑ کے بارے میں اگر بطور متعارف اور امور عادیہ کے آپ نے کافی دن چڑھے تک " کی تعبیر کی ہے تو یہ آپ کا بھولاپن یا مذہب تشیع سے انتہائی ہمدردی ہے جو اعتراض کو اتنا ہلکا کر دیا ، ورنہ میرے خیال میں تو عام طور سے صرف ایک قرآن ختم کرنے میں سارا دن ختم ہو جاتا ہے ۔ چہ جائیکہ دیگر کتب و صحف کی تلاوت ، اس میں تو شاید ہفتہ گذر جائے گا ۔

ذرا انصاف کیجئے ! دعویٰ تو آپ کا یہ ہے کہ ہم شیعہ اصول و مسلمات کی بنا پر حضرت حجۃ کا عدم وجود ثابت کریں گے ۔ اسی لئے ہماری روایتوں سے

تعرض فرمایا ہے اور جب قافیہ تنگ نظر آیا تو کہیں امور عادیہ سے استدلال کرنے لگے اور کہیں اپنی عقل مبارک سے۔۔۔ اے جناب! شیعہ اصول کی بنا پر یہ جملہ امور خوارق عادت میں شامل ہیں اور ہمارے ہر امامؑ کو قدرت نے یہ امتیاز خاص عطا فرمایا تھا۔ جب خود بچے کی ولادت خرق عادت ہے تو مدت تلاوت میں بھی خرق عادت ہو سکتا ہے۔ کیا آپ نے بھائی ہونے سے پہلے کسی مجلس میں یہ روایت نہیں سنی کہ "علیؑ کا قرآن ایک رکاب سے دوسری رکاب تک قدم رکھنے تک بہو بچتے بہو بچتے ختم ہو جاتا تھا!" پھر آپکے لئے سہل صورت تو یہ تھی کہ ناجیوں کی طرح ایک ہی دفعہ ہمیں سب کچھ کہہ دیتے اور ہماری ہر چیز کو لغو قرار دیدیتے۔ ہمارے مسلمات کو تسلیم کرنے کی دردسری کیوں مول لی۔۔؟

اب بھی اگر "کافی دن چڑھے تک" کا تخیل دماغ سے نہیں نکلتا ہے تو ذرا اسی بحار کی روایات کی روشنی میں دیکھ لیجئے کہ ولادت کے موقع پر حضرت حجۃؑ کی تلاوت وغیرہ کی جو مقدار لکھی ہے وہ سب عادۃً بھی ایک بولنے والا زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں انجام دے سکتا ہے کیونکہ کل روایتوں میں شہادتین کے بعد نام بہ نام ائمہ پر سلام اور صرف دو ایک آیتوں کی تلاوت وارد ہوئی ہے۔ اور وہ روایت بحار جس میں کل صحف وکتب انبیاءؑ کی تلاوت کا ذکر ہے۔ اس کا تعلق ولادت کے ساتویں دن سے ہے۔ ذرا ادھر سے تعصب کی عینک ہٹا کر ملاحظہ کر لیجئے۔

"جب ساتواں دن ہوا میں حاضر ہوئی...... امامؑ نے فرزند سے کلام کرنے کی خواہش کی تو کلمۂ شہادتین اور صلوٰۃ بر محمدؐ و آل محمدؐ کے بعد ونرید ان نمن الخ کی آیت پڑھی۔ امامؑ نے پھر فرمایا کہ اقراءؑ یا بنی مما انزل علی انبیائہ ورسلہ

فابتدأ بصحف آدم الخ یعنی اے بیٹا! انبیاء و رسل پر جو نازل کیا گیا ہے اس میں سے پڑھو۔ تو شاہزادے نے) آدمؑ کے صحیفوں سے ابتدا کی .... تا آخر) ص۹

اب جناب کو معلوم ہو گیا کہ "روایت سراسر جعلی" نہیں ہے بلکہ آپ کی صریحی فریب کاریوں سے جعلی نظر آنے لگی تھی۔ لیکن خدا کے فضل سے آپ کا سارا فریب اس طرح کھل گیا کہ جعل سازی کا مقدمہ اُلٹے آپ پر چلایا جا سکتا ہے۔

آگے بڑھ کر امامؑ کے اس فقرے سے کہ "بچہ اس کے سپرد کر دیا گیا ہے جس کے سپرد موسیٰؑ کر دیئے گئے تھے"!

آپ حضرت حجتؑ کی وفات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے اس غیر دانشمندانہ دعویٰ کا دنداں شکن جواب خود اسی فقرہ میں موجود ہے۔ اہل انصاف بتائیں کہ خصوصیت کے ساتھ موسیٰؑ اور اُمِ موسیٰؑ کا ذکر بغیر کسی خاص غرض کے کرنا مناسب ہے؟

اگر یہ دکھانا تھا کہ بچہ مر گیا تو یہ فرماتے کہ "بچہ اسکے سپرد کر دیا گیا جس کے سپرد بچے کئے جاتے ہیں"!

یا اور کوئی ایسی تعبیر کی جاتی جس سے موت کی جانب اشارہ ہوتا۔ لیکن موسیٰؑ کا ذکر تو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ بچہ پھر تم لوگوں سے زندہ آ کر ملے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب حکیمہ مطمئن ہو گئیں۔ ورنہ بحیثیت ایک عورت کے اور پھوپھی ہونے کے اس خبر کو سُنکر کچھ تو حزن و ملال کا اظہار کرتیں۔ لیکن یہاں بجائے حزن و ملال کے بجے سے وجود پر اتنا اطمینان کہ حسب فرمائش امامؑ ساتویں دن حکیمہ پھر حضرت کے گھر پر آتی ہیں اور بچہ کو بھی صحیح و سلامت دیکھتی ہیں۔

مصنف صاحب! نؤمن ببعض و نکفر ببعض جیسے آپ ہی کی شان میں آیا ہے۔

اور اس کے آگے کی تحقیق انیق کو سُن کر تو عجب نہیں کہ "زن پسر مردہ" بھی ہنس پڑے، فرماتے ہیں کہ "جعفر نے علامہ شلمغانی کے جواب میں کہا کہ میرے بھائی نے لاولد ہونے کی حالت میں وفات پائی، ایک بچہ ہوا اس کی قبر موجود ہے آؤ قبر کھود کر لاش دکھا دوں"۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ "لیکن شیعہ حضرات جعفر کے اس قول کو تسلیم نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ جعفر کو جعفر کذاب کہتے ہیں"۔ جی ہاں ہم تو نہیں تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آپ کو بھی اپنے قائم آل محمد کی عزت بچانے کے لئے "بارہ وصی" کی مشہور اور مسلم الثبوت روایت کی روشنی میں جعفر کو کذاب ہی کہنا پڑے گا۔ ورنہ یہ شخص بارہواں بلکہ آپ کے جناب کو بھی کالعدم بنا دے گا۔ خیر اس وقت مجھے آپ کے عقیدہ سے بحث نہیں ہے بلکہ میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس "غلط تاریخی واقعہ" کو آپ کیوں پیش کر رہے ہیں۔ جبکہ شیعوں کے اوپر جعفر کے قول سے استدلال نہیں درست ہے۔ مطلب ظاہر ہے جعفر کے اس "غلط بیانی" کو آپ تمہید بنا رہے ہیں تاکہ بجارکی ایک روایت کو ابتر (دم بریدہ) بنا کر پیش کر کے اپنی اندھی جماعت "سے داد تحسین و آفرین حاصل کر لیں۔ اللہ رے دلیری، ابراہیم بن ادریس کی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے شرم نہ آئی کہ اگر کسی نے اصل کتاب بھی دیکھ لی تو سارا مکر و دجل آشکارا ہو جائے گا۔

اہل انصاف کے مطالعہ کے لئے پوری روایت نقل کئے دیتا ہوں :—

عن ابراھیم بن ادریس قال وجہ الی مولای ابو محمد بکبش : قال عقہ عن ابنی فلان و کل واطعم اھلک فعملت ثم لقیتہ بعد ذلک فقال

المولود الذی ولد لی مات ثم وجّہ الیّ بکبشین وکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عق ھٰذین الکبشین عن مولاک وکل ھنّاک اللہ واطعم اخوانک ففعلت ولقیتہ بعد ذالک فما ذکرلی شیئاً" (بحار ص)

باایمان مصنف نے اسی روایت کے نصف اول کو پیش کر کے حضرت حجۃؑ کی موت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہی روایت حضرت حجۃ کی ولادت اور حیات کو کئی جہت سے ثابت کرتی ہے۔ پہلے نصف باقی کا ترجمہ بھی سُن لیجئے "پھر امامؑ نے میرے پاس دو مینڈھے بھیجے اور بسم اللہ کے بعد لکھا کہ ان دونوں کو اپنے مولیٰ کی طرف سے عقیقہ کر خود بھی کھا خدا گوارا کرے اور اپنے بھائیوں کو بھی کھلا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور اس کے بعد حضرتؑ سے ملاقات کی آپ نے مجھ سے کوئی ذکر نہیں کیا" ترجمہ کے بعد ثبوت ملاحظہ ہوں۔ پہلا ثبوت یہ ہے کہ اس دوسرے مولود کو امامؑ نے صحابی کا مولیٰ قرار دیا ہے جو شیعوں کے نزدیک امامت کیلئے نص صریح ہے اسی سے پتہ چل گیا کہ پہلا بچہ کوئی اور تھا۔ ورنہ اسی کو حضرتؑ نے مولیٰ بنایا ہوتا۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ پہلی دفعہ راوی سے ملاقات کے وقت امامؑ نے خود مولود کے مرنے کی خبر دیدی لیکن دوسری دفعہ کی ملاقات میں راوی کی یہ صراحت کہ "فما ذکر لی شیئاً" آپ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا خود ایک واضح قرینہ ہے کہ یہ بچہ اس وقت تک ضرور موجود تھا۔ ورنہ پہلے بچہ کی طرح اگر یہ بھی مرگیا ہوتا تو حضرت خود ہی اس کی خبر بیان کر دیتے تھے اسی شبہہ کو دور کرنے کے لئے راوی نے کہدیا کہ اس دفعہ حضرتؑ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا ورنہ خاص طور سے اس کے کہنے کا کیا موقع تھا۔ جناب والا حضرت

حکیمہ کی شہادت اپنی جگہ پر قائم رہ گئی۔ لیکن جعفر جیسے کذاب اور آپ جیسے مفتری کی مخالف کوششیں ضایع ہوگئیں۔ جعفر کی کذابی تو پہلے ہی سے مسلم تھی لیکن آپ کی افترا پردازی اس وقت مسلم ہوگئی جبکہ آپنے اپنے ایک "معتقدامامؑ" کے بیان میں کتر بیونت کرکے اس کو وفات حجتؑ کا زبردستی قائل فرض کر لیا۔ پھر اپنے خیالی مفروضات کی بنا پر ولادت حجتؑ کو مشکوک بھی ثابت کر دیا۔ جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم۔

قولہ ۔۔۔ اب ایک روایت اور ملاحظہ ہو ۔ (۲) محمد بن عبد اللہ مطہری بیان کرتے ہیں کہ وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد میں حکیمہ کے پاس گیا اور حجت خدا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو فرمایا کہ اے محمد! خدا روئے زمین کو حجۃ اللہ ناطقہ وصامتہ سے خالی نہیں رکھتا اور امامت کو خدا نے حسنؑ وحسینؑ کے علاوہ کسی اور شخص میں قرار نہیں دیا اور یہ اس لئے کہ یہ دونوں سب سے افضل ہیں۔ خدا نے حسینؑ کو اولاد حسنؑ پر فضیلت دی جس طرح اولاد ہارونؑ کو اولاد موسیٰؑ سے افضل قرار دیا اور ضروری ہے کہ امامت میں حیرت واقع ہو تاکہ باطل پرست شبہ کریں۔ اور حق پرست خالص ہو جائیں۔ یہانتک کہ مخلوق کی حجت خدا پر نہ رہے اور ضروری ہے کہ یہ حیرت امام حسن عسکری کے بعد واقع ہو۔ میں نے کہا کہ اے میری سردار کیا امام حسن عسکریؑ کا کوئی فرزند ہے؟ حکیمہ ہنسی۔ اور فرمایا کہ بیٹا نہ ہوتا تو حجتؑ خدا کون ہوتا۔ میں نے ابھی تمکو خبر دی ہے کہ حسنؑ وحسینؑ کے بعد علاوہ کسی دوسرے کے لئے امامت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ حجت خدا کی ولادت کا حال سنائیے۔ تو حکیمہ نے کہا کہ میری ایک کنیز تھی جس کا نام نرجس تھا۔ میرا

بھتیجا میرے پاس آیا اور اس کی طرف گھورنے لگا۔ میں نے کہا کہ اے سید من! میرا خیال ہے کہ تم اس کنیز کو دل دے بیٹھے ہو۔ تو کیا میں اسکو تمہارے پاس بھیجدوں؟ اس نے کہا کہ مجھے اس سے عشق نہیں ہے۔ لیکن اس کو دیکھ کر مجھے تعجب ضرور ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ بہت جلد اس کنیز سے ایک فرزند بزرگ پیدا ہوگا۔ جو زمین کو عدل وداد سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ میں نے کہا تو میں اسکو تمہارے پاس بھیجدوں؟ تو امام حسن عسکری نے فرمایا کہ میرے باپ سے اجازت حاصل کیجئے۔ میں لباس بدل کر اپنے بھائی (امام علی نقی) کے گھر گئی۔ سلام کرکے بیٹھ گئی۔ ابھی کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ اے حکیمہ نرجس کو حسن عسکری کے پاس بھیج دو، میں نے عرض کیا کہ میں اسی غرض سے آئی تھی۔ میں نے کنیز کو آراستہ کیا اور حسنؑ عسکری کو دیدیا۔ اور میں نے دونوں کو کچھ دن اپنے گھر رکھا۔ اس کے بعد میں نے دونوں کو اپنے بھائی کے گھر بھیج دیا۔ پھر میرے بھائی کی وفات ہوگئی۔ اور حسن عسکری ان کے جانشین ہوئے۔ میں ان کی زیارت کو گئی جس طرح اپنے بھائی کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ ایک روز جب میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں گئی۔ تو نرجس میرے پاس آکر میرے موزہ اتارنے لگی۔ میں نے کہا آپ میری سردار ہیں بخدا میں اپنے پاؤں تمہارے ہاتھوں میں نہ دوں گی کہ آپ موزہ اتاریں۔ بلکہ مجھ کو آپ کی خدمت کرنی چاہیئے۔ امام حسن عسکری نے ہماری گفتگو سُنی تو فرمایا کہ اے پھوپھی! خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں غروب آفتاب تک وہیں رہی۔ میں نے نرجس کو پکارا اور کہا میرے کپڑے لاؤ تاکہ اپنے گھر جاؤں

حضرت نے فرمایا کہ آج کی رات اسی جگہ قیام فرمایئے۔ آج شب کو وہ ولد کریم پیدا
ہوگا جس کے سبب خدا زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرے گا میں نے
عرض کیا کہ کس کے بطن سے ہوگا۔ حالانکہ میں نرجس میں آثار حمل نہیں پاتی۔ تو فرمایا نرجس
ہی سے ہوگا۔ میں نرجس کے قریب گئی اس کی پشت کو دیکھا اور حمل کا کوئی اثر
نہ دیکھا۔ پس حضرت کی خدمت میں گئی اور ان کو خبر دی۔ حضرت ہنسے اور فرمایا
کہ آج کی رات صبح کے وقت اس کا حمل ظاہر ہوگا۔ اس کی مثال مادر موسیٰؑ کی مثال
ہے کہ کوئی شخص اس کے حمل سے مطلع نہیں ہوا۔ کیونکہ فرعون، حاملہ عورتوں کے
پیٹ چاک کر ڈالتا تھا۔ یہ مولود بھی مثل موسیٰؑ ہے میں اس رات منتظر رہی صبح تک
جاگتی رہی۔ اور نرجس اس طرح سو رہی تھیں کہ کروٹ تک نہ بدلتی تھیں۔ جب
آخر شب ہوئی تو تڑپ کر اٹھیں۔ میں نے سینہ سے لگایا اور حال پوچھا تو کہا
وہ بات ظاہر ہو گئی جس کی خبر امام نے آپ کو دی ہے۔ ناگاہ امامؑ نے صدا دی کہ
انا انزلناہ پڑھو۔ میں پڑھنے لگی۔ کہ دفعۃً میں نے سنا کہ مولود بھی شکم
مادر میں وہی پڑھتا ہے جو میں پڑھتی ہوں۔ اور اس نے مجھے سلام کیا۔ میں مضطرب
ہو گئی اور رونے لگی۔ امامؑ نے فرمایا کہ خدا کے کاموں میں تعجب نہ کرو۔ خدا ہمکو
شیر خوارگی کی حالت میں اپنی حکمت سے گویا کرتا ہے اور جب ہم بڑے ہو جاتے
ہیں تو ہم کو اپنی حجت قرار دیتا ہے۔ کلام امام آخر تک نہ پہنچا تھا کہ نرجس ہماری
نظروں سے غائب ہو گئی۔ گویا کہ میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل ہو گیا۔
میں فریاد کرتی ہوئی امامؑ کے پاس دوڑی۔ آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ۔ نرجس
کو تم اسی جگہ دیکھو گی۔ میں واپس گئی۔ نرجس موجود تھیں۔ اور میں انکے اندر نور

دیکھ رہی تھی۔ اس نور نے میری آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ دفعتہً میں نے اپنے برابر ایک لڑکا دیکھا جو زانو کے بل سجدہ کر رہا تھا۔ اور انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کر کے اشہد ان لا الہ الا اللہ وان جدی رسول اللہ وابی امیر المومنین کہتا تھا اس کے بعد اس نے تمام ائمہؑ کا یکے بعد دیگرے نام لیا۔ یہانتک کہ اپنا نام لیا اور کہا اللھم انجز لی وعدک واتمم لی امری وثبت وطاتی واملأ الارض بی عدلاً وقسطا۔ امام حسن عسکری نے کہا کہ مجھے دیجیئے۔ میں بچہ کو ان کے پاس لیگئی۔ اور کھڑی ہو گئی اس حالت میں کہ بچہ میرے ہاتھوں پر تھا۔ اس نے حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے اس کو لے لیا۔ فوراً ہی چند مرغ آپ کے سر پر اڑتے ہوئے نظر آئے حضرت نے ان میں سے ایک کو پکارا اور اس سے کہا کہ اس بچہ کو لے جا۔ حفاظت کر اور ۴۰ روز میں میرے پاس آ۔ پس مرغ نے اس کو اٹھا لیا اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ اور تمام مرغ اس کے پیچھے پیچھے اڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ کو سپرد کرتا ہوں وہ چیز جو مادر موسیٰ نے تیرے سپرد کی تھی۔ نرجس رونے لگی حضرت نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ کیونکہ اس مولود کے لئے تمہارے سوا دوسرے کا دودھ پینا حرام ہے۔ اور جلد ہی تمہارے پاس واپس آئیگا۔ جس طرح موسیٰ اپنی ماں کے پاس واپس آ گئے تھے۔ اس کی تصدیق کلام خدا یوں کرتا ہے کہ فرددناہ الیٰ امہ کی تقر عینھا ولا تحزن۔ میں نے عرض کیا کہ یہ مرغ کون ہیں۔ فرمایا کہ روح القدس تھا جو ائمہ پر موکل ہے اور ان کی تربیت کرتا ہے۔ حکیمہ نے کہا کہ ۴۰ روز بعد آنحضرت نے مجھے بلایا۔ میں گئی تو میں نے ایک لڑکے کو دیکھا جو چل پھر رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یہ تو طفل دو سالہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ انبیاءؑ

واو جبار کی وہ اولاد جو امام نقی ہے اس کی نشو ونما تمام لوگوں کی نشو ونما کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا ایک ماہ کا بچہ دوسروں کے ایک سال کے بچے کے برابر ہوتا ہے۔ ہمارا بچہ شکم مادر میں کلام کرتا ہے۔ اور قرآن پڑھتا ہے۔ عبادت خدا کرتا ہے۔ اور شیر خوارگی کے وقت اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حکیمہ نے کہا کہ میں ہر چالیس روز کے بعد اس کو دیکھا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز پہلے وہ بچہ پورے انسان کے قد و قامت کے برابر ہو گیا اور پھر میں نے اس کو نہ پہچانا۔ اور امام حسن عسکری سے عرض کیا کہ یہ مرد کون ہے جس کے سامنے آنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نرجس کا بیٹا اور وہی میرے بعد خلیفہ ہے میری وفات اب بہت جلد ہو گی۔ تم اسی کی اطاعت کرنا۔ چند روز بعد امام نے وفات پائی۔ لوگوں نے آپ کی نسبت جھوٹی باتیں مشہور کیں۔ قسم بخدا میں صبح و شام قائم کو دیکھتی ہوں۔ اور وہ مجھ کو ان باتوں کا جواب دیتے ہیں جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ قسم بخدا میں جس وقت کوئی بات پوچھتی ہوں تو وہ پہلے ہی اس کا جواب دیدیتے ہیں۔ انھوں نے تیرے آنے کی خبر مجھے کل رات دیدی تھی۔ اور مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ سے تمام باتیں سچ کہدوں۔ محمد بن عبد اللہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ حکیمہ نے مجھے وہ باتیں بتائیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ اس لئے میں نے حکیمہ کی صداقت کا یقین کر لیا۔"

ہم نے روایت مذکورہ کو تمام و کمال درج کر دیا ہے تاکہ ارباب ہوش اندازہ کر سکیں کہ شیعہ راویوں نے حضرت قائم آل محمد کے مسئلہ کو طلسم ہوشربا بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی افسانہ تراشی اور غلط گوئیوں کے باعث حضرات ائمہ

طاہرین پر دھبہ آئے تو آئے مگر ان کی اپنی اغراض کے حصول میں فرق نہ آئے۔ سب سے
زیادہ افسوس ہمیں اس بات کا ہے کہ شیعہ صاحبان ایک ہزار سال سے ان بے سر و پا
افسانوں پر سر دھنتے چلے آتے ہیں۔ اور ان روایات کے ایک ایک حرف کو وحی آسمانی
سمجھتے ہیں۔ روایات ماسبق میں حکیمہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں امام حسن عسکریؑ
نے ایک شخص کو بھیج کر ان کو اپنے گھر بلایا۔ اس بیان میں وہ فرماتی ہیں کہ وہ خود ہی امام
حسن عسکریؑ کے گھر تشریف لے گئی تھیں۔ کہ امام نے حضرت حجتہ کی ولادت کی ان کو خبر دی
پہلی روایت میں فرماتی ہیں کہ ۱۵ شعبان کو امام نے خبر دی کہ یہ بچہ نرجس کے بطن سے پیدا ہوگا
اس بیان میں فرماتی ہیں کہ شب ولادت سے بہت پہلے امام حسن عسکریؑ اس بچہ کی پیدائش
کی خبر دے چکے تھے۔ اس اختلاف بیان کے علاوہ یہ بات ایک مرتبہ پھر قابل غور ہے کہ
جب بہت عرصہ پہلے جبکہ امام کا تعلق نرجس سے ہوا بھی نہ تھا حکیمہ کو نرجس کے بطن سے
حضرت حجتہ کی ولادت کی خبر مل چکی تھی، تو وہ برابر نرجس کے حمل کا اندازہ کرتی رہی ہوگی
حتی کہ شب ولادت کو آپ امام سے پوچھتی ہیں کہ فرزند کس کے بطن سے ہوگا۔ حالانکہ
نرجس میں تو حمل کا نشان تک نہیں۔ اور جب امام نے فرمایا کہ نہیں نرجس ہی کے بطن سے
ہوگا تو ان کو نرجس کے قریب جاکر ان کی پشت کو دیکھنا پڑا۔ اور پھر بھی انکی رائے
یہی قائم ہوتی ہے کہ نرجس حاملہ نہیں۔ اور یہ دوسری شہادت ہے جس سے نرجس کا
حاملہ تک نہ ہونا ثابت ہے۔ یہاں ہم پھر اپنے اس اعتراض کو دہراتے ہیں کہ
ایام حمل کے پورا ہونے کے بعد ایک حاملہ عورت کے حمل کا نشان تک نہ پائے جانے کی
کوئی معقول وجہ نہیں ہے لیکن اس روایت میں حمل کا پتہ نہ لگنے کی ایک وجہ بھی نظر آتی ہے
امام اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس کی مثال مادر موسیٰ کی سی ہے کہ کوئی شخص بھی ان کے

حمل سے مطلع نہیں ہوا ۔ کیونکہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتا تھا ۔ اگر درحقیقت یہ بیان درست ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ مادر موسیٰ کے حمل ظاہر نہ ہونے کی وجہ تو یہ تھی کہ ایسا نہ ہو فرعون کو خبر ہو جائے ۔ اور وہ مادر موسیٰ کا پیٹ چاک کر ڈالے ۔ لیکن امام حسن عسکری کے وقت کی حکومت میں حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک ہونے کا کوئی خوف ہی نہ تھا ۔ تو حضرت حجۃ کا حمل پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت تھی ۔ علاوہ بریں یہ بات بھی قطعی غلط ہے کہ موسیٰ کا حمل ایسا مخفی تھا ۔ کہ اگر کوئی مادر موسیٰ کا امتحان کرتا تو بھی حمل کا پتہ نہ چلتا ۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ کوئی شخص اس امر کی طرف توجہ نہ کر سکا کہ مادر موسیٰ حاملہ ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کیا کرتا تھا ۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اور لڑکوں کو مار ڈالتا تھا ۔ جیسا کہ قرآن مجید شہادت دیتا ہے ۔ اس کے بعد حکیمہ ایک اور بات بیان کرتی ہیں جو انھوں نے بیان ماسبق میں بیان نہیں کی ۔ یعنی نرجس کا فرزند شکم مادر میں انا انزلناہ کی تلاوت کرتا تھا ۔ اور آواز تلاوت شکم مادر سے باہر آ رہی تھی ۔ یہ محیر العقول واقعہ جناب حکیمہ برداشت نہ کر سکیں چنانچہ فرماتی ہیں کہ "میں مضطرب ہو کر رونے لگی" ۔ جناب حکیمہ کی طرح جو شخص بھی اس واقعہ کو سنے گا وہ حیران رہ جائے گا ۔ ہمیں بھی حیرت ہوئی لیکن ہماری یہ حیرت بہت جلد دور ہو گئی ۔ جبکہ آگے چل کر اسی روایت میں ہم نے پڑھا کہ امام نے فرمایا کہ خدا کے کاموں میں تعجب نہ کرو ۔ ہم کو حالت شیر خوارگی میں حکمت سے گویا کرتا ہے ۔ بچہ کا شکم مادر میں کلام کرنے کی مثالیں عالم فطرت میں موجود نہیں ہیں ۔ اس لئے حضرت ابن الحسن کا شکم مادر میں تلاوت قرآن کرنا ہمیں

تسلیم نہیں ہے۔ لیکن اگر واقعی یہ واقعہ پیش آیا۔ اور اس کی وجہ وہی ہے جو امامؑ فرماتے
ہیں (اگرچہ ہمیں یقین نہیں ہے کہ یہ کلام معصوم ہے) تو شیعہ علماء براہ مہربانی عقلی و نقلی
معتبر دلائل سے ثابت کریں کہ خدا کا انبیاؑ اور اوصیاء کو حالت شیرخوارگی میں
بے ضرورت گویا کرنا کس حکمت و دانائی کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ
انبیاء و اوصیاء حالت شیرخوارگی میں کلام کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ واقعہ درست ہوتا
کہ ائمہ طاہرینؑ حالت شیرخوارگی میں یا شکم مادر میں کلام کرتے رہے ہیں تو جناب حکیمہ
جیسی معمر، تجربہ کار، جہاندیدہ خاتون کو جو امام علی نقی اور امام حسن عسکری کو شکم مادر
اور حالت شیرخوارگی میں دیکھ چکی تھیں۔ اور ان ہر دو اماموں کو انھوں نے نہ صرف شکم مادر
یا بحالت شیرخوارگی کلام کرتے دیکھا ہوگا۔ وہ اس واقعہ کو دیکھ کر کیوں حیران ہو گئیں؟
اور نہ صرف حیران بلکہ خوف سے مضطرب اور پریشان بھی ہو گئیں۔ اس سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روایت مبنی بر حقیقت نہیں۔ بلکہ جناب حکیمہ کی طرف
ایسی باتیں منسوب کر دی گئی ہیں۔ اس کے بعد نرجس خاتون حکیمہ کی نظروں سے
غائب ہو جاتی ہیں۔ اور پھر وہیں موجود ملتی ہیں۔ اور حکیمہ ان کے جسم سے
ایک نور نکلتا ہوا دیکھتی ہیں۔ جو ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اور اسی
اثنا میں دفعۃً وہ ایک نومولود بچہ کو سجدہ میں مصروف پاتی ہیں۔ اس امر کی وضاحت
کی ضرورت ہے کہ نور کی کیا حقیقت ہے۔ وہ کیا شئے ہے اور وہ کیونکر نرجس
کے بدن سے اٹھتا ہوا معلوم ہوا؟ اب تک دنیا ایسی روشنی اور نور کے تصور
سے بالکل بے خبر ہے جو مادی طور پر انسانی بدن سے پھوٹ کر نکلے اور دیدوروں
کی آنکھوں کو چندھیا دے۔ بعد ازاں چند مرغ بالائے ہوا نظر آتے ہیں،

ان میں سے ایک کو امام پکارتے ہیں وہ نیچے آتا ہے۔ آپ اپنے فرزند کو یہ کہتے ہوئے اس کے حوالہ کر دیتے ہیں کہ جا اس کو لیجا ۴۰ روز تک اس کی حفاظت کر اور ۴۰ روز کے بعد واپس لا۔ وہ آسمان پر لیجاتا ہے۔ حکیمہ دریافت کرتی ہیں کہ یہ مرغ کون تھا۔ تو امام فرماتے ہیں کہ روح القدس تھا جو ائمہ کی تربیت کیا کرتا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ روح القدس کیا چیز ہے اور کیا روح القدس مرغ کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہے؟ اور یہ کہ اگر وہ مرغ روح القدس تھا تو اسکو بلانے کی کیا ضرورت تھی وہ برائے تربیت خود آتا۔ اور خود آیا تھا۔ اور پھر امام نے ۴۰ روز تک حفاظت کرنے کے لئے اسکو اپنا بچہ کیوں حوالہ کیا؟ کیا ماں باپ اپنے بچہ کی بہتر حفاظت نہ کر سکتے تھے۔ اور عجب یہ کہ بچہ قانون فطرت کے مطابق دودھ پیتا تھا اور ۴۰ روز کے بعد بھی آسمان سے واپس آ کر اس نے ماں کا دودھ پینا شروع کیا تو پھر آسمان پر چالیس روز تک یہ بچہ بغیر دودھ کے کیونکر زندہ رہا؟ کیا حضرات علمائے شیعہ اس بیان کو جامۂ معقولیت پہنانے کی کوشش کریں گے؟ حکیمہ فرماتی ہیں کہ جب مرغ بچہ کو ۴۰ روز کے لئے لے گیا تو ۴۰ روز کے بعد امام کے بلانے پر ان کے گھر گئی تو میں نے ایک لڑکے کو چلتے پھرتے دیکھ کر عرض کیا کہ یہ تو طفل دو سالہ معلوم ہوتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ انبیاء و اوصیا کی وہ اولاد جو امام بنتی ہے اس کی نشو و نما عام لوگوں کی نشو و نما کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا ایک ماہ کا بچہ دوسروں کے ایک سال کے بچے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ بیان بھی بالکل فرضی اور خلاف حقیقت ہے ابھی آپ پڑھ آئے ہیں کہ جناب حکیمہ نے موسیٰ بن جعفر سے بیان کیا کہ میں شب ولادت کی صبح کو دوبارہ خدمت آنحضرت میں پہونچی۔ لیکن اس روایت میں فرماتی

ہیں کہ میں ۴۰ روز کے بعد امام حسن عسکری کے گھر گئی - دونوں بیانوں میں اختلاف ہے - فرمائیے صحیح کون سا ہے - ۴۰ روز کے بعد جب وہ دوبارہ ان کے گھر گئیں تو انھوں نے ۴۰ روزہ لڑکے کو دو سالہ لڑکے کے برابر دیکھا - یہ بات سراسر خلاف فطرت ہے - پھر اس خلاف فطرت واقعہ کو مطابق فطرت بنانے کے لئے ایک اور فرضی بات امام کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انبیاء و اوصیاء کی امام بننے والی اولاد کی نشو و نما دوسروں کے بچوں کی نشو و نما کے خلاف ہوتی ہے - حالانکہ یہ بات صریحاً غلط ہے - عجیب بات ہے کہ پیغمبر اسلام تو اپنے لئے انما انا بشر مثلکم (میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں) فرمائیں لیکن جانشین پیغمبر اسکے خلاف فرمائیں - ہم مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ واقعات کی روشنی میں یہ بات ثابت کیجائے کہ انبیاء و اوصیاء کی امام بننے والی اولاد کی نشو و نما دوسرے انسانوں سے خلاف ہوتی ہے - یہ معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتا - حکیمہ تو اس بیان میں یہاں تک فرماتی ہیں کہ میں ہر ۴۰ روز کے بعد اس بچہ کو دیکھا کرتی تھی - حتی کہ یہ بچہ امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز پہلے پورے انسان کے قد و قامت کے برابر ہو گیا اور میں نے اس کو نہ پہچانا - اور میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ مرد کون ہے جس کے سامنے آنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں - امام نے فرمایا نرجس کا بیٹا - کیا اب بھی یہ روایت مطابق قانون عقل سمجھی جائے گی - کیا یہ ممکن ہے کہ پانچ سال کا بچہ پورے انسان کے قد و قامت کے برابر ہو جائے - بات یہ ہے کہ خود غرض لوگوں کو کسی نہ کسی طرح ایک فرضی انسان کا عقیدہ لوگوں سے تسلیم کرانا تھا - جب ایک لڑکے کی پیدائش مشہور کر دی گئی تو انھوں نے سوچا کہ مشہور شدہ سنہ ولادت

کے حساب سے امام حسن عسکریؑ کی وفات تک فرضی امام کی عمر صرف ۵ سال قرار پاتی ہے۔ کہیں کچھ سمجھدار لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ ایک نابالغ لڑکا وہ بھی پنجسالہ کیونکر امام ہو سکتا ہے تو انھوں نے ایک اور فرضی بات کا اضافہ کیا اور لکھدیا کہ خدا کی قدرت نے اس پنجسالہ لڑکے کو پورا انسان بنا دیا اور وہی واجب الاطاعت امام ہے۔ لیکن یہ بات بھی نہ نبھ سکی۔ کیونکہ اس کے بعد حکیمہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا میں ہر صبح و شام امام کو دیکھتی ہوں۔ اور وہ ان مسائل کا جواب دیتے ہیں جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات شیعہ مسلمات سے ہے کہ وفات امام حسن عسکری کے بعد امام دوازدہم ۱۲ غائب ہو گئے اور وہ ۶۹ سال تک اپنے نائبین کی وساطت سے لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے رہے ہے نائبین چار تھے۔ جن میں سے سب پہلے نائب عثمان بن سعید تھے۔ جب عثمان بن سعید کی پہلی نیابت مسلمۂ حضرات شیعہ ہے تو جناب حکیمہ کی نیابت بالبداہت باطل ہے۔ غرض تمام روایت غلط اور خلاف عقل اور مصنوعات سے لبریز ہے اور کسی طرح بھی حضرت امام غائب کی ولادت کے اثبات کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتی "

اقول ــ پہلے ہم آپ کو ان غلطیوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو اصل روایت کے ترجمہ میں آپ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں۔ اس کے بعد آپکے اعتراضات سے بحث کریں گے۔ انصاف پسند حضرات ترجمے کے خط کشیدہ فقروں کو اصل عبارت سے ملاکر اندازہ فرمائیں گے کہ مترجم نے اپنے لئے جو پہلو مضر سمجھے اسے ترجمہ سے بے باکانہ طور پر خارج کر دیا چنانچہ

سائل نے حضرت کے بارے میں اور ان اختلافات کے متعلق جس میں لوگ حیرت زدہ تھے پوچھا تھا" مگر ترجمہ میں آخری ٹکڑے کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

دوسری غلطی "امامت کو حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ کسی اور شخص میں قرار نہیں دیا" بالکل غلط ترجمہ ہے بلکہ لم یجعلھا فی اخوین بعد الحسنؑ والحسینؑ کا ترجمہ معمولی عربی داں بھی یہ کریگا کہ امامت کو حسنؑ و حسینؑ کے بعد دو بھائیوں میں نہیں قرار دیا۔ (گویا اسی فقرے سے جناب حکیمہ جعفر کذاب کے دعوی کی تردید فرما رہی ہیں) مگر لائق مصنف نے شاید محسوس کیا کہ صحیح ترجمہ کر دینے سے بہار اللہ کا عہدہ بھی ختم ہو جائیگا۔ کیونکہ ان کے بھائی یحییٰ صاحب ازل خود ایسے منصب دار تھے جن کے فرمان بردار بہار اللہ بھی رہ چکے تھے۔

تیسری غلطی "حسینؑ کو اولاد حسنؑ پر فضیلت دی جس طرح اولاد ہارونؑ کو اولاد موسیٰؑ سے افضل قرار دیا" یہ ترجمہ بھی اصل کے خلاف ہے "اولاد حسینؑ کو اولاد حسنؑ پر فضیلت دی" صحیح ترجمہ ہے۔ نیز آخر سے اتنا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے کہ "اگرچہ موسیٰؑ کی ذات ہارونؑ پر حجت تھی"۔ اسکی مصلحت خود مصنف صاحب بیان کریں گے۔

چوتھی غلطی "حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے امامت نہیں ہے" بالکل غلط ترجمہ ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "حسنؑ و حسینؑ کے بعد امامت دو بھائیوں کے لئے نہیں ہوگی"۔

پانچویں غلطی "اور اس کی طرف گھورنے لگا" یہ ترجمہ بھی علاوہ بے ادبانہ ترجمہ ہونے کے باعتبار لغت غلط بھی ہے اس لئے کہ حدّق النظر کے

معنی تیز نگاہی کے ہیں۔ اسی سے حدید النظر (تیز نگاہ) کا محاورہ لیا گیا ہے۔ یہاں پر گھورنے لگا کا محاورہ استعمال کر کے لائق مصنف نے اپنی طبیعت کی داد دی ہے۔ اسی طرح ھویتھا کا ترجمہ "تم اس کنیز کو دل دے بیٹھے ہو" نہایت سوقیانہ ترجمہ ہے۔ خصوصاً جبکہ جواب میں امام نے خود فرمایا کہ لا یا عمۃ لکنی التعجب منھا (نہیں اے پھوپھی. مگر میں اس کنیز کو دیکھ کر متعجب ضرور ہوں) اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ کسی پر تیز نگاہ ڈالنے کا باعث صرف عشق ہی نہیں ہوتا بلکہ تعجب بھی سبب ہوتا ہے۔

چھٹی غلطی "میں اسی غرض سے آئی تھی" اس کے بعد حسب ذیل ترجمہ کو نظر انداز کر دیا گیا۔ "امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ اے مبارکہ (برکت دی ہوئی معظمہ) خدا دوست رکھتا ہے کہ تم کو اجر میں شریک کرے اور خیر میں تمہارا نصیب قرار دے، حکیمہ فرماتی ہیں کہ (یہ سُنکر) فوراً اپنے گھر آئی اور الخ اتنی عبارت کو حذف کر دینے کا راز اہل نظر سے مخفی نہیں ہے۔ چونکہ امام دہم کی نص کا اس سے ایک اور ثبوت ملجاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا کہ ولادت امام زمانہ وہ اجر و خیر کا مسئلہ ہے جس میں حکیمہ کو قدرت نے شریک کرنا چاہا۔ اور اس کی وجہ سے مبارکہ کا معزز لقب زبان امامؑ سے حاصل فرمایا لہذا حذف کر دیا۔

ساتویں غلطی "میں ان کی زیارت کو گئی جس طرح الخ" غلط ترجمہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "میں برابر ان کی زیارت کو جایا کرتی تھی جس طرح الخ"

آٹھویں غلطی "اس کی پشت کو دیکھا" یہ ترجمہ غلط ہونے کے علاوہ خلاف عقل بھی ہے۔ کسی عورت کے آثار حمل کا اندازہ پشت سے نہیں کیا جاتا، روایت

میں "ظہر البطن" کی لفظ صاف طور پر موجود ہے۔ کاش اس ترجمہ میں پشت کی جگہ شکم ہی کی لفظ کو رکھدیا ہوتا۔ ورنہ صاف ترجمہ تو یہ تھا کہ "اس کے شکم کا اوپری (یا بالائی یا ظاہری) حصہ دیکھا" (واضح رہے کہ یہ قضیہ اتفاقیہ یا کاتب کی غلطی نہیں ہے بلکہ اپنے بیان میں بھی لائق مصنف نے اس کو اسی طرح دُہرایا ہے کہ "ان کی پشت کو دیکھنا پڑا")

نویں غلطی۔ "اور رونے لگی" بالکل اپنی طرف سے اضافہ ہے "فزعتُ" کے معنی ہیں "میں دہشت زدہ ہو گئی یا مضطرب ہو گئی" نہ کہ "رونے لگی" معلوم ہوتا ہے کہ لائق مصنف نے اُردو کے محاورۂ "جزع و فزع" سے اس معنی کو اخذ کیا ہے یہاں پر مصنف کی علمی کم مائگی کے ساتھ ہمیں خصوصی ہمدردی ہے۔

دسویں اور گیارہویں غلطی "ان کے اندر نور دیکھ رہی تھی" یہ ترجمہ علیہا من اثر النور کا نہیں ہو گا۔ بلکہ ان پر نور کا اثر نمایاں تھا" یا وہ نور میں گھری ہوئی تھیں۔ اسی کے بعد یہ لکھنا کہ "اپنے برابر ایک لڑکا دیکھا" عبارت کا غلط ترجمہ ہے۔ اس فقرے میں "برابر" کی لفظ کو اپنی طرف سے بڑھا کر دنیا کو ایک طرح کے مغالطہ میں مبتلا کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔

بارہویں غلطی۔ "اور چالیس روز میں میرے پاس آ" اصل کا بالکل غلط ترجمہ ہے۔ وسُدّہ الینا فی کل اربعین یوماً کا بالکل واضح ترجمہ یہ ہے کہ "ہر چالیس روز پر اس کو ہمارے پاس واپس لا" "سُدّ" فعل امر ہے اس کا مصدر سداد ہے۔ کاش یہاں اپنے اُردو محاورہ سے کام لیا ہوتا۔ مگر مقصد تو یہ تھا کہ اسی محرف ترجمہ کو پیش نظر رکھ کر اعتراض کر دیا جائے۔ اصل عبارت کو دیکھنے کا اس دور کم فرصتی

میں کسکو خیال ہوگا۔

تیرھویں[13] غلطی۔ "میں تجھکو سپرد کرتا ہوں وہ چیز جو مادر موسیٰؑ نے تیرے سپرد کی تھی" یہ ترجمہ ہے "استودعک الذی استودعتہ ام موسیٰ" کتاب اس لائق مترجم سے کون پوچھے کہ یہاں "الذی" سے "وہ چیز" مراد ہے یا ذات احدیت "اصل یہ ہے کہ بیچارے قابلیت مآب مترجم کو یہی خبر نہیں کہ امام کا یہ خطاب کس سے ہے۔ جناب من! طائر سے گفتگو ختم ہو چکی ہے۔ اب یہ خطاب فرزند سے ہو رہا ہے گویا خدا حافظ کہا جا رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "تمہیں اس ذات کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد مادر موسیٰؑ نے (اپنا فرزند) کیا تھا" ورنہ ظاہر ہے کہ مادر موسیٰ نے اپنے فرزند کو کسی طائر کے حوالہ نہیں کیا تھا۔ تاکہ آپکے ترجمہ کے مطابق مشبہ بہ سے مشبہ کو مماثلت ہوسکے۔ البتہ خدا کی سپردگی دونوں جگہ قدر مشترک ہے۔ وہاں صندوق واسطۂ حفاظت تھا۔ یہاں طائر خوش سیر۔

چودھویں[14] غلطی۔ "چالیس روز بعد آنحضرتؐ نے مجھے بلایا" یہاں نہایت چالاکی سے "ردّ الغلام (فرزند واپس کیا جا چکا تھا)" کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا اس بچہ کی موت کا یقین کرلے۔ اور دوسرے بچہ کو کوئی فرضی بچہ سمجھ لے۔ افسوس!۔

پندرہویں[15] غلطی۔ "لوگوں نے آپ کی نسبت جھوٹی باتیں مشہور کیں" لائق مصنف نے یہ ترجمہ "وافترق الناس کما تریٰ (اور لوگوں نے فرقہ بندی کرلی جیسا کہ تم خود دیکھتے ہو) کا کیا ہے۔ حالانکہ عربی کا مبتدی طالب علم بھی کبھی اس جملہ کا یہ ترجمہ نہیں کرسکتا۔ یہاں بھی مقصد تحریف واضح ہے۔

سولھویں[16] غلطی۔ "میں تجھ سے تمام باتیں سچ کہہ دوں" یہ ترجمہ اُخبرک بالحق (میں تجھکو حق کی خبر دیدوں) کا کیا گیا ہے۔ بھلا جس کو پشت اور شکم کا فرق نہ معلوم ہو وہ صدق اور حق کا لطیف فرق کیا سمجھ سکتا ہے۔ لہٰذا اس جگہ مصنف کو معذور قرار دینا ہی بہتر ہے۔

اب ارباب نظر خود غور فرمائیں کہ جس شخص نے "ایک روایت" کے ترجمہ میں ایک دو نہیں سولہ[16] غلطیاں کی ہوں اس کے اعتراض "بناء فاسد علی الفاسد" نہ ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے۔ لیکن چونکہ ہم نے طے کر لیا ہے کہ معترض کی ہر بات کا تفصیلی جائزہ لیں گے اس لئے اب اس روایت پر لائق مصنف نے جو اعتراضات کئے ہیں ان پر نقد و تبصرہ شروع کرتے ہیں۔

جارچوی صاحب! قائم آل محمد کے مسئلہ کو طلسم ہوش ربا سمجھنا آپ ہی جیسے ہوشمندوں کا شعار ہو سکتا ہے۔ خدا جانے صرف قائم آل محمد کے مسئلہ کی آپ نے کیوں تخصیص کر دی جبکہ خود محمدؐ و آل محمدؐ کا مسئلہ بھی عام طور پر ناقابل فہم ہے۔ نافہموں کی یہ بھی ایک عجیب منطق ہے کہ ہر ناقابل فہم مسئلہ کو طلسم ہوشربا سمجھ لیتے ہیں اور الٹے صاحبان معرفت پر "افسانہ تراشی اور غلط گوئی" کا الزام رکھتے ہیں۔ اور سلسلہ بہ سلسلہ پہونچتے ہوئے "مستند حالات" کو بے سر و پا افسانہ قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کی مہمل تمہید کے بعد پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ "روایات ماسبق میں امام حسن عسکری حکیمہ کو اپنے گھر بلاتے ہیں۔" اور اس روایت میں وہ خود ہی امام حسن عسکری کے گھر جاتی ہیں۔"

خدا جانے یہ کہاں سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس روایت میں امام نے نہیں بلایا تھا

نہ بلانے کے لئے کوئی تصریحی لفظ نہیں ہے۔ محض بلانے کا ذکر نہ ہونے سے بلانے کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ ایک واقعہ کو مختلف انداز میں بالاختصار یا بالتفصیل بیان کرنا طریقۂ عقلاء ہے بلکہ سیرت الٰہیہ ہے۔ آپ ہی جیسی ذہنیت کے لوگ قرآنی واقعات پر بھی اس قسم کا اشکال وارد کرتے ہیں۔ علاوہ بریں واقعہ خود "قول امامؑ" نہیں ہے۔ کہ جس کو خود انہیں کے لفظوں میں محفوظ رکھنا ضروری ہو۔ حالانکہ قول امام کو بھی آگاہ کرتے ہوئے بالمعنی نقل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

بہر نوع کسی واقعہ کی حکایت میں جو چیز ضروری ہے وہ یہ کہ اس کو مختلف انداز میں بیان کرنے سے تضاد نہ لازم آئے۔ اور یہاں ایسا ہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صاحب اپنی روزمرہ کی باتوں کو بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک روایت میں حکیمہ کو خبر ولادت ۱۵ شعبان کو دی جاتی ہے۔ اور دوسری روایت میں شب ولادت سے بہت پہلے اطلاع دی جاتی ہے۔ لیکن یہ اعتراض بھی کم فہمی کا نتیجہ ہے اس لئے کہ ولادت کی خبر تو حکیمہ کو بہت پہلے سے معلوم ہی تھی۔ مگر شب ولادت میں یہ خبر دی گئی کہ وہ بچہ آج ہی پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ حکیمہ کے سوال پر امامؑ نے یہ جواب دیا ہے۔ اور سوال کا سبب ظاہر ہے کیونکہ جناب حکیمہ کو آثار حمل نرجس کا پتہ نہیں چلا۔ لہذا یہاں پر بھی بیان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ "نرجس میں چونکہ حکیمہ کو آثار حمل نہیں نظر آئے اس لئے نرجس کا حاملہ تک نہ ہونا ثابت ہے"۔ اس کا جواب ہم پہلے

لکھ چکے ہیں مگر ہمیں مصنف کے حال پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک "غیر معصومہ مخطمہ" کے وقتی اشتباہ کو حجت قرار دیتے ہیں۔ اور انھیں کے جواب میں "معصوم اور حجت وقت" کا یہ ارشاد کہ " نرجس ہی کے بطن سے پیدا ہوگا۔" موصوف کے نزدیک حجیت سے خالی ہے ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

چوتھا اعتراض ولادت موسیٰ سے تشبیہ دینے پر کیا گیا ہے کہ "وہاں تو عورتوں کے پیٹ چاک کئے جاتے تھے۔ اور یہاں پیٹ چاک ہونیکا کوئی خوف ہی نہ تھا۔ پھر اخفائے حمل میں کیا مصلحت تھی۔" اس کا جواب بھی ہم پہلی روایت کے سلسلہ میں دے چکے ہیں۔ مگر اتنا یہاں پر بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مصلحت ایسی ہی ظاہر تھی کہ نرجس نے حیات امام حسن عسکریؑ میں اپنی موت کی نہ صرف تمنا کی بلکہ امام سے فرمائش دعا کی۔ چنانچہ بعد کے واقعات سنے ثابت کر دیا کہ یہاں پر خارجی اور داخلی دونوں طرح سے خطرے موجود تھے حکومت وقت بھی استیصال قائم آل محمدؐ پر تلی ہوئی تھی۔ اور جعفر کذاب بھی اس بارے میں حکومت وقت کو ابھار رہا ہے تھے۔ صرف بھائی کی میراث لینے پر اکتفا نہیں کی بلکہ سلطان وقت کو آمادہ کرکے مخدرات امامؑ کو تحقیقات حمل کے سلسلہ میں مختلف طرح سے ذلیل و رسوا کرایا۔ اور مدعیان وجود حجۃ ابن الحسن کا خون تک مباح کرا دیا۔ (ص۵۴)

علاوہ بریں خود ہمارے ائمہؑ کی خوف و خطر سے مملو زندگیاں اور ہر ایک کی زہر وغیرہ سے شہادتیں اس بات کی پورے طور پر مقتضی تھیں کہ حجت ابن الحسنؑ کا ہر امر عام طور پر مخفی رہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ یہ بات بھی قطعی غلط ہے

کہ موسیٰؑ کا حمل ایسا مخفی تھا کہ اگر کوئی مادر موسیٰؑ کا امتحان لیتا تو حمل کا پتہ نہ چلتا۔ آپ کو عہد موسیٰؑ کی پیداوار ثابت کرتا ہے۔ اس لئے کہ بغیر مشاہدہ کئے ہوئے ایسا دعویٰ ظن و تخمین کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور اگر کسی سے سُنا ہے تو وہ معصوم تھا یا غیر معصوم؟ صرف دعویٰ نہ کیجئے ثبوت بھی پیش کیجئے۔ ہمارے پاس حمل موسیٰ کے مخفی ہونے پر اسی بحار میں بہت سے ثبوت موجود ہیں۔ جن میں سے ایک طولانی روایت کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جس سے اور بھی بہت سے شبہات رفع ہو جائیں گے۔

سدیر صیرفی، مفضل ابوبصیر اور ابان بن تغلب امام جعفر صادقؑ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو آپ کو آبدیدہ دیکھا۔ وجہ دریافت کرنے پر امامؑ نے فرمایا کہ آج صبح کو جفر جامع میں قائمؑ کی ولادت، طولانی غیبت، مومنین کے ابتلا اور اکثریت کے ارتداد کو بنظر تامل دیکھا۔ دل بھر آیا۔ ہم نے عرض کی کہ کچھ ہمیں بھی بتا دیجئے۔ فرمایا کہ ہمارے قائمؑ میں خدا نے تین نبیوں کی تین باتیں قرار دی ہیں۔ قدر مولدہ تقدیر مولد موسیٰ، و قدر غیبتہ تقدیر غیبتہ عیسیٰ۔ و قدر ابطاءہ تقدیر ابطاء نوح و جعل من بعد ذلک عمر العبد الصالح اعنی الخضر دلیلاً علی عمرہٖ۔

یعنی ان کی ولادت میں موسیٰ کا انداز، غیبت میں عیسیٰ کا طرز اور تاخیر میں نوح کی رفتار قرار دی ہے اور اس کے بعد خضر کی عمر کو ان کی عمر کی دلیل بتا دیا۔ ہم نے توضیح کی خواہش کی تو فرمایا کہ فرعون کو جب کاہنوں سے موسیٰ کے نسب اور حیثیت کا علم ہوا تو برابر وہ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کرا تا رہا حتی کہ بیس

بائیس ہزار حمل ضایع کرا دیئے۔ مگر موسیٰ خدا کی حفاظت میں رہے یہی حال جبابرہ بنی اُمیہ و بنی عباس کا ہے۔ کہ زوال حکومت کا باعث ہمارے قائمؑ کو معلوم کر لینے کے بعد ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور اہلبیتؑ رسولؐ کے قتل کے درپے ہو گئے تاکہ اس طرح قائمؑ کو قتل کر دیں مگر خدا امر قائمؑ کو ان پر ظاہر نہ ہونے دیگا۔ الی ان یتم نورہ ولو کرہ المشرکون۔

رہی غیبت عیسیٰؑ تو یہود و نصاریٰ متفق ہیں کہ عیسیٰ قتل ہو گئے مگر خدا ان کو جھٹلاتا ہے کہ ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم (نہ عیسیٰ کو قتل کیا نہ پھانسی دی مگر ان کے لئے ایک شبیہ بنا دی گئی جس کو لوگوں نے عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا) اسی طرح غیبت قائمؑ ہو گی۔ کہ اُمت عنقریب ان کا انکار کرے گی۔ کچھ کہیں گے کہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ کچھ کہیں گے کہ پیدا ہوئے اور مر گئے۔ کچھ لوگ ہمارے گیارہویں کو عقیم کہیں گے۔ اور کچھ تیرہ اور اس سے زیادہ کے قائل ہو جائیں گے۔ اور کچھ کہیں گے کہ روح قائمؑ دوسرے کے جسم میں آکر کلام کرتی ہے (ابو العباس صاحب آپکے "مسالک شتی" کی یہ حدیث مکمل تصویر ہے)

رہی تاخیر نوحؑ تو جب انہوں نے عذاب کی خواہش کی تو خدا نے جبرئیل کے ہاتھ خرمے کی سات گٹھلیاں بھیجیں کہ ان کو بو دو جب پھل تیار ہوں گے تو عذاب آئیگا۔ غرضکہ اسی طرح سات دفعہ نوحؑ نے بیج بوئے اور پھل تیار ہوئے مگر عذاب نہ آیا۔ اور ہر دفعہ لوگ نوحؑ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر کفر اختیار کرتے جاتے تھے حتیٰ کہ نوحؑ کے ساتھ صرف ستر بہتر آدمی رہ گئے تو حکم خدا

پہنچا کہ اب ایمان خالص ہو چکا جن کی نیت خبیث تھی وہ مرتد ہو چکے (اے نوحؑ) اگر پہلے ہی عذاب بھیج دیتا تو یہ مرتد لوگ (ایمانی گروہ میں گھلے ملے) رہ جاتے اور خالص مومنین کی زندگیوں کو تنگ بنا دیتے۔ اور مومنین سے میرا امن و امان کا سچا وعدہ پورا نہ ہوتا۔ لہذا فاصنع الفلک باعیننا و وحینا (اب ہماری نگرانی میں وحی کے مطابق کشتی بناؤ)۔

امامؑ فرماتے ہیں کہ اسی طرح غیبت قائمؑ کا زمانہ طویل ہوگا تاکہ وہ لوگ جن کی طینت خبیث ہے اور جن سے نفاق اور بدامنی کا عہد قائمؑ میں خطرہ ہوگا وہ (رفتہ رفتہ) مرتد ہو جائیں اور خالص مومنین ہی حدود تشیع میں رہ جائیں

اس کے بعد مفضل نے آیۂ استخلاف کے متعلق ایک سوال کیا ہے اور حضرت نے جواب دیا...... آخر میں فرمایا کہ بندہ صالح خضر کو طولانی عمر آئندہ کسی نبوت کے لئے ملی اور نہ کسی کتاب اور شریعت کی توقع پر نہ کسی لائق اقتدار امامت کے لئے ان کو باقی رکھا گیا۔ اور نہ کسی مخصوص و معین طاعت کے لئے بلکہ چونکہ خدا کے علم میں مقدار عمر قائمؑ اور انکار بندگان خدا گزر چکا تھا لہذا عمر خضرؑ کو بغیر کسی اور داعی کے صرف عمر قائمؑ پر دلیل بنانے کے لئے طویل بنا دیا۔ لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ (تاکہ خدا پر کسی کو حجت قائم کرنے کا موقع نہ رہے)"

اس حدیث کا تقریباً پورا خلاصہ ہم نے صرف اس لئے پیش کر دیا ہے کہ رسالہ "ظہور قائم آل محمدؑ" کے بہت سے اعتراضات کا اس میں نہایت خوبی کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔

حمل جناب موسیٰ کے بارے میں یہ اشکال بھی عجیب ہے کہ ثابت نہیں ہے کہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتا تھا۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اور لڑکوں کو مار ڈالتا تھا جیسا کہ قرآن شاہد ہے۔" اس لئے کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ اس کا ظلم بس اسی طرز میں منحصر تھا بلکہ مجملاً وہ عداوت موسیٰ کا سبب بیان کر رہا ہے چنانچہ یسومونکم سوٓء العذاب کے بعد یذبحون ابناءکم کا ہونا خود بتاتا ہے کہ "سوء العذاب" کی ایک قسم ذبح ابناء ہے۔ اس کے علاوہ آپ اس گروہ (شیعہ) سے خطاب کر رہے ہیں جو کسی آیت کو بغیر تفسیر اہلبیتؑ کے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ اور احادیث اہلبیتؑ کثرت سے اس باب میں وارد ہوئے ہیں کہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ بھی چاک کرا دیتا تھا۔ جیسا کہ ایک حدیث کو ابھی ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ احادیث کے یہ تفصیلات اسی سوء العذاب کی تفسیر ہیں۔

پانچواں اعتراض "بچہ کا شکم مادر میں کلام کرنا محیر العقول ہے اس کی مثالیں عالم فطرت میں موجود نہیں۔" کیا خوب آپکے دعویٰ سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ "منکر معجزہ" ہیں حالانکہ آپکے لئے یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا کیونکہ جناب نے اسی رسالہ میں اپنے قائمؑ کی مفروضہ "شہادت" کے حالات میں وہ چیزیں لکھدی ہیں جو نہ صرف محیر العقول ہیں بلکہ عالم فطرت میں بھی "بے مثال" ہیں جیسا کہ ہم آئندہ خود اس پر روشنی ڈالیں گے۔

اس معارضہ سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب آپ ہمارے مسلمات کی بنا پر ہماری رد کے لئے آمادہ ہوئے ہیں تو پہلے ذرا ہمارے

مسلمہ عقائد کا علم حاصل کر لیجئے۔ پھر شوق سے اعتراض کیجئے عالم فطرت میں مثالیں نہیں موجود ہیں۔ مگر اہلبیتؑ کے گھر برابر موجود رہی ہیں۔ حضرت فاطمہؑ اپنی والدہ جناب خدیجہ سے (شکم مادر میں ہوتے ہوئے بھی) گفتگو کر کے اُن کا دل بہلایا کرتی تھیں۔ (بحار جلد دہم) اس کے علاوہ اور بھی ثبوت دیئے جا سکتے ہیں۔ مگر اختصار کے خیال سے صرف امام نہیں بلکہ غیر امام ام الائمہؑ کی مثال پیش کر دی گئی ہے۔ اسی ذیل میں ہم سے عقلی اور نقلی دلائل کا ثبوت طلب کرتے ہوئے یہ پوچھا گیا ہے کہ "انبیاء و اوصیاء کو بے ضرورت حالات شیر خوارگی میں گویا کر نا کس حکمت و دانائی کا اظہار کرتا ہے"

لیکن جواب سے پہلے جناب ہم کو یہ بتا دیں کہ "بے ضرورت" کا اضافہ آپ نے کسی وحی و الہام کے ذریعہ سے کر دیا ہے؟ یا ہماری کسی کتاب میں ملاحظہ فرمایا ہے؟ یا ان واقعات میں بچپن کا کلام دیکھ کر آپ کی عقل سلیم نے خود "بے ضرورت" کا مفہوم پیدا کر لیا ہے؟ بہر نوع جناب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی معمولی شیعہ بھی بے ضرورت اور عبث کام کو نہ خدا کے لئے تجویز کرتا ہے نہ نائبین خدا کے لئے۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہے کہ ہر موقع کی ضرورت کو ہم صرف اپنی عقل سے نہیں سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ ضرورت کی حد بندی بھی خدا کا کام ہے۔ مہربان جہاں آپ بچپن کے کلام کو "بے ضرورت" سمجھتے ہیں وہاں حفاظت حق کے لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ حقیقی محافظ کے لئے "خاص معجزانہ علامتیں" مقرر کر دی جائیں جیسا کہ تمام انبیاء کے لئے عموماً اور ہمارے پیغمبرؐ اور ان کے نائبین کے لئے خصوصاً ایسی خوارق عادات علامتیں شروع ہی سے ظاہر

کی جاتی تھیں۔ (ملاحظہ ہو بحار جلد ۶ و ۹ وغیرہ)
اب رہا انبیاء و اوصیاء کا حالت شیر خوارگی میں کلام کرنا تو اس کے لئے قرآن خود گواہی دیتا ہے کہ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا (سورہ مریم) ظاہر ہے کہ قوم نے ولادت کے دو چار برس بعد مریم پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ بلکہ ولادت کی خبر پاتے ہی اعتراض شروع کر دیئے جس کا جواب خود عیسیٰؑ نے باعجاز دیا جس کی مثال عالم فطرت میں موجود نہیں۔
اسی طرح بچپن میں جناب یحییٰ کا کلام کرنا اور اہلبیتؑ میں امام حسن مجتبیٰؑ کا کلام کرنا بھی ثابت ہے۔ دونوں کے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو (بحار حالات امام حسنؑ)
مصنف نے اسی ضمن میں "بطن مادر سے بچہ کا کلام سُنکر" حکیمہ جیسی معمر و تجربہ کار خاتون کی حیرانی سے اس پر استدلال کیا ہے کہ "روایت جعلی" ہے۔ موصوف کا خیال ہے کہ چونکہ حکیمہ سابق کے دو اماموں کو دیکھ چکی تھیں لہٰذا انھوں نے ہر دو اماموں کو ضرور شکم مادر سے کلام کرتے سُنا ہوگا۔ یہاں پر زمانہ شیرخوارگی کا ذکر مصنف نے فضول کیا ہے۔ اس لئے کہ محل بحث صرف بطن مادر کا کلام ہے) اس ضرور کی داد نہیں دی جا سکتی۔ گویا آپ نے طے کر لیا ہے کہ امام علی نقیؑ سے اُن کی بہن حکیمہ بڑی تھیں اور اتنی بڑی کہ متعارف فہم و فراست کی مالک بھی تھیں! ماشاء اللہ! اسی طرح مصنف کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ حکیمہ اپنے بھتیجے امام حسن عسکریؑ کی ولادت کے وقت بھی زمانہ میں وہاں موجود تھیں۔ بہر نوع

حکیمہ کا ولادت حجتؑ کے وقت معمر ہونا مستلزم نہیں ہے کہ انھوں نے بھائی اور بھتیجے کی ولادت کے موقع پر بھی قابلہ کی خدمات انجام دیئے ہوں۔ خصوصاً جبکہ ان خدمات کو بڑی بوڑھی عورتیں انجام دیا کرتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سابق کے ائمہؑ کی ولادت کے موقع پر حکیمہ کا معمر ہونا محتاج ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ہر امامؑ بطن مادر میں کلام بھی کرے۔ (ہاں بعد ولادت فوراً اقرار شہادتین ان کی سیرت مستمرہ ہے) بلکہ جہاں پر داعی موجود ہوگا وہاں پر اس کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ یہاں پر جناب حکیمہ کو آثار حمل ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بار بار شبہ ہوتا تھا۔ اور ارشاد امامؑ سے ولو تسکین ہو جاتی تھی لیکن لیطمئن قلبی کی بنا پر بچے نے خود بطن مادر سے تلاوت کر کے حکیمہ کو پورے طور پر مطمئن کر دیا۔ رہ گیا ان کا مرعوب ہو جانا تو یہ خلاف متعارف ہونے کی بنا پر تھا۔ اور اگر حکیمہ کے لئے متعارف بھی فرض کر لیا جائے تو اکثر متعارف امر بھی جب یکایک پیش آتا ہے تو انسان دہشت زدہ ہو جاتا ہے جیسے ناگہانی آواز سُنکر فطرتاً انسان کا متاثر ہو جانا۔ چنانچہ خود قرآن میں خاصان خدا کی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

جناب موسیٰؑ جانتے تھے کہ یہ میرا عصا ہے باعجاز اژدھا ہو گیا ہے مگر خوفزدہ ہو گئے تا اینکہ خدا کو وعدہ کرنا پڑا کہ سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ۔ اسی طرح زمانۂ یاس میں فرزند کی بشارت کو سُنکر زوجۂ ابراہیم حیرت زدہ ہو گئیں فصکت وجھھا و قالت أألد وانا عجوز عقیم۔

یہاں پر جناب حکیمہ پر رونے دھونے کا الزام دینا صرف مصنف کی

منگھڑت ہے روایت کو اس اعتراض سے کوئی لگاؤ نہیں ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

چھٹا اعتراض بموضوع نور یہ ہے کہ "بدن انسانی سے پھوٹ کر کیونکر آنکھوں کو خیرہ بنا دیتا ہے"۔ اس کے جواب میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ یہ نور چونکہ نور محمدؐی سے مشتق تھا لہذا جس طرح سرورؐ عالم کے ظہور نورانیت کے بہت سے واقعات نیز دیگر ائمہ کے نوری معجزات اسی بحار میں موجود ہیں اسی طرح کا خیرہ کن نور یہاں بھی ساطع ہوا وہ گیا حقیقت نور کا سوال تو یہ ایک اہم چیز ہے کوئی صاحب ذرا ایک چیونٹی ہی کی حقیقت پہلے بیان کر دیں۔ ہاں اگر بعض جہات سے اس کی معرفت مقصود ہے تو اسی بحار میں نیز مفردات علامہ راغب اصفہانی میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

ساتواں اعتراض "طائر خوش مسیر اور روح القدس کے متعلق" ہے۔ اس اعتراض کے کئی جز ہیں۔

اول روح القدس کیا چیز ہے؟ جناب اگر حقیقت پوچھتے ہیں تو "امر رب" کے سوا کچھ نہیں معلوم۔ اور اگر بوجہ تا در یافت کرتے ہیں تو یہ ایک روح ہے جو پہلے انبیاء ماسبق کی مؤید تھی (وایدناہ بروح القدس) اور اب محمدؐ و آل محمدؐ سے خصوصی ربط رکھتی ہے (بحار جلد ۱۴ باب الارواح)

دوم یہ کہ "روح القدس مرغ کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہے"۔ جی ہاں اسلام کے دائرہ میں قدم رکھنے کے بعد سنی شیعہ بے شمار روایتوں میں "ملک" بصورت طیر نظر آئیگا۔ (شرح مقاصد و بحار مجلسی بحوالہ سفینۃ البحار جلد ۱) نیز ملک کا "طائر" کی شکل میں رسولؐ کے ہاتھ پر پھر دیگر معصومینؑ کے ہاتھوں پر بیٹھنا بحار جلد ۹ میں موجود ہے

سوم؎ اگر وہ مُرغ روح القدس تھا تو پھر بلانے کی کیا ضرورت تھی وہ خود آتا۔" بات یہ ہے کہ ملک عارف تھا، حد ادب پر رکا ہوا تھا، جیسے سیدۂ عالمؑ کی ڈیوڑھی پر ملک الموت رکا ہوا تھا اور بغیر اذن اندر نہیں آیا۔ (بحار جلد ششم)

چہارم؎ - آسمان پر یہ بچہ بغیر دودھ کے چالیس روز تک کیونکر زندہ رہا،" یہ سوال بھی کم مضحکہ خیز نہیں ہے۔ اولاً تو "آسمان پر لے جانا" صرف آپ کے ترجمہ کا معجزہ ہے ورنہ روایت میں تو جو السماء (بلندی کی فضا) کا لفظ ہے لیکن اگر آسمان ہی پر لیجانا تسلیم کر لیا جائے تو غذا کے لئے نہر لبن کے ہوتے ہوئے سوال کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ ان فی الجنۃ نھرا یلبین، لعلی وحسین وحسن، (اس کے علاوہ انھار من لبن قرآن میں موجود ہے۔

آٹھواں اعتراض " پہلی روایت میں صبح ولادت کو خدمت امامؑ میں جانا بیان کیا ہے۔ اور اس میں چالیس روز کے بعد۔ لہٰذا بیان حکیمہ میں تضاد ہے۔"

ہم پہلی روایت کے سلسلہ میں شب ولادت کی صبح کو جانے کا مطلب بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ زنانخانہ سے مردانہ نشستگاہ میں سلام رخصتی کے لیے جانا تھا۔ لہٰذا اس میں اور اس روایت میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں ہے۔ اسی ذیل

اعتراض میں خلاف فطرت کا جواب خود امامؑ نے دیدیا ہے اب رہا قول امامؑ کے خلاف آیت سے استدلال تو اس کے متعلق عرض ہے کہ آپنے آیت کا پہلا جز تو لے لیا مگر "یوحیٰ الیّ" (میری طرف وحی کیجاتی ہے) کو نظر انداز کر دیا (غالباً آپ "لا تقربوا الصلوٰۃ" کو دیکھکر آپ حرمت نماز کا بھی فتویٰ دیتے ہوں گے؟) واضح ہو کہ آیت میں "بشریت" رسولؐ کے لئے جنس کی حیثیت رکھتی ہے اور "یوحیٰ الیّ" "فصل ممیز- جیسے حیوان میں ناطق کی قید لگانے سے انسان کو تمام حیوانوں پر امتیاز خصوصی حاصل ہو جاتا ہے- اسی طرح بشریت میں وحی کی قید سے پیغمبرؐ کو تمام انسانوں پر خاص تفوق حاصل ہو جاتا ہے- جناب والا- خدائی منصب پانے والوں کی ہر بات نرالی ہوتی ہے- یہ لوگ ماں کی گود میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں (جیسا کہ علمائے اہلسنت نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے) خود پیغمبرؐ کی نشو و نما کا حال اسی بحار میں ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ جناب حلیمہؓ نے کیا کیا بیان کیا ہے- ان کے بیانات کو دیکھکر یقیناً آپکی آنکھیں کھل جائیں گی- بشرطیکہ حکیمہ کے بیان کی طرح حلیمہ کے بیان کو بھی آپ طلسم ہوش ربا نہ سمجھ بیٹھیں- خلاصہ یہ ہے کہ منصب دار کے امور ابتدا ہی سے مشتمل بر خوارق عادات ہوتے ہیں- اب اگر آپ خرق عادات کو نہ مانتے ہوں اور معجزات کے منکر ہوں تو پہلے اس موضوع پر گفتگو کیجئے- ایک مسلمان کے لئے واقعات کی روشنی میں انکی غیر معمولی نشو و نما کا ثابت کرنا بہت آسان ہے- انبیائے ماسبق کے علاوہ خود محمدؐ و آل محمدؐ کے بہت سے ایسے واقعات اسی بحار کے اندر موجود ہیں- اور اصولی طور سے اس کا تعلق معجزہ سے ہے- جس کے آپ بھی قائل ہونگے- اور ضرور قائل ہیں

جیساکہ اپنے قائمؑ آل محمد کے لئے آپنے خود اسی رسالہ میں لکھا ہے اور آپکے ہم مضمون نے بہار کے متعلق "تربیت عالم" وغیرہ میں لکھا ہے۔ بلکہ آپکی "ایقان" صفحہ ۱۲۶ ایسے امور کی تصدیق کر رہی ہے) اب تو آپ کے لئے انکار معجزہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی لہذا آپ کا یہ معروضہ "چونکہ بچہ اس امام کو ماننے کے لئے لوگ تیار نہ ہوتے لہذا روایت میں فرضی طور پر امامؑ کو پورے قد و قامت کا انسان دکھلایا گیا۔" صرف جناب کا خیال ہی خیال ہے۔ کیونکہ اس کے قبل بھی اسی گھر میں ایک کمسن شاہزادہ امام رہ چکا ہے اور لوگ اسے تسلیم بھی کر چکے ہیں۔ بلکہ آپکی طرح کا خیال رکھنے والوں کو ٹوس بھی چکے ہیں۔ کہ ان کان امرہ من اللہ جل و علا فلو انہ کان ابن یوم واحد لکان بمنزلۃ الشیخ العالم و فوقہ و ان لم یکن من عند اللہ فلو عمر الف سنۃ فہو واحد من الناس (بحار جلد ۱۲ صفحہ ۹۷)

(خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ۔ اگر یہ خداداد منصب رکھتے ہیں تو ایک دن کے ہوتے ہوئے بھی سن رسیدہ عالم سے بہتر ہوں گے اور اگر خدا کی طرف سے نہیں تو ہزار سال کی عمر کے بعد بھی ایک معمولی انسان رہیں گے) بالکل اسی طرح امام حسینؑ نے فرمایا تھا جب راوی نے عرض کیا کہ علیؑ (زین العابدینؑ) تو ابھی کمسن ہیں۔ فرمایا کہ علیؑ تو علیؑ محمدؑ (باقرؑ) قابل اقتدا ہیں (بحار جلد ۱۱ صفحہ ۵)

نواں اور آخری اعتراض یہ ہے کہ "اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیمہ امامؑ کی طرف سے مسائل پوچھنے والوں کو جواب دیتی تھیں۔ حالانکہ کل سفراء چار تھے جن میں سے پہلے نائب عثمان بن سعید تھے چونکہ ان کی نیابت مسلمہ حضرات شیعہ ہے لہذا جناب حکیمہ کی نیابت بالبداہت باطل ہے لہذا روایت

جعلی ہے)" سبحان اللہ کس بے خبری کا استدلال ہے۔ حضور والا! شیعوں کے نزدیک طے شدہ ہے کہ جناب حکیمہ بھی نیابت کرتی تھیں۔ چنانچہ علامہ مجلسی بحار کتاب المزار ص۲۳۷ پر جناب حکیمہ کے متعلق لکھتے ہیں وکانت من السفراء والابواب (جناب حکیمہ منجملہ سفراء وابواب کے تھیں) کاش آپ نے بحار کی اسی تیرھویں جلد کو بغور دیکھ لیا ہوتا تو یہ شبہ دور ہو جاتا۔ خیر ہم سے سُنکر احوال سفراء کو کتاب مذکور میں پھر بغور پڑھئے۔ سفراء یا ابواب، وکلا یا نواب عام طور سے چار بزرگوں کو جن میں پہلے عثمان بن سعید ہیں ان اسباب کی بنا پر کہا جاتا ہے۔

اول عثمان بن سعید امام دہم ونہم کی طرف سے پہلے ہی سے وکیل و معتمد تھے۔

دوم قبض مال وغیرہ کے لحاظ سے ان لوگوں کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔

سوم یہ لوگ نص صریح سے بالخصوص مقرر ہوتے تھے اور ایک کا دوسرا نائب وقائم مقام بنایا جاتا تھا۔

چہارم عوام شیعہ سے زیادہ تر انہیں کا ربط ہوتا تھا۔ بخلاف جناب حکیمہ کے کہ ان کے لئے یہ باتیں نہ تھیں۔ اور اس میں ان کی کوئی منقصت نہیں۔ مخدرات اہلبیتؑ باختیار خود ہر کس وناکس سے کلام بھی نہیں کرتی تھیں۔ ہاں مخصوص اصحاب اگر کچھ پوچھتے تھے تو جواب دیتی تھیں۔ غرضکہ مصنف کے کل اعتراضات بے سروپا ہیں اور روایت اپنی جگہ پر بالکل درست اور معتبر ہے۔ انصاف ناظرین کے ہاتھ ہے۔

قولہ ۔ (۴۳) ولادت حضرت حجۃ علیہ السلام کے متعلق جناب حکیمہ کے دو بیان پیش کئے جا چکے ہیں۔ موصوفہ کا ایک بیان اور ملاحظہ ہو۔

"حسین بن حمدان بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے چند معتبر لوگوں نے بیان کیا کہ حکیمہ نے بیان کیا۔ میں جب امام حسن عسکری کی خدمت میں جاتی تھی تو دعا کرتی تھی کہ خدا آپ کو فرزند عطا کرے۔ ایک روز حسب دستور میں ان کو دعائیں دے رہی تھی کہ حضرت نے فرمایا کہ اے پھوپھی آپ جس مولود کی خدا سے دعا کیا کرتی تھیں وہ بہت جلد آج کی شب پیدا ہوگا۔ یہ شب جمعہ تھی۔ شعبان کا مہینہ تھا اور ۲۵۷ھ تھا حضرت نے فرمایا کہ آج شب کو ہمارے ساتھ افطار کیجئے میں نے کہا اے میرے سردار! وہ مولود کس سے پیدا ہوگا؟ فرمایا نرجس سے۔ میں نے عرض کی مجھکو نرجس سے مقابلہ میں کوئی کنیز پیاری نہیں معلوم ہوتی۔ میں نرجس کے پاس گئی۔ انھوں نے حسب دستور میرا استقبال کیا۔ میں نے اسی وقت جھک کر ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا لیکن انھوں نے مجھکو ایسا کرنے سے روکا۔ انھوں نے مجھکو سیدہ کہا۔ میں نے بھی ان کو سیدہ کہا۔ انھوں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں نے کہا کہ تم پر تمام دنیا فدا ہو۔ انھوں نے میرے اس قول سے انکار کیا۔ میں نے کہا کہ انکار نہ کرو۔ آج رات خدا تم کو ایسا بیٹا عطا کرے گا جو دنیا و آخرت میں بزرگ ہے۔ وہ میری باتوں سے شرما گئیں۔ میں نے ان کو غور سے دیکھا لیکن انکے اندر آثار حمل نہ دیکھے اور میں نے امام حسن عسکری سے عرض کیا کہ میں نرجس میں حمل کا کوئی نشان نہیں پاتی۔ آنحضرت مسکرا دیئے اور فرمایا کہ ہم اوصیاء کا حمل پیٹ میں نہیں ہوا کرتا۔ ہمارا حمل پہلوؤں میں ہوتا ہے۔ ہم رحم سے باہر نہیں آتے بلکہ

ماں کی داہنی ران سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نورِ خدا ہیں اور ہم کو نجاست آلودہ نہیں کرتی۔ تا آخر۔ (بحار الانوار باب ولادت)

جناب حکیمہ کے سب سے پہلے بیان پر تنقید کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ جناب حکیمہ کے بیانات سے نرجس خاتون کا حاملہ ہونا تک ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے ثبوت میں ہم نے ان کا یہ فقرہ پیش کیا تھا کہ "میں نرجس میں آثارِ حمل نہیں پاتی" اس کے بعد ہم نے عرض کیا تھا کہ ہم نے احتیاطاً اس فقرہ کی یہ تاویل کی کہ شاید جناب حکیمہ کا مطلب یہ ہے کہ آج حمل نرجس وضع ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ لکھنے کے بعد عرض کیا تھا کہ جناب حکیمہ کے دوسرے بیانات کو دیکھکر ہمیں اپنی یہ زبردستی کی تاویل بھی افسوس کیساتھ واپس لینا پڑی ان بیانات میں سے ایک یہ بیان ہے جو زیر بحث ہے۔ حدیث مذکورہ میں حکیمہ فرماتی ہیں کہ مجھے نرجس میں آثارِ حمل معلوم نہیں ہوئے تو میں نے امامؑ سے عرض کیا کہ نرجس کو حمل نہیں ہے تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ہم ائمہ کا حمل پیٹ میں نہیں ہوتا۔ اگر پیٹ میں ہوتا تو تمکو آثارِ حمل معلوم ہوجاتے۔ ہمارے نزدیک حضرات علمائے شیعہ اور انکے قابل احترام مقلدین کی تشفیٔ خاطر کے لئے یہ روایت بہت ہی کافی ہے۔ کیونکہ نہ صرف جناب حکیمہ بلکہ خود حضرت امام حسن عسکری کی بھی شہادت مہیا ہوگئی۔ کہ نرجس کے پیٹ میں حضرت حجۃ ابن الحسن کا حمل نہیں تھا۔ اگر پیٹ میں ہوتا تو حکیمہ کو ضرور معلوم ہوجاتا۔ ان تمام روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو فرقہ شیعہ کا بنائے عقیدہ ہیں۔ شیعہ صاحبان کو متفقہ طور پر اعلان کر دینا چاہیئے کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ماں نرجس خاتون یقیناً نہ تھیں۔ کیونکہ امام حسن عسکری اور

ان کی پھوپھی کا متفقہ بیان ہے کہ نرجس حاملہ نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام غائب کا حمل نرجس کے پیٹ میں نہیں تھا بلکہ داہنی ران میں تھا اور اس کی وجہ یہ کہ حضرت علیؑ علیہ السلام سے لیکر حضرت امام حسنؑ عسکری تک تمام ائمہ اپنی اپنی ماؤں کے شکم سے نہیں بلکہ داہنی ران سے پیدا ہوئے۔ اور داہنی ران سے پیدا ہونے کی وجہ یہ کہ وہ خون نفاس کی نجاست سے آلودہ نہ ہونے پائیں۔ اس کے متعلق راقم الحروف کیا عرض کرے۔ شیعہ حضرات خود انصاف کیساتھ غور کرلیں اور سوچیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ان راویوں کے مقابلہ میں جناب امام حسنؑ عسکری اور ان کی قابل احترام پھوپھی جناب حکیمہ کی ذلت و اہانت کو ہرگز گوارا نہ کریں گے۔ اور یقین کرینگے کہ یہ بیانات ہرگز ہرگز زبان امامت سے صادر ہوسکتے ہیں اور نہ جناب حکیمہ سے بلکہ نہایت جسارت اور گستاخی کیساتھ ان بیانات کو جناب حکیمہ سے منسوب کردیا گیا ہے۔

اقول:۔ اس سلسلہ میں آپکے تمام اعتراضات کے تسکین بخش جوابات منصف مزاج افراد کے سامنے پیش کئے جاچکے ہیں۔ اب مزید ضرورت نہ تھی مگر اس روایت کو پیش کرکے آپنے سابق کے اعتراض کو پھر دہراتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ امام حسن عسکریؑ نے بھی کہدیا کہ "نرجس کے پیٹ میں حضرت حجۃ ابن الحسنؑ کا حمل نہیں تھا" لہذا شیعوں کو اعلان کردینا چاہئے کہ حضرت حجۃ ابن الحسنؑ کی ماں نرجس خاتون یقیناً نہ تھیں" سبحان اللہ! پھر یہاں پر کہنا پڑتا ہے کہ صرف لاتقربوا الصلواۃ پر آپ کی نظر رہتی ہے۔ وانتم سکاریٰ کو کبھی نہیں دیکھتے۔ اسی عنوان کی جانب آپ "قل انما انا بشر مثلکم" میں

ابھی جل چکے ہیں۔

جناب والا! اگر امام حسنؑ عسکری نے یہیں پر سکوت کیا ہوتا تو آپ کو اعتراض کا حق بھی تھا لیکن جب اس کے بعد فوراً ہی یہ فرماتے ہیں کہ "ہمارا حمل پہلیوں میں ہوتا ہے" تو پھر سرے سے جناب نرجس کے حاملہ ہونے کا انکار کہاں سے لازم آتا ہے اعوجاج فہم کا ہمارے پاس علاج نہیں ہے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کی پیدائش اور خصوصیات زندگی کو سمجھ لینا ہر ناصعب متعصب کی بنا پر "راقم الحروف" کیا راقم الحروف کے قائم آنجہانی اور بہار مدفون سے بھی ناممکن ہے۔ آپکے یا کسی خارجی کے عرض کرنے پر ہمیں اب کیا شکایت! جبکہ ہماری چیزیں آپکے نزدیک طلسم ہوشربا بن چکی ہیں۔ لیکن آپ کو ایک "حیوان ناطق" فرض کرتے ہوئے یہ شکوہ ضرور ہے کہ جب بڑی بڑی روایتوں کو آپ نے مکمل طور سے لکھ دیا تھا تو اس روایت کا بھی پورا ترجمہ کر دیا ہوتا۔ مگر چونکہ پہلے جو اعتراض آپ کر آئے ہیں کہ بحار کی بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعد ولادت حضرت حجہؑ نے تمام صحف وکتب انبیاء کی تلاوت کی۔ اس کا غلط ہونا اس روایت کا پورا ترجمہ کر دینے نابت ہو جاتا اسلئے "تا آخر" لکھ کر پہلو تہی مناسب سمجھی گئی۔

قولہ۔ اب تک ہم نے جناب حکیمہ کی ان روایات کو قلمبند کیا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ علیہ السلام کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا۔ اسی سلسلہ میں جناب حکیمہ کا ایک اور بیان سن لیجیے۔

(۱۴) احمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں ۲۶۵ھ میں حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام سے ملا۔ اور پس پردہ ان سے گفتگو کی۔ اور ان کے دین و طریقے

کے متعلق ان سے سوال کیا۔ حکیمہ نے ان حضرات کے نام میرے سامنے بیان کئے
جن کی امامت کی وہ معتقد تھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے ائمہؑ میں سے ایک
حجۃ ابن الحسنؑ بن علیؑ ہیں اور آپنے حضرت حجۃ کا نام بتا دیا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا مجھکو
آپ پر قربان کرے۔ کیا آپنے حجۃ ابن الحسنؑ کو دیکھا ہے؟ جن کی آپ مجھکو خبر
دے رہی ہیں۔ یا ان کی خبر آپ تک پہنچی ہے؟ آپنے کہا کہ امام حسنؑ عسکری نے
حجۃ علیہ السلام کے بارے میں اپنی ماں کو ایک خاص مکتوب لکھا تھا۔ جب میں نے
اس خط کو دیکھا تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ وہ فرزند کون تھا۔ تو انھوں نے
فرمایا کہ وہ پوشیدہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حکیمہ سے جب یہ بات سُنی
تو میں نے کہا کہ جب وہ پوشیدہ ہیں تو شیعہ بوقت ضرورت کس کے پاس جائینگے
اور کون شخص ان کی مشکلات کو حل اور شبہات کو رفع کرے گا؟ تو حکیمہ نے کہا
کہ حجۃ علیہ السلام کی دادی جو کہ امام حسن عسکری کی ماں ہیں۔ شیعوں کو ان کے
پاس جانا اور اپنی مشکلات کو ان سے حل کرنا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ امام حسن عسکریؑ
علیہ السلام نے ایسی وصیت کرنے میں کس کی تقلید کی ہے۔ کہ شیعوں کو ایک عورت
کے سپرد کر دیا تو حکیمہ نے کہا کہ انھوں نے حسینؑ بن علیؑ کی پیروی کی ہے۔ اس لئے کہ
امام حسینؑ نے بظاہر اپنی بہن زینب دختر علیؑ کو وصیت فرمائی تھی اور یہ بات
اس طرح تھی کہ جو کچھ علوم و مسائل امام زین العابدین سے ظاہر ہوتے تھے وہ تمام
امر امام زین العابدین کے پوشیدہ رکھنے کے لئے زینبؑ کی جانب منسوب
ہوتے تھے۔ پس یہی حال قائم علیہ السلام کے متعلق مادر امام حسن عسکریؑ کا ہے
اس کے بعد فرمایا کہ تم تو صاحب اخبار و احادیث ہو کیا تمہارے پاس یہ روایت

نہیں ہے کہ امام حسن عسکری کی میراث ان کی زندگی میں تقسیم کردیجائیگی ۔ (دیکھو بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۰) حضرات شیعہ کے ہاتھوں میں جناب حکیمہ سے بڑھکر اور کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس نے بیان کیا ہو کہ حضرت حجۃ ابن الحسن اسکی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئے۔ لیکن مذکورہ بالا روایت نے سب سے پہلا اور سب سے آخری چشم دید گواہ بھی ان کے ہاتھوں سے کھو دیا۔ تمام عمارت منہدم ہوگئی اور تمام سابقہ بیانات پر پانی پھر گیا۔ اس بیان میں وہی جناب حکیمہ جو متواتر بیانات دے رہی تھیں کہ میں نے امام غائب کی قابلہ ہونے کے فرائض انجام دیئے اپنے اس بیان میں فرماتی ہیں کہ حضرت حجۃ میرے سامنے تو پیدا نہیں ہوئے ہاں میں نے ایک خط میں ان کی پیدائش کا حال پڑھا تھا جو امام حسن عسکری نے اپنی ماں کو لکھا تھا۔ اور امام حسن عسکری کی والدہ ہی سے مجھے بھی یہ معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ ہیں اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ نیز ایک مرتبہ اور اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام غائب اور قوم کے درمیان نواب راجہ کام نہیں کیا کرتے تھے بلکہ درمیانی سفیر امام غائب کی دادی تھیں۔ پس ان حالات میں ہمارا یہ دعویٰ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ امام دوازدہم کی ولادت کی کوئی یقینی و عینی شہادت موجود نہیں ہے۔

اقول۔ کیا کہنا آپ کی بے خبری کا! جناب زیر بحث روایت کی راوی "حکیمہ" نہیں ہیں بلکہ ان کی دوسری بہن "خدیجہ" ہیں۔ آپ ذرا ان کتابوں کو دیکھئے جن سے علامہ مجلسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ موصوف نے اس روایت کو غیبت "شیخ طوسی" سے بھی لیا ہے۔ لہذا آپ غیبت شیخ طوسی مطبوعہ تبریز صفحہ ۱۴۸

کو پہلے ملاحظہ کر لیجئے پھر یہ دعویٰ کیجئے گا کہ ایک چشم دید گواہ تھا وہ بھی ہاتھوں سے کھو دیا۔" اگر آپ یہ کہئے گا کہ بحار میں تو حکیمہ ہی لکھا تھا "نقل راجح عقل" تو میں عرض کروں گا کہ جب مسئلہ ایسا اہم تھا تو ماخذ پر ایک نظر کر لینا ضروری تھا تاکہ بعد میں آپ کو کوئی ملزم نہ قرار دے سکتا۔

علاوہ بریں آپ نے اصل روایت کا ترجمہ کرنے میں بھی دو مقام پر فاحش غلطی کی ہے۔ پہلی غلطی کی علت تو بظاہر آپ کی کم سوادی ہے مگر دوسری غلطی مبنی بر تعمد معلوم ہوتی ہے۔ راوی اور جناب خدیجہ میں گفتگو ہو رہی ہے اسکے بعینہ الفاظ یہ ہیں:۔

وسئلتها عن دينها فسمت لي من قائم بهم ثم قالت الحجة ابن الحسن بن علي ع فسمته فقلت لها جعلني الله فداك معاينة او خبراً فقالت خبراً عن ابي محمد كتب به الى امه فقلت لها فاين الولد فقالت مستور الخ

اس عبارت میں "معائنتہ او خبراً" کے ساتھ جو سوال کیا گیا ہے اسکا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سائل یہ پوچھ رہا ہے کہ آپ نے حضرت حجۃ کی امامت ازروئے مشاہدہ تسلیم کی ہے یا بربنائے خبر؟ تو جناب خدیجہ جواب دیتی ہیں کہ بربنائے خبر (نص امام حسن عسکری ع) تاکہ سائل یہ نہ سمجھے کہ خدیجہ اپنے مشاہدات اور ذاتی رجحانات کو مسئلہ امامت میں داخل کر رہی ہیں جبکہ یہ مسلم ہے کہ شیعوں کے امام ہمیشہ بالنص ہوتے رہے ہیں۔ لہٰذا آپ نے معائنۃ او خبراً" کے ترجمہ کو اپنے حسب مقصد بنانے کے لئے جناب خدیجہ کے جواب کے سلسلہ

میں یہ جملے "جب میں نے اس خط کو دیکھا تو ان کی والدہ سے پوچھا" بالکل زائد اور فرضی لکھے ہیں۔ اصل روایت سے ان جملوں کو کوئی لگاؤ نہیں ہے بلکہ آپکی کم سوادی اس کی ذمہ دار ہے۔ "فقلت لها" کا متکلم خود راوی ہے نہ کہ خدیجہ! راوی نے خدیجہ سے کہا کہ پھر وہ فرزند کہاں ہے؟ نہ یہ کہ خدیجہ نے مادر امام حسن عسکری سے پوچھا کہ وہ فرزند کون تھے۔

مہربان جب آپ کو مَنْ (کون) اور اَیْنَ (کہاں) کے معنی نہیں آتے جب آپ کو فاعل اور مفعول میں تمیز نہیں ہوتی تو خواہ مخواہ اعتراض کرنے کیلئے "بحار" کو کیوں لیکر بیٹھے؟ اگر کسی شیعہ اردو کتاب کو لیکر اعتراض کرنے کی کوشش فرماتے تو شاید آپ کی آبرو اس طرح برباد نہ ہوتی۔
اس روایت کے ترجمے میں آپ کی یہ پہلی غلطی تھی جو جہل پر مبنی کہی جا سکتی ہے لیکن دوسری غلطی تو بالکل تجاہل پر مبنی معلوم ہوتی ہے پہلے اصل عبارت یعنی آخر روایت ملاحظہ ہو:۔

"ثم قالت انكم اصحاب اخبار اما رويتم ان التاسع من ولد الحسين بن علي يقسم ميراثه وهو في الحيوٰة"

پھر خدیجہ نے کہا کہ یقیناً تم لوگ احادیث کے جاننے والے ہو کیا تم لوگوں نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ "حسینؑ ابن علیؑ کے نویں فرزند کی میراث تقسیم کردی جائیگی حالانکہ وہ زندہ ہوگا"

میں تمام عربی داں افراد سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اصل عبارت مع میرے ترجمہ کے دیکھیں اور رہا ایمان مصنف کا ترجمہ بھی۔ پھر ایک دفعہ ملاحظہ فرما کر خود

ہی فیصلہ کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے - آپ ترجمہ کرتے ہیں کہ :-

"اس کے بعد فرمایا کہ - تم صاحب اخبار و احادیث ہو کیا تمہارے پاس یہ روایت نہیں ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی میراث ان کی زندگی میں تقسیم کردی جائے گی"

تاسع من ولد الحسینؑ (حسینؑ کے نویں فرزند) کا مصداق کسی تاریخ سے مصنف صاحب امام حسن عسکریؑ کو ثابت کریں - مگر وہ کیا ان کی پوری برادری اس بارے میں عاجز نظر آئے گی - اس لئے کہ ہر واقف کار جانتا ہے کہ حسینؑ کا نواں فرزند حسن عسکریؑ کا دلبند ہے اور کوئی نہیں - تاریخ کی اس ترتیب کو کوئی قیام قیامت تک بدل ہی نہیں سکتا - علیؑ بن الحسینؑ، محمدؑ بن علیؑ، جعفرؑ بن محمدؑ، موسیٰؑ بن جعفرؑ، علیؑ بن موسیٰؑ، محمدؑ بن علیؑ، علیؑ بن محمدؑ، حسنؑ بن علیؑ، م ح م د بن الحسنؑ علیہم السلام -

اگر ابو العباس صاحب میں کچھ دم ہو تو بسم اللہ سامنے آئیں - ہمیں گوئے وہمیں میدان، قلیل الاطلاع مصنف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ میراث کا اطلاق مورث اور وارث دونوں پر ایک لحاظ سے ہوتا ہے - موصوف کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آیا کہ میں جو یہ لکھ رہا ہوں، کہ امام حسن عسکریؑ کی میراث ان کی زندگی میں تقسیم کردی جائے گی، تو یہ واقعہ کے مطابق بھی ہے یا نہیں؟ مذہبی رنگ میں اسقدر پُر فریب اور جعل ساز آدمی تو بجز نقمان رضا امروہوی کے اس زمانہ میں اور کوئی بظاہر نہ تھا - لیکن کیا معلوم تھا کہ اسی کے قرب و جوار میں ایک اور نظیر موجود ہے -
(ایک خبر ہے کہ نقمان رضا صاحب نے توبہ کرلی ہے)

ہم پہلے لکھ چکے ہیں، کہ جناب حکیمہ سے بڑھ کر ولادت امام عصرؑ کی شہادت دینے والے موجود ہیں - اور یہ بھی آپ کو بتا چکے ہیں کہ کسی بچے کی ولادت ثابت

کرنے کے لئے اولاً تو چشم دید گواہ کی ضرورت نہیں۔ ثانیاً جناب حکیمہ کی گواہی پر اس روایت سے پانی نہیں پھرتا ہے بلکہ آپ کی آبرو پر پانی پھر گیا۔ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ یہ بیان حکیمہ کا نہیں ہے بلکہ ان کی بہن خدیجہ کا ہے اس کے علاوہ آپ روایت کو خود نہیں سمجھے ہیں ذلک بانھم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون۔

آپ کا یہ جملہ بھی محض عوام کو فریب دینے کے لئے ہے "حکیمہ اس بیان میں فرماتی ہیں کہ حضرتؑ میرے سامنے تو پیدا نہیں ہوئے" ورنہ اصل روایت میں قطعاً اس طرح کی کوئی عبارت موجود نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ لکھنا کہ "اور امام حسن عسکریؑ کی والدہ ہی سے مجھے (حکیمہ کو) یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ (حجۃ) پوشیدہ ہیں اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم" آپ کی فہم کا افسوسناک اور عبرت انگیز مظاہرہ ہے رہ گیا امام حسن عسکری کی دادی یا پھوپھی کا واسطہ ہونا تو اس سے "نواب اربعہ کی سفارت نہیں باطل ہوتی ہے۔ اور نہ جناب کو اس اعتراض سے یہاں کوئی نفع پہنچ سکتا ہے۔ مگر آپ کو تو دنائت طبع کی بنا پر صرف لفظ نواب کے ساتھ راجہ کا آوازہ کسنا تھا۔ حالانکہ آپ کو شاید امام کے نوّاب اور راجہ نواب میں معنوی فرق کے ساتھ لفظی فرق کی بھی خبر نہیں ہے۔ نوّاب (بضم النون) جمع ہے نائب کی اس کے معنی عام طور پر قائم مقام کے سمجھے جاتے ہیں۔ اور راجہ کے ساتھ جو نوّاب (بفتح النون) بولا جاتا ہے وہ بحیثیت واحد کے بولا جاتا ہے جس کے معنی لغوی بہت زائد نائب بنانے والا ہے اور اگر برنباے تصرف اسکو اردو کا مستقل لفظ قرار دیا جائے تو اس کے معنی جاگیردار کے ہوتے ہیں

اور بظاہر یہ لفظ اردو بن چکا ہے اسی لئے واؤ پر کبھی تشدید دیتے ہیں اور کبھی نہیں دیتے ہیں۔ اور نوّاب کہتے ہیں۔ بخلاف "نُوّاب اربعہ" کے یہاں پر نواب کی لفظ اُردو میں بھی آپ تنہا کسی ایک سفیر کے لئے نہیں استعمال کر سکتے کیونکہ یہ لفظ تعدد اور تکثر کے لئے وضع ہوئی ہے۔

قولہ - اسی کے ساتھ ساتھ مصنف جنات الخلود کا بیان بھی پڑھ لیجئے جو ولادت امامؑ غائب کے سلسلے کی ایک مصیبت خیز کڑی ہے۔ مصنف موصوف اپنی تصنیف مذکور میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایک روایت کے مطابق دو لڑکے رکھتے تھے اور پانچ لڑکیاں۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے دو لڑکے تھے اور دو لڑکیاں۔ لڑکوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک علی ابن محمدؑ ملقب بہ نقی علیہ السلام تھے اور دوسرے موسیٰ۔ اور لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک لڑکی کا نام فاطمہؓ اور دوسری کا امامہؓ تھا۔

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے یہاں حکیمہ نام کی کوئی لڑکی ہی نہ تھی۔ یا کم از کم حکیمہ کا وجود مشکوک ضرور ہے۔ جب جناب حکیمہ کا ہی وجود شک و شبہہ سے خالی نہیں تو پھر وہ بیانات بھی شک و شبہہ سے خالی نہیں تسلیم کئے جا سکتے۔ جو آپ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ ان ضعیف، مجروح، مشکوک اور خلاف عقل روایات کے علاوہ وہ کون سی روایات ہیں جن سے حضرت امام دوازدہم کی ولادت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے۔

اقول :- مصنف جنات الخلود پھر بھی متاخرین میں ہیں۔ کاش آپ

نے زحمت کر کے اسی بحار کی بارھویں جلد کو دیکھا ہوتا تو اولاد امام محمد تقیؑ کے متعلق کل اقوال آپ کو مل جاتے۔ خیر اس وقت مجھ سے سن لیجئے بعد میں تطبیق کر لیجئے گا۔

پہلا قول علامہ مجلسیؒ نے بحوالہ ارشاد مفیدؒ یہ نقل کیا ہے کہ "حضرتؑ نے دو بیٹے علیؑ اور موسیٰ چھوڑے اور دو بیٹیاں فاطمہ اور امامہ چھوڑیں۔ لڑکے بس یہی ۲ تھے۔

اس قول میں اور لڑکیوں کے وجود سے انکار نہیں ہے ہاں ۲ سے زیادہ لڑکوں کے وجود کی نفی موجود ہے۔

دوسرا قول مناقب کے حوالہ سے نقل کیا ہے ابن بابویہ (صدوق) نے فرمایا ہے کہ حضرتؑ کو معتصم نے زہر دیا۔ اور آپ کی اولاد امام علیؑ نقی اور موسیٰ اور حکیمہ و خدیجہ و ام کلثوم ہیں"۔ اس کے بعد صاحب مناقب نے بھی جناب مفید کا وہی قول سابق نقل کیا ہے۔

پھر آگے بڑھکر علامہ مجلسی نے کتاب اعلام الوریٰ کے حوالہ سے انھیں دونوں مذکورہ بالا اقوال کو نقل کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اولاد کی تعداد ایک تاریخی اور واقعاتی چیز ہے اس میں کسی کے اقوال کو دخل نہیں ہے۔ تاہم چونکہ یہ تعداد یں تاریخ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں اس لئے دونوں اقوال پر ایک نظر کر لینی چاہئے۔ مگر پہلے ہمیں یہ دیکھ لینا ہے کہ ان دو بظاہر مخالف اقوال میں کوئی معنوی اتحاد بھی پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ہاں بہت ممکن ہے کہ جناب مفید نے انکے

اصلی نام لکھے ہوں اور جناب صدوق نے ان کے عرفی لقب اور پکارنے کے نام لکھے ہوں یا اس کے عکس ہو۔ خصوصاً جبکہ اس گھر میں ایک ایک شخص کے کئی کئی نام ہونے کا دستور بھی رہا ہو۔ لیکن اگر آپ اس توجیہ پر راضی نہ ہوں تو ہم قول صدوق کو درایت کی روشنی میں چند وجوہ سے ترجیح دیں گے۔

اول چونکہ جناب صدوق متوفی ۳۸۱ھ کا زمانہ جناب مفید متوفی ۴۱۳ھ سے مقدم ہے اس لئے صدوق کا قول ارجح ہے۔

دوم جناب مفید (جن کے بیان میں صرف فاطمہ اور امامہ ہے) کا ذکر سے کافی بیشتر جناب محمد بن یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ) نے خود کافی میں جناب حکیمہ کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے بھی قول صدوق کو رجحان حاصل ہے۔ ملاحظہ ہو اصول کافی باب تسمیہ من راہ جس میں حکیمہ بنت محمد بن علی وہی عمتہ ابیہ صاف موجود ہے۔

سوم۔ جناب صدوق کے قول کی مصدق وہ کثیر روایتیں ہیں جن میں جناب حکیمہ کا نام آیا ہے۔ چنانچہ صرف باب الولادۃ (بحار) میں نو روایتیں ایسی ہیں جن میں ان معظمہ کا تذکرہ موجود ہے اور چھ روایتیں ایسی ہیں جنکی راوی خود جناب حکیمہ ہیں۔ باب الولادۃ کے علاوہ ثانی جلد بحار کے دیگر ابواب میں بھی اکثر مقامات پر ان کا نام آیا ہے، یہ تو بحار کا حال ہے لیکن اسکے علاوہ تقریباً ہماری تمام کتابوں میں ان معظمہ کا ذکر موجود ہے جیسا کہ کافی کا حوالہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

چہارم اس مقام پر ہر سمجھدار آدمی سوچ سکتا ہے کہ جب شیعہ راوی کو صرف

جعلی روایتیں بنائی تھیں تو پھر اس کو یقینی بنانے کے لئے انھیں امام ہم کی کسی واقعی صاحبزادی کی جانب انتساب کرنا زیادہ ضروری تھا نہ کہ ایک فرضی صاحبزادی کی طرف فرضی واقعات کو منسوب کرنا اور وہ بھی ایسے دور میں جس میں لوگوں کو تھوڑی سی تحقیق پر یقیناً معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ حکیمہ نام کی کوئی صاحبزادی ہیں بھی یا نہیں۔

ان واضح دلائل کے بعد جناب حکیمہ کا وجود مشکوک ثابت کرنے والے خود مشکوک نظر سے دیکھے جائیں گے۔ الفاظ آپکے منہ میں ہیں ان روایات کو چاہے ضعیف کہہ دیجئے یا مجروح و مشکوک بنائیے یا خلاف عقل لیکن ثبوت کی منزل میں ہر بات پر آپ منہ کی کھا رہے ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہٹ دھرمی اور عصبیت کی بنا پر ہماری ہر سیدھی بات آپ کو الٹی نظر آتی ہے مگر واضح ہو کہ ان روایتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی روایتیں حضرت حجۃؑ کی ولادت اور وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں سے کچھ ہم پہلے باب کے جواب میں لکھ آئے ہیں۔ فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔

قولہ۔ نتیجہ (۱) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس دن پیدا ہوئے (۲) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس تاریخ کو پیدا ہوئے (۳) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس سنہ میں پیدا ہوئے۔ (۴) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ (۵) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری پیدا بھی ہوئے یا نہیں (۶) قطعی اور یقینی طور پر

ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری زندہ بھی رہے یا نہیں (۷) قطعی اور یقینی طور پر حضرت حجۃ ابن العسکری کی ولادت کے واقعات فطرت عقل و نقل کے خلاف ہیں (۸) قطعی اور یقینی طور پر حضرت حجۃ ابن العسکری کی عینی گواہ جناب حکیمہ کا وجود ثابت نہیں۔

پس حضرات شیعہ کو غیر قطعی اور غیر یقینی روایات کی تقلید سے آزاد ہو کر ایک فرضی وجود کے عقیدہ سے دست بردار ہو جانا چاہیئے اور حضرت قائم آل محمدؐ کے مسئلہ کی چھان بین یقینی دلائل کی روشنی میں از سر نو کرنی چاہیئے۔

اقول۔ نمبر ۱، ۲، ۳ کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ تاریخی واقعات کیلئے جو قطع و یقین ضروری ہے وہ اس باب میں موجود ہے اور بالفرض اگر کسی ایسی بڑی ہستی کے لئے جس کے معجزہ یا کارنامے کروروں انسانوں کے سامنے ہوں اور جسکی "حکیمانہ" باتیں تمام اہل زمانہ کے لئے شمع راہ ہدایت ہوں، اس کی ولادت کا دن اور تاریخ و سنہ تاریخ نے ایک معین شکل میں محفوظ نہ رکھا ہو تو اس سے اس ہستی کا سرے سے انکار کر دینا کب لازم آتا ہے؟

نمبر ۴ کے متعلق بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اول تو یقینی طور سے ثابت ہے کہ حضرت حجۃؑ جناب نرجس کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے ہیں لیکن اگر نرجس کے متعدد نام سے آپ کے دل میں کھٹک پیدا ہوتی ہو تو میں آپ کی تسکین کے لئے صرف چوتھے امامؑ اور آٹھویں امامؑ کی مادران گرامی کے نام کے متعلق تاریخی اختلافات کو آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اسی بحار کی جلد ۱۱ ص ۲۷۴ کو دیکھئے حضرت سید الساجدینؑ کی والدہ ماجدہ کے دس مختلف نام لکھے ہوئے نظر آئیں گے۔ (۱) غزالہ (۲) شاہ زنان،

(۳) شہربانو (۴) سلامہ (۵) خولہ (۶) برہ (۷) شاہ جہاں (۸) مریم (۹) فاطمہ، (۱۰) سلافہ۔ اسی طرح امام رضاؑ کی والدہ محترمہ کے بھی دس مختلف نام اسی جلد میں آپ کو ملیں گے۔ (۱) خیزران (۲) شقراء (۳) ام البنین (۴) اروی (۵) سکینہ (۶) نجمہ (۷) سکن (۸) تکتم (۹) صقر (۱۰) طاہرہ۔

کیوں جناب! والدہ حضرت حجتؑ کے لئے تو صرف چار ہی نام مورخین نے لکھے ہیں اور والدہ امام چہارم و ہشتم کے لئے تو دس دس نام تاریخ پیش کر رہی ہے۔ تو کیا آپکے اصول کی بناپر ان حضرات کی ولادت بھی غیر یقینی ہو جائے گی۔ سچ ہے ان الیتیم یتیم العقل والادب۔

نمبر ۵ نمبر ۶ کے متعلق بھی لکھا جا چکا ہے کہ حضرت پیدا بھی ہوئے اور زندہ بھی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی ایمانداری اور نقل روایت میں دیانتداری کو پورے طور سے واضح کر دیا گیا ہے۔

نمبر ۷ کے متعلق بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ولادت کے واقعات بالکل نقل کے مطابق ہیں۔ آپنے شاید کسی سے عقل کے ساتھ نقل کا استعمال سُن لیا ہے اور اس کا مفہوم نہیں جانتے ہیں۔ ورنہ شیعوں سے یہ کبھی نہ کہتے کہ ''حضرت حجتؑ کی ولادت کے واقعات خلاف نقل ہیں''۔ اس لئے کہ انکے یہاں تو ہر امامؑ کی ولادت سے متعلق نقل (یعنی حدیث) سے تقریباً ایسے ہی واقعات ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کو خلاف عقل دہریے کہہ سکتے ہیں۔ ایک قادر مختار کے ماننے والے یہ کبھی نہیں کہہ سکتے۔ اور کیوں جناب! آپنے اپنے قائم آل محمدؑ کے لئے اسی رسالہ ''ظہور قائم آل محمد'' کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر جو یہ لکھا ہے کیا وہ بالکل

مطابق عقل اور موافق فطرت ہے؟ ملاحظہ کیجئے :-

"کرنل سام خاں کی فوج نے جو ۷۵۰ سپاہیوں پر مشتمل تھی جو ہلالی شکل میں کھڑی کی گئی تھی (فوج کے ماہرین جانتے ہیں کہ ایسی حالت میں نشانہ کا خطا ہونا ناممکن ہے) اس فوج نے آپ پر فائر کیا۔ لیکن جب دھواں صاف ہوا تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب یہ دیکھا کہ رسیاں جل چکی ہیں اور کسی گولی نے حضرت باب اور ان کے ساتھی پر اثر نہیں کیا۔ اور حضرت باب قریب کے ایک برآمدہ میں بیٹھے ہوئے اپنے کاتب وحی کو کچھ لکھوا رہے ہیں"

واقعاً کس قدر ادب آموز تھیں وہ گولیاں کہ رسی کی بندشوں کو اس صفائی سے جلا کر حضرت کو آزاد کر دیا کہ نہ فقط حضرت بلکہ آپکے جاں نثار کے جسم سے بھی مس نہ ہوئیں۔ اب اس کے بعد میدان سے قریب کے برآمدہ تک خدا جانے ملک کے سہارے پہونچے یا گولیوں کے زور سے؟

"ایک پہیلی ہے اسے سمجھا کرو بوجھا کرو" پھر کاتب وحی کو کچھ لکھوانا نہ صرف آپ کی دلجمعی کی علامت ہے بلکہ آپ کی نبوت صادقہ کی پہچان بھی ہے۔

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

نمبر ۸ کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں کہ جناب حکیمہ کا وجود ثابت ہے اور آپکے مزید اطمینان کے لئے انھیں علامہ مجلسی کی بحار کتاب المزار کے مطالعہ کی طرف آپکو متوجہ کرتا ہوں (جس کی مختصر عبارت پہلے لکھ چکا ہوں)

آخر میں نمبر ۹ کے متعلق یہ گذارش ہے کہ ہم نے تو اتنی کثیر روایات کی بنا پر حضرت حجۃ کا وجود تسلیم کیا ہے جو کم از کم تواتر معنوی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر آپنے

اپنے قائم آل محمد کے اثبات کے لئے جو یقینی دلائل فرض کئے وہ فرض سے آگے نہیں بڑھتے جیسا کہ باب پنجم کے جواب میں آپ کو خود معلوم ہو جائیگا۔

قولہ ۔ باب سوم ۔ کیا امامت اور غیبت حضرت حجۃ ثابت ہے؟ امام غائب کے ظہور سے ان طالب حضرات سے جو ان کا نام سُنکر ابھی تک عجل اللّٰہ ظہورہٗ کہتے ہیں خصوصاً اور شیعہ علماء سے عموماً تقاضا ہے کہ ان مضامین کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور اگر پیدائش امام غائب اور تقرر اور تعین کے متعلق جو روایتیں ان مضامین میں بیان کی ہیں اُن سے بہتر روایتیں یا زیادہ قابل اعتماد راوی یا بحار الانوار کی تیرھویں جلد سے زیادہ مشہور اور مستند کتاب پیش کر کے امام غائب کی پیدائش ان کا تقرر، امامت و غیبت ثابت کر سکتے ہیں تو بسم اللّٰہ کریں ورنہ ان موہومات کے مجموعہ سے دست بردار ہوں اور ملت کو بھی آگاہ کر دیں۔ کیونکہ آنے والا آچکا اب کوئی حقیقت منتظرہ باقی نہیں ہے۔

اقول ۔ اگرچہ ہمارے پاس "بحار" سے بھی زیادہ مستند اور مشہور کتابیں موجود ہیں جو کتاب مذکور سے صدیوں پیشتر لکھی گئی ہیں اور ان میں "طرق کثیرہ" سے وجود حجۃ ؑ کو بیان کیا گیا ہے مگر چونکہ آپ نے بحار کی روایتوں سے تعرض کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اسی بحار ہی سے آپ کو جوابات دے رہے ہیں۔ اگر آپ کے دل میں ذرا بھی انصاف ہوگا تو اقرار کریں گے کہ اپنے سوء فہم سے "حقائق" کو "موہومات" کو سمجھ بیٹھا ہے۔ رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ "آنے والا آچکا اب کوئی حقیقت

منتظرہ باقی نہیں ہے" ایسا دعویٰ ہے کہ جس میں آپکے فرضی قائم آل محمد بھی آپکے ہمنوا نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بھی ایک حقیقت منتظرہ کے منتظر تھے۔ جیسا کہ ہم عنقریب ان کی "تفسیر سورۂ کوثر" سے ان کا وہ صریحی اقرار آپکے سامنے پیش کرینگے۔ جسے دیکھکر قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھنے کو جی چاہے گا

فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین

(جب شیطان کا حکم مان کر انسان نے کفر کیا تو شیطان نے کہدیا کہ میں تجھ سے بری ہوں میں تمام عالموں کے پالنے والے خدا سے ڈرتا ہوں)

قولہ ۔ گذشتہ باب میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت مشکوک اور قطعی غیر یقینی ہے آپکی امامت و غیبت پر بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن اس خیال سے کہ عقیدہ حجۃ ابن الحسنؑ کے تمام پہلو اچھی طرح روشن ہو جائیں۔ مناسب ہے کہ چند باتیں آپ کی امامت و غیبت کے متعلق بھی عرض کردی جائیں۔

اقول ۔ جس طرح آپنے ثابت کیا ہے تو آپ کا دل ہی جانتا ہوگا۔ مگر ہمارے جوابات کے بعد انصاف پسند ناظرین بھی آپ کی عیاریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے اور آپ کی ان ناشائستہ حرکتوں کے بعد تو وہ آپکی کوئی بات سننا پسند نہ کریں گے لیکن ہم بھی "تا درخانہ باید رسانید" کی بنا پر آپ کی مہمل باتوں کے فریب کو آشکار کرنے کیلئے تیار ہیں۔

قولہ ۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی آپکی وفات کے بعد آپ کا وہ مزعومہ فرزند جس کی نہ تاریخ ولادت کا پتہ ہے

نہ روز ولادت کا اور نہ اس کی ولادت کا سال معلوم۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی ولادت بھی مشکوک ہے۔ پانچ سال کی عمر میں معدودے چند راوی لکھتے ہیں کہ عہدۂ امامت پر فائز ہوا اور اسی ننھی سی عمر میں قیادت قوم کا بارگراں اس کے کمزور کاندھوں پر ڈال دیا گیا۔ مگر وہ بھی ایسے کہ خود نظروں سے ہمیشہ پوشیدہ اور امام حسن عسکریؑ کی کوئی تحریری وصیت موجود نہیں۔

اقول ۔ چبایا ہوا لقمہ چبانا آپ کی عادت میں داخل ہو گیا ہے۔ شروع سے ابتک نہ جانے کتنی دفعہ آپ انھیں باتوں کو دہرا چکے ہیں (اور ہم دنداں شکن جواب بھی دے چکے ہیں) مگر پھر وہی رٹ لگی ہوئی ہے۔ مہربان من!

"ننھی عمر میں قیادتِ قوم کا بارگراں" ائمہ میں امام محمد تقیؑ اور انبیاء میں جناب یحییٰؑ بھی سنبھال چکے ہیں۔ اب رہا آپ کا یہ کہنا کہ "امام حسن عسکریؑ کی کوئی تحریری وصیت موجود نہیں" تو یہ آپ کے جہل یا تجاہل پر دال ہے۔ اسی بحار میں پیغمبرؐ سے لیکر امام حسن عسکریؑ تک کی پیشین گوئیاں اور نصوص صحیحہ تحریر ہیں۔ چنانچہ خود امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ سے بہت سی روایتیں اس باب میں منقول ہیں (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ ص ۲-۴) غیر عربی داں حضرات کے لئے یہاں پر ان میں سے ہم صرف چند روایتوں کا خلاصہ بھی تحریر کئے دیتے ہیں:-

پہلی روایت: امام علی نقیؑ نے فرمایا۔ میرے بعد میرا جانشین میرا فرزند حسنؑ ہے۔ اس جانشین کے جانشین کے بارے میں تمہارا کیا حال ہوگا؟

راوی نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا کہ بات یہ ہے کہ نہ تم خود اس کو دیکھو گے اور نہ تمہارے لئے اس کا نام لینا حلال ہوگا۔ راوی نے دریافت کیا کہ پھر ہم ان کا ذکر کیونکر کریں؟ فرمایا کہ بحیثیت حجت آل محمدؐ کہنا۔

"دوسری روایت اور امام علی نقیؑ کی تحریری وصیت" امام محمد تقیؑ کی رحلت کے بعد شیعوں نے امام علیؑ نقی کو درباب امامت خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تا زندگی امامت میرے لئے ہے۔ بعد از اں میرا جانشین حسنؑ عسکری تمہارے پاس آئیگا۔ اور تمہاری کیا حیثیت ہوگی اس کے جانشین کے بارے میں؟ (گویا اس طرح مابعد کے اختلافی خطرات سے آپ لوگوں کو ڈرا رہے ہیں)

تیسری روایت۔ امام حسن عسکری نے فرمایا کہ اے شیعو! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ میرے جانشین کے بارے میں اختلاف کر رہے ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ رسولؐ کے بعد جملہ ائمہؑ کا اقرار کرنے والا مگر میرے فرزند سے انکار کرنیوالا اس شخص کی طرح ہے جو تمام انبیاءؑ کا مقر ہو مگر نبوت محمدؐ کا منکر ہو۔ اور نبوت سرور عالم کا منکر اس شخص کے مانند ہے جو تمام انبیاؑ کا منکر ہو۔ اس لئے کہ ہمارے آخری کی اطاعت ہمارے اول کی اطاعت ہے اور ہمارے آخر کا انکار گویا ہمارے اول کا انکار ہے۔ آگاہ ہو جاؤ میرے فرزند کی غیبت ایسی ہوگی جس سے عام طور پر لوگ شک و شبہہ میں پڑ جائیں گے مگر وہ جسکو خدا محفوظ رکھے۔

چوتھی روایت۔ امام حسن عسکری نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ اس نے دنیا سے مجھکو نہیں اٹھایا یہانتک کہ مجھے میرا جانشین دکھا دیا جو کہ صورت

وسیرت میں رسول ص سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ زمانۂ غیبت میں خدا اس کی حفاظت کرے گا۔ پھر اسے ظاہر کرے گا۔ اور وہ زمین کو عدل وداد سے اسی طرح بھر دیگا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔

پانچویں روایت - امام حسن عسکری ع کی یہ تحریر آئی کہ دشمن چاہتے تھے کہ مجھے قتل کرکے میری نسل کو منقطع کر دیں الحمدللہ کہ خدا نے ان کی تکذیب کر دی۔"

ان روایات کے علاوہ بحار کے مختلف ابواب میں حضرت حجۃ کے وجود اور امامت پر بے شمار صریحی روایات موجود ہیں من شاء فلیرجع الیہ

قولہ - اس مضمون کو پڑھنے والے غور فرمائیں کہ پانچ برس کا بچہ رہنمائی قوم کے فرائض ادا کر سکتا ہے۔ اور یہ واقعہ قانون عقل، قاعدۂ فطرت، سنت الٰہی اور شریعت اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ بہر حال یوم ولادت سے پانچ سال کی عمر تک تقریباً روپوش اور پانچ برس کی عمر میں بالکل روپوش ہو جاتا ہے۔ اس روپوشی کی حالت میں قوم کی مشکلات کیونکر حل ہوئیں اس بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اقول - پانچ برس کا بچہ اگر منصب دار ہو تو سہ سالہ بچہ احباب یحیٰی ع کی طرح اس کا رہنما ہونا سنت الٰہیہ بھی ہے اور مطابق دین فطرت بھی - اب رہا قانون عقل اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہونا تو اس کے لئے لائق مصنف کو پہلے خرق عادت اور معجزہ کی بحث کو دیکھنا چاہیئے - کیا قیامت ہے کہ آپکے فرضی قائم آل محمد کی خوارق عادات باتیں تو آپکے نزدیک مسلم اور حجۃ ابن الحسن ع کے خوارق عادات امور بالکل مہمل ؟ ولتعلمن نباءہ بعد حین -

قولہ - (۱) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ جو مسائل مجھ سے دریافت کرتے ہیں وہ میں اس بہجالہ امامؑ غائب سے حل کر لیتی ہوں اور جواب دیتی ہوں۔ (دیکھئے بحار الانوار باب ولادت حضرت حجۃؑ) (۲) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی مشکلات کو امام غائب کی دادی سے حل کریں۔ (بحار الانوار باب ولادت صفحہ ۲۶۲) ان دونوں بیانوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کمسن و نابالغ امام فطرت کے مطابق خاموش تھا اور اس کی طرف سے جناب حکیمہ یا امام حسنؑ عسکری کی والدہ قوم کی مشکلات حل کرتی تھیں۔

اقول - جناب حکیمہ وغیرہا کے واسطہ ہونے سے انکار نہیں ہے۔ مگر ان وسائط کی بنا پر آپ کا یہ ارشاد کہ "کمسن اور نابالغ امام فطرت کے مطابق خاموش تھا" سراسر آپ کی ابلہ فریبی ہے کیونکہ جب حضرت کی ولادت اور رضاعت کے زمانہ کے ہدایت آفریں واقعات کتابوں میں مذکور ہیں (جن میں سے ہم کچھ پہلے لکھ چکے ہیں) تو اس کے بعد فطرت کی آڑ لینا بالکل بے محل ہے۔ خصوصاً جبکہ شیعہ روایات حضرت کی خاموشی اور غیبت کی وجہ عام طور پر خوف اور تقیہ قرار دے رہے ہیں۔ اور آپ مسلمات مذہب شیعہ سے ہی پر اعتراض بھی کرنا چاہتے ہیں۔

قولہ - بحار الانوار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات امام حسن عسکریؑ کے بعد چونکہ امام کی تعیین باقاعدہ عمل میں نہیں آئی تھی اور اس زمانہ کے شیعہ اس مسئلہ میں حیران و پریشان ہوئے۔ کہ اب ہم کس کی طرف رجوع کریں تو شیعہ جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک جماعت نے جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کو امام تسلیم کر لیا۔ جعفر مذکور نے خود بھی دعوئی امامت کیا اور بیان کیا کہ امام حسن عسکریؑ

لاولد فوت ہوئے۔

اقول:۔ یہ آپ کا بالکل غلط دعویٰ ہے کہ "امام کی تعیین باقاعدہ عمل میں نہیں آئی تھی۔ شاید آپ کا خیال یہ ہو کہ عام دنیوی سلاطین کے دستور کے مطابق وہاں بھی تاجپوشی ہوتی تھی۔ جو حضرت کے لئے نہیں انجام دی گئی، تو اسے دماغ سے بالکل نکال دیجئے۔ ہمارے ائمہؑ برابر تقیہ کے دور سے گذرتے رہے۔ لہذا سب کا دستور یہی تھا کہ اپنے دوستوں کو (حسب قرار داد پیغمبرؐ اسلام) بعد میں ہونیوالے امام سے مطلع فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہی طریقہ امام حسن عسکریؑ نے بھی اختیار فرمایا (جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں) ورنہ آپ کے مفروضہ کی بنا پر تو حضرت علیؑ کا مسئلہ بھی یوں ہی رہ جائے گا۔ اب رہا شیعہ جماعت میں اختلاف، تو باقاعدہ تعین امام نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ اپنی خود غرضیوں اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے ہوا۔ جیسا کہ امام جعفر صادق کے بعد اور امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد بلکہ تقریباً ہر امام کے بعد ہوا۔ تو کیا شیعوں کے ان اختلافات کی بنا پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان حضرات نے بھی باقاعدہ تعین امام نہیں کیا تھا؟ خدا کے لئے اس غلط توجیہ پر شرم کیجئے۔

ہاں جعفر کذاب نے ضرور دعویٰ امامت کیا تھا اور شاہ وقت کو ملا کر پس ماندگان امام حسن عسکری پر ہر طرح کا ظلم بھی کیا۔ لیکن باوجود ان مظالم کے ان کی امامت کو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ (بحار جلد ۱۲ باب وفات امام حسن عسکریؑ) اس لئے کہ ان کے ارتکاب محرمات اور کذابیت کی خبر شیعوں میں پہلے سے مشہور تھی۔ امام زین العابدینؑ نے بہت پہلے سے خبر دیدی تھی اور خود باپ نے بھی

پیشین گوئی کی تھی (بحار جلد ۱۲ باب احوال جعفر وسائر اولادہ)

قولہ - جعفر کے دعوئ امامت نے اصحاب حضرت امام حسن عسکری میں کھلبلی مچادی ان اصحاب میں عثمان بن سعید عمری نے اس راز کا انکشاف کیا کہ جعفر کا دعویٰ غلط ہے - امام مرحوم کا ایک فرزند موجود ہے اور نظروں سے پنہاں ہے اور وہی امام ہے میں ان کا نائب ہوں - تمام قوم میری طرف رجوع کرے - عثمان بن سعید عمری کی اس حکمت عملی کی تائید بعض دیگر اصحاب امام مرحوم نے بھی کی - اور اس طرح شیعوں کا کچھ حصہ عثمان بن سعید عمری کے ساتھ ہوگیا - لوگ مسائل پوچھتے، عثمان بن سعید عمری ان مسائل کو نابالغ حجۃ خدا کے پاس لیجاتے اور تحریری جواب لاتے خمس و زکوٰۃ کا روپیہ وصول کرکے امام کے پاس پہنچاتے اور اس روپیہ کی رسید روپیہ دہندگان کے حوالے کر دیتے تھے - "زمین وجود امام سے کبھی خالی نہیں رہتی" اس عقیدہ کی موجودگی میں تحقیقات کا کوئی سوال ہی نہ تھا -

اقول - یہ بھی غلط ہے کہ "جعفر کے دعوئ امامت سے اصحاب امام حسن عسکریؑ میں کھلبلی مچ گئی تھی لہذا عثمان بن سعید عمری نے فرضی وجود حجت کی نیابت کا دعویٰ کرکے حکمت عملی دکھائی" اس لئے کہ حجۃ ابن الحسنؑ کی پیشین گوئیاں عہد پیغمبرؐ سے برابر ہر ایک خلیفہ برحق کرتا آرہا تھا - اور عثمان بن سعید چونکہ امام علی نقیؑ کے پھر امام حسن عسکریؑ کے وکیل تھے اس لئے ان پر اظہار حق فرض تھا - لوگ بھی ان کو ایک عرصہ سے پرکھتے چلے آرہے تھے اس لئے مسائل میں انھیں کی طرف رجوع کرتے تھے اور یہ حجۃ خداؑ سے معلوم کرکے جواب دیا کرتے تھے - آپ کا حضرت کو "نابالغ حجت خدا" کہنا بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی منکر حق حضرت یحییٰؑ کو "نابالغ نبی خدا"

ہے۔ لیکن نہ منکر کے قول سے حضرت یحییٰؑ کا مرتبہ گھٹ سکتا ہے اور نہ مرتد کے قول سے حضرت حجۃؑ کی منقصت ہو سکتی ہے، جی ہاں شیعوں کا یہ مسلّمہ عقیدہ ہے کہ "زمین حجۃ خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی" مگر اس قانون کو آپ نے بے محل استعمال کیا ہے۔ اس عقیدے کے ہوتے ہوئے بھی تحقیقات کا سوال باقی رہتا ہے۔ یعنی وہ حجۃ خدا کون ہے؟ اس کے حل کرنے کے لئے شیعوں کے رہنما نے جو طریقے مقرر کئے ہیں انھیں کے مطابق آج بھی ہمارا عمل ہے۔

قولہ ۔ اور کوئی خدا کا بندہ اگر پوچھتا کہ عثمان بن سعید عمری کا یہ دعویٰ کیونکر ثابت ہے جبکہ وہ معصوم نہیں تو جواب حاضر تھا کہ امام حسن عسکریؑ کے اصحاب کیا کاذب ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب عثمان بن سعید سے پوچھا گیا کہ بھائی کم از کم امام غائب کا نام تو بتا دو تو عثمان جواب دیتے ہیں کہ نام بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ لکھا ہے کہ عثمان نے بیان کیا کہ میرے پاس امام کی توقیع آئی ہے کہ جو لوگ میرا نام دریافت نہ کریں ان کی جزا بہشت ہے۔ اور جو لوگ دریافت کریں ان کی جزا جہنم ہے (دیکھو بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۲) اب کس کی مجال تھی کہ عثمان امام کی طرف سے کوئی رسید لاکر دیتے اور وہ پوچھتا کہ اس خط پر یا اس رسید پر امام کے دستخط کیوں نہیں ہیں۔

اقول ۔ کس سادہ لوحی سے آپ نے شیعوں کی طرف سے یہ جواب دیدیا کہ "امام حسن عسکریؑ کے اصحاب کیا کاذب تھے" حالانکہ آجتک کسی شیعہ نے نہ یہ جواب دیا ہے۔ نہ ایسا جواب ان کے مذہب کے مطابق ہو سکتا ہے۔ اے جناب! اصحاب امامؑ کا کیا ذکر، شیعہ تو خود امام کے بھائی جعفر کو کذاب کہتے ہیں۔

مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر بھائی ایسا تھا یا ہر صحابی جھوٹا تھا بلکہ شیعہ تو حق کے ساتھی اور تعلیم ائمہؑ کے پابند ہیں۔ اگر انھوں نے کسی کو مردود کر دیا تو ہم اس کی طرف کبھی رجوع نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ آپ کی طرح سید قرشی ہی کیوں نہ ہو اور اگر کسی کو منتخب کر لیا تو ہم بھی اس کو تسلیم کریں گے چاہے وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ عثمان بن سعید باوجودیکہ دو دو امامؑ کے ان کی آخر عمر تک وکیل رہ چکے تھے اور ان کی نیابت کے متعلق وہ ائمہ نص صریح بھی کر چکے تھے لیکن پھر بھی ناواقف یا دور کے رہنے والے شیعوں نے مختلف طرح سے ان کی آزمائش کی اور ایسی ایسی باتیں پوچھیں جن کا جواب بجز امام کے اور کوئی دے ہی نہیں سکتا تھا۔ جب یہ سب مراحل طے ہو چکے تو ان کی نیابت کو تسلیم کر لیا۔ ان کے متعلق نصوص میں سے صرف ایک روایت کا تتمہ ملاحظہ ہو۔ علی بن بلال، احمد بن ہلال، محمد بن معاویہ حسن بن ایوب وغیرہم راوی ہیں کہ چالیس نفر امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر تھے (کچھ باتوں کے بعد) امامؑ نے فرمایا کہ تم میرے بعد حجت خدا کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو؟ سب نے کہا جی ہاں! فاذا غلام کانہ قطع قمر اشبہ الناس بابی محمد فقال ھذا امامکم بعدی و خلیفتی علیکم اطیعوہ و لا تتفرقوا من بعدی فتھلکوا فی ادیانکم الا و انکم لا ترونہ بعد یومکم ھذا حتی یتم لہ عمر فاقبلوا من عثمان ما یقولہ الخ (ناگاہ ایک نونہال مہ پارہ امام حسن عسکری سے مشابہ ظاہر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد یہی تمہارا امام اور خلیفہ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ آج کے بعد تم لوگ اس کو نہیں دیکھو گے تاوقتیکہ اس کی ایک عمر پوری

نہ ہو جائے۔ لہذا تم عثمان کا قول قبول کرنا۔ تمہارے امامؑ کا وہ خلیفہ ہے (بحار جلد ۱۳
باب احوال سفراء)

کیوں جناب جارچوی صاحب! اس روایت کے کم سے کم چار راوی ہیں اور چالیس سُننے والے جنھوں نے حجت کو بھی بچشم خود دیکھا اور عثمان کے بارے میں نیابت کی نص صریح کو بھی سُنا، کیا اس کے بعد بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ حجۃ بن الحسنؑ پیدا نہیں ہوئے۔ یا ان کے بارے میں باب کی کوئی وصیت نہیں ہے۔ یا عثمان بن سعید نے حکمت عملی سے کام لیا۔ یا ان کی تائید صرف بعض دیگر اصحاب امامؑ نے کی؟ اور کیا آپ کا اب بھی یہ طرز یہ جناب کہ اصحاب امام حسن عسکریؑ کیا کاذب ہو سکتے ہیں آپکے درد کا مداوا بن سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو اب سے توبہ کر کے اپنے صحیح عقائد پر آجایئے۔ فانہ التواب الرحیم۔

اس روایت کے علاوہ اور بہت سی روایتیں اسی باب میں آپ کو ایسی ملیں گی جن سے عثمان بن سعید کی نیابت خاصہ واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے اس کے علاوہ اسی بحار میں وہ کثیر روایتیں بھی درج ہیں جن میں بہت سے شیعوں نے عثمان بن سعید یا ان کے فرزند محمد بن عثمان یا اور دیگر سفراء کا امور غیبیہ وغیرہ سے سوال کر کے امتحان لیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ روایتیں آپکے وجود بلکہ آپکے قائم کے وجود سے بہت پہلے سے بحار نیز دیگر کتب میں موجود ہیں لہذا یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کی رد کے لئے کسی نے بعد میں انکو بڑھا دیا ہے۔ فمالکم کیف تحکمون۔

اب رہا یہ امر کہ عثمان بن سعید نے حضرت کا نام نہیں بتایا تو یہ بھی رسولؐ

فاطمہ طاہرین ہی کی تعلیم کے مطابق تھا کیونکہ خود انھیں معصومین نے اس کی وجہ بھی بیان کردی ہے۔ چنانچہ امام زین العابدین سائل کے نام پوچھنے پر فرماتے ہیں۔ کہ "تونے بڑی بات کا سوال کیا تو ان بنی فاطمہ عس نوہ حس صوا علی ان یقطعوہ بضعۃ یعنی اگر خود سادات کو معلوم ہو جائے تو ان کی خواہش ہوگی کہ مہدی ع کے ٹکڑے کر ڈالیں" (جیساکہ ہمارے عہد میں ایک سید بے معرفت اس کا کوشاں نظر آتا ہے) اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے کہ "اگر نام معلوم ہو جائیگا تو اسے شہرت دینگے اور اگر جگہ معلوم ہو جائیگی تو لوگوں کو بتا دیں گے" (بحار جلد ۱۳ باب النہی عن التسمیہ)

غرضکہ انھیں اسباب کے تحت نام لینا ممنوع قرار دید یا گیا اور ایک دو نہیں بلکہ بہت سی حدیثوں میں یہ ممانعت واضح طور پر مذکور ہے لیکن آپ نے جو روایت بحار یہاں پر عثمان بن سعید کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ اولاً تو عثمان کی نہیں ہے بلکہ محمد بن عثمان کی ہے۔ (ذرا الفاظ کو بغور دیکھا کیجئے) ثانیاً اس کا ترجمہ یہ نہیں ہے کہ "میرے پاس توقیع آئی ہے" بلکہ علی بن حمدو قمی نے خود دیکھا کہ محمد بن عثمان کے پاس (کسی غلام کے ذریعہ) فرمان آیا۔ بہر حال مضمون روایت بالکل درست ہے اگر کوئی شخص شریعت کا معمولی حکم نہ مانیگا تو اس کی جزا جہنم ہے چہ جائیکہ یہ امر عظیم۔

ماشاء اللہ آپ کو جوڑ خوب لگانا آتا ہے۔ اس روایت کو لکھنے کے بعد یہ لکھ دینا کہ "اب کسکی مجال تھی جو کوئی امامؑ کا دستخط طلب کرتا" عوام فریبی کے لئے ایک اچھا حربہ ہے۔ مگر معلوم نہیں جناب کو کس وحی کے ذریعہ سے معلوم

ہوگیا کہ امامؑ کا دستخط نہیں ہوتا تھا" اس لئے کہ اگر دستخط کے لفظی معنی مراد ہیں
تو اسی بحار کی روایتیں بتاتی ہیں کہ یہ تمام توقیعات خود امام کے تحریر کردہ ہوتے
تھے۔ اور اگر دستخط کے اصطلاحی معنی مراد ہیں تو بھی آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوگیا
کہ حضرت کا دستخط اس پر نہیں ہوتا تھا۔ (جبکہ اس کی نفی کسی روایت میں نہیں
موجود ہے) اس کے علاوہ دستخط تو اس لئے ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ کو کاتب کا
علم ہوجائے۔ چنانچہ دستور ہے کہ ایک دوسرے کی گذشتہ تحریر پہچاننے والے
جب کسی حکومت کے خلاف یا کسی راز کے متعلق باہمدگر خط و کتابت کرتے ہیں تو
گرفت سے بچنے کے لئے اپنا دستخط نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ خطرہ امامؑ کے لئے
بھی بہرحال تھا۔ اس کے علاوہ بسا اوقات دستخط میں اپنی عرفیت یا لقب کو
لکھدیا جاتا ہے۔ یا نام ہی کو اس طرح لکھا جاتا ہے کہ سوائے واقف کار کے
کوئی بھی دوسرا پڑھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ اپنے معتمد نائب
کے ساتھ امامؑ کے بھی خط و کتابت میں یہی عناوین رہے ہوں۔ اسکے علاوہ
جب لوگوں کو نصوص صریحہ وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا علم ہوچکا تھا کہ
عثمان بن سعید مثلاً نائب امامؑ ہیں تو وہ لوگ انھیں کی رسید کو کافی سمجھتے تھے
امامؑ کی دستخط شدہ رسید کی ان کو حاجت ہی نہ تھی۔ تاکہ وہ دستخط امامؑ کا مطالبہ پیش
کرتے۔ فلولا تتفکرون۔

قولہ :- اور لطف یہ ہے کہ عثمان بن سعید جو حضرات شیعہ کے نزدیک
نہایت ہی معتبر الثقہ، امین اور نائب امام ہیں وہ تو فرماتے ہیں کہ شیعوں کیلئے
امامؑ غائب کا نام تک پوچھنا جائز نہیں اور نجھ پر ان کا نام بتانا حلال نہیں۔

لیکن حضرات علمائے شیعہ سے کوئی امامؑ غائب کا نام پوچھے تو صاف ارشاد ہوگا کہ م۔ ح۔ م۔ د۔ یعنی محمدؑ ابن عسکری۔ اور اس کی سند یہ پیش کیجاۓ گی یواطی اسمہ اسمی یعنی فرمایا رسول اللہؐ نے کہ قائم آل محمدؐ کا نام میرا نام ہوگا کیا ہم اس موقع پر یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث رسولؐ عثمان بن سعید عمری نائب امام دوازدہم کو بھی یقیناً معلوم ہوگی۔ پھر عثمان بن سعید نے حضرت حجۃ کا نام پوشیدہ کیوں رکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عثمان بن سعید حدیث مذکور کو درست نہ سمجھتے تھے۔ اور امام غائب کا نام کچھ اور تھا۔ جو آجتک شیعہ حضرات کو معلوم نہیں ہے۔ اور اگر یہ حدیث درست ہے تو انھوں نے صاف صاف حدیث کیوں نہ پڑھ دی۔

اقول:۔ بیشک عثمان بن سعید ثقہ اور معتبر تھے اور مطابق تعلیم ائمہ بربناۓ تقیہ امام زمانہ کا نام بتانا ناجائز سمجھتے تھے اور اکثر علماۓ شیعہ بھی حضرت کا نام لینا ناجائز سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ بعد میں اتنا شدید تقیہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس لئے مفردات حروف میں حضرت کا نام لکھدیتے ہیں تاکہ آپ ایسے لوگ علی محمد وغیرہ کو امام زمانہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ حروف میں نام لکھنا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ممانعت وارد ہے ورنہ سیدھے طریقے سے نام لکھدیتے۔ بیشک یواطی اسمہ اسمی یا دوسری حدیث تقیؑ دھو سمی رسول اللہ۔ (بحار الانوار باب النہی عن التسمیہ) وغیرہما کا یہی مطلب ہے کہ حضرت حجۃ ہمنام رسولؐ ہیں۔ اور یہ حدیثیں عثمان بن سعید کو ضرور معلوم تھیں۔ مگر اولاً تو عام طور سے اسی زمانہ کے شیعوں کو یہ حدیثیں نہیں

معلوم تھیں۔ نہ آج کل کی طرح اس وقت کتب احادیث کی عام اشاعت تھی (چنانچہ اگر یہ پوچھنے والوں کو یہ حدیثیں معلوم ہوتیں تو وہ خود ہی سوال نہ کرتے) اس لئے مصلحتاً اور تقیۃً بحکم امام عثمان نے نام بتانے سے انکار کر دیا۔ آپ کو کہیں نہ ملے گا کہ عثمان نے یہ کہا ہو کہ مجھے خود حضرت کا نام نہیں معلوم ہے نام تو ایک طرف وہ خود حضرت حجتؑ کی زیارت کر چکے تھے۔ چنانچہ اس کی شہادتیں اسی بحار میں موجود ہیں۔ یہ بھی آپ نے خوب ہی کہی کہ عثمان بن سعید حدیث مذکور کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ اور امام غائب کا نام کچھ اور تھا۔ غالباً یہ سب انکشافات آپ پر صرف اس لئے ہوئے کہ عثمان نے لوگوں سے حضرت حجتؑ کا نام پوشیدہ رکھا۔ سبحان اللہ! کیا پُر زور استدلال ہے۔ نام پوشیدہ رکھنے کی وجہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ حدیث مذکور کی عدم صحت اگر آپ کو بذریعہ الہام یا اپنے قائمؑ کے نہیں پہنچی ہے تو یہ بتائیے کہ کیا یہی ایک حدیث ہے جس کو دوسرے کی طرف سے زبردستی آپ جعلی کہہ کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ آخر دوسری حدیث وسمی رسول اللہ بھی تو ہے اور تیسری حدیث اولنا محمدؐ و اوسطنا محمدؐ و اخرنا محمدؐ بھی تو ہے۔ اس کے علاوہ شیعہ و سنی کی بیشمار حدیثیں اس مطلب پر دال ہیں کہ حجۃ بن الحسن ہمنام رسول اللہ ہیں۔ اس نام کے علاوہ قطعاً امام غائب کا کوئی اور نام نہیں ہے۔ القاب البتہ بہت سے ہیں۔ راسخ العقیدہ شیعوں کو خوب معلوم ہے۔ ہاں آپ جیسے سنہری روپہلی چمک پر فریفتہ ہو جانیوالوں کو شاید نہ معلوم ہو۔ وعن کم باللہ الغرور۔

قولہ :- عثمان بن سعید عمری کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ابوجعفر امام غائب کے سفیر مقرر ہوئے۔ ابھی سفارت ان کی عمل میں آئی تھی کہ امام حسن عسکری کے دوسرے اصحاب باوفا جنھوں نے مصلحتاً عثمان بن سعید کے دعوی کی تائید کردی تھی۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور مختلف دعاوی کئے۔ ان میں سے ایک محمد بن نصیر نصیری تھے جن کا دعوی تھا کہ میں پیغمبر ہوں اور مجھ کو امام علی نقیؑ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

اقول :- اس قسم کے دعوی کرنے والوں کو امام حسن عسکری کے "اصحاب باوفا" میں آپ کا شامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے سواد اعظم کا "ثلثہ" کو پیغمبرؐ کے "اصحاب باوفا" میں شمار کرنا۔ خدا جانے کس جذبہ کے ماتحت آپ نے محمد بن نصیر نمیری (یہ لفظ نصیری نہیں بلکہ نمیری ہے) کے ساتھ یہ ہمدردی فرمائی کہ محض اس کے پیغمبری ہی کے دعوی کو پیش کیا۔ حالانکہ جہاں سے آپ نے اس کو نقل کیا ہے وہیں پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص تناسخ کا قائل تھا امام علیؑ نقی کو خدا اور اپنے کو پیغمبر کہتا تھا۔ اس کی شریعت کے خصوصی ارکان "محارم سے زنا" اور "مرد سے بدفعلی" تھے جس پر یہ خود بھی عامل تھا۔ مگر جب اس کی یہ سب باتیں طشت از بام ہو گئیں اور محمد بن عثمان (سفیر امام زمانہ نے) اس پر لعنت کی تو آنکھ کھلی اور کوشش کی کہ محمد بن عثمان سے ملکر معذرت کرے۔ مگر موصوف نے اسے اپنے پاس آنے نہیں دیا۔ یہاں پر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ نمیری کے گرو گھنٹال ابو محمد شریعی کا ذکر آپ نے کیوں ترک کر دیا۔ حالانکہ یہ پہلا مدعی بابیت تھا۔ ممکن ہے کہ اسی نے

کے ذکر میں آپ کو (اگر دیانتداری سے کام لیتے) اس قسم کے دعویداروں کے
دعاوی کی یہ لم بھی لکھنی پڑتی کہ ایسے لوگوں کا پہلا افترا تو امام پر یہ ہوتا ہے
کہ "ہم ان کے وکیل ہیں" تاکہ اس بہانے سے ضعفائے مومنین کو ان کی ولایت
کی طرف دعوت دیں۔ پھر آہستہ آہستہ ترقی کرکے "حلاج" کی طرح ہو جاتے
ہیں (یعنی دعوائے ربوبیت وغیرہ کرنے لگتے ہیں) (بحار باب احوال سفرا)
(آپ کے باب وبہا کی روش بھی اسی طرح کی تھی جیسا کہ ہم آخر میں پیش کریں گے)
کاش لائق مصنف انھیں لوگوں کے دعووں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے اور
یہ سمجھ لیتے کہ جب ایسے لوگوں کی اس عہد میں دال نہیں گلی تو اس روشنی کے
دور میں بھلا ہماری کوششیں کہاں تک باثمر ہو سکیں گی۔ ان سبیکو
بستی۔

قولہ۔ ان اصحاب میں ایک احمد بن ہلال کرخی تھے۔ ان کا دعوی تھا
کہ ابوجعفر امام زماں کے وکیل نہیں ہیں۔ جب بعض شیعوں نے کہا کہ کیا تم
امام حسن عسکری کی تصریح کے مطابق ابوجعفر کا وکیل ہونا تسلیم نہیں کرتے تو
انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت نے میرے سامنے ابوجعفر کو وکیل ہرگز نہیں بنایا
امام حسن عسکری کے ایک اور صحابی ابوطاہر محمد بن علی بن ہلال تھے جنھوں نے
ابوجعفر کی وکالت سے انکار کیا۔ اور دعوی کیا کہ امام غائب کا سفیر میں ہوں۔
چوتھے صحابی حسین ابن منصور حلاج تھے جنھوں نے ابوجعفر عمری کی وکالت
کا انکار کیا۔ اور خود وکیل ہونے کا دعوی کیا۔

اقول:۔ یہاں پر بھی آپ نے نہایت چالاکی سے روایت میں

قطع و برید کی ہے اس لئے کہ اس روایت میں محمد بن عثمان کی وکالت پر تمام شیعوں کا اتفاق لکھتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ "قالت الشیعۃ الجماعۃ لہ" یعنی شیعوں کی جماعت نے احمد بن ہلال کرخی پر اعتراض کیا (جس کی تعبیر آپ نے "بعض شیعوں" کے ساتھ کی ہے) تو اس نے کہا کہ میں نے ان کی وکالت پر نص نہیں سُنی ہے ہاں ان کے باپ کی وکالت کا منکر نہیں ہوں۔ تو شیعوں نے کہا کہ تمہارے علاوہ اور لوگوں نے تو سُنا ہے اس نے جواب دیا کہ تم نے سنا ہے تو عمل کرو"۔ اسی طرح ابوطاہر کے ذکر کو بھی آپ نے مجمل بتایا حالانکہ اسی ذیل میں اس کے پاس محمد بن عثمان کا آنا اور اس سے یہ پوچھنا کہ صاحب الزمانؑ نے کیا تجھے حکم نہیں دیا ہے کہ مال کو میرے پاس پہنچا دے۔ اور اس کا اقرار کرنا جس کو سُنکر اس کے ملنے والوں پر سناٹا چھا جانا اور اس کے بھائی کا سوال کرنا کہ تم نے صاحب الزمان کو کب دیکھا۔ اور اس کا حوالہ دے کر جواب دینا وغیرہ سب مذکور ہے۔ مگر چونکہ ان امور کے تذکرے سے اصل حجتؑ کا وجود بھی ثابت ہو رہا تھا اس لئے آپ ان باتوں کو پی گئے۔ اسی طرح حسین بن منصور حلاج نے بھی ابتداءً میں وکالت کا دعویٰ کیا تھا اور پھر ترقی کر کے آگے بڑھ گیا۔ لیکن ناعاقبت اندیش مصنف نے ان جھوٹے مدعیان وکالت و بابیت کا ذکر کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ یہ سب اگرچہ اپنی فاسد نیتوں کی وجہ سے بابیت کے مدعی بن بیٹھے لیکن وجود حجۃ بن العسکری کے بہرحال قائل تھے۔ یعنی پھر بھی ایک درجہ آپ سے وہ پیچھے ہی رہے "وکل الزمناہ طائرہ فی عنقہ"

قولہ:... غرض سلسلہ چار اشخاص ۳۲۶ھ تک فرقہ شیعہ اور

امام غائب کے درمیان سفارت کے فرائض انجام دیتے رہے اور دوسرے اصحاب امام حسن عسکری ان کی مخالفت کرتے اور کوشش کرتے رہے کہ لوگ ان کے سفارت کو تسلیم کرلیں۔ اور یہی وہ اصحاب خاص حضرت امام حسن عسکری تھے جنھوں نے عثمان بن سعید عمری کے دعوی کی تائید کی تھی۔ اب غالباً اس مضمون کے ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ان اصحاب کے تائید کرنے کی وجہ کیا تھی کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ عثمان بن سعید عمری کے زیادہ باوقعت ہونے کی وجہ سے مصلحتاً یہ لوگ خاموش ہو رہے اور موقع کے منتظر رہے۔ کہ جب عثمان بن سعید عمری کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے موقع کو غنیمت جانا اور وہی فائدہ اٹھانا چاہا جو عثمان بن سعید اٹھا رہے تھے اور ان کی تائید مبنی بر حقیقت نہ تھی۔

اقول :- بیشک سفرائے اربعہ نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور مذکورہ بالا چند اصحاب امام حسن عسکری ان کی مخالفت اسی طرح کرتے رہے جس طرح امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کے کچھ اصحاب اور دیگر ائمہ کے کچھ ساتھی طمع مال و زر میں رسولؐ کے بعض اصحاب کی طرح اپنا دربار الگ لگاتے رہے ہیں۔ لیکن حق ہر جگہ نمایاں ہو کے رہا۔ اور باطل بہر حال باطل ہو گیا اور کیوں کر باطل نہ ہوتا جب کہ ان میں ظاہری زہد و ورع بھی نہ تھا۔ (جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں) چہ جائیکہ صلاحیت نیابت امامؑ۔ اس کے بعد انصاف پسند ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ آپ کے اعتراضات کس جذبہ کے ماتحت ہیں۔ الاناء یترشح بما فیہ (برتن میں جو ہوتا ہے وہی گرتا ہے)

کی بنا پر کیوں نہ یہ سمجھ لیا جائے کہ آپ اور آپکے قائم آل محمد بھی اسی فائدے کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہیں۔ جس میں آپ دوسروں کو کوشاں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی نیابت پر ائمہ کے خصوصی نصوص موجود ہیں اور بواسطۂ امامؑ بہت سے معجزات بھی ان سے ظاہر ہوئے۔ جو اسی بحار میں بالتفصیل درج ہیں۔ فمالکم لا تنتظرون۔

قولہ۔۔ شیعہ علماء امام حسن عسکریؑ کے اصحاب محمد بن نصیر، احمد بن ہلال ابوطاہر محمد بن علی اور حسین ابن منصور کو مدعی کاذب سمجھتے ہیں اور عثمان بن سعید ابوجعفر حسین ابن روح اور علی ابوالحسن سمری کو دعوی وکالت امام غائب میں صادق سمجھتے ہیں حالانکہ ان صادق اصحاب کے ہاتھ میں بھی امام غائب کے نائب اور سفیر ہونے کا کوئی ناقابل رد ثبوت نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان سب کا دعوی باطل ہے نہ کوئی وکیل تھا نہ کوئی امام۔"

اقول:۔ ہاں شیعہ علماء حسب تصریح ائمہ محمد بن نصیر وغیرہ کو کاذب اور عثمان بن سعید وغیرہ کو صادق جانتے ہیں اور شیعہ علماء (نگاہ انصاف کیلئے) ان کی سچائی کا ناقابل رد ثبوت بھی رکھتے ہیں۔ شروع رسالہ میں آپ خود بحار کو شیعوں کی اہم کتاب تسلیم کر چکے ہیں۔ لہذا اسی بحار نیز دیگر کتب معتبرہ میں جب ان کے لئے ائمہ کے نصوص موجود ہیں تو یہ نیابت کے دعوی میں سچے ہیں۔ اور چونکہ انھیں کتابوں میں جھوٹوں کے متعلق بھی لعنت اور برأت کی روایتیں موجود ہیں لہذا وہ جھوٹے ہیں۔ اب رہا ہمارے سے ان روایتوں کو غلط ٹھہرا دینا تو یہ کچھ آسان کام نہیں۔ اس بحث میں پورے طور پر داخل ہو جیے تو قدر عافیت

معلوم ہو۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ "کیا یہ نہیں کہا جا سکتا الخ" ایسا ہی ہے کہ کوئی بدراہ یہ کہہ بیٹھے کہ "کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی امام۔ نہ کوئی خدا ہے نہ کوئی رسول"! زبان تو ہر شخص کے منہ میں ہے اور ہر بات کہہ سکتا ہے۔ دیوانہ بھی بکتا ہے اور عاقل بھی کلام کرتا ہے۔ مگر دونوں کی باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ امکان میں تو بڑی وسعت ہے کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ "نہ کوئی باپ تھا نہ بیٹا"، مگر اتنا کہہ دینے سے اگر آپ ہماری بات مان لیں تو شاید ہم بھی آپ کی کچھ تائید کر سکیں لکن ذلک قولکم بافواھکم۔

قولہ — براہ کرم حضرات علمائے شیعہ اس مسئلہ کو صاف کریں کہ جب کہ جب کہ امام غائب کے سفیر ہونے کے مدعی حسب ذیل اشخاص ہیں:۔

(۱) والدہ حضرت امام حسن عسکری (۲) جناب حکیمہ (۳) عثمان بن سعید عمری (۴) ابو جعفر عمری (۵) حسین ابن روح (۶) ابو الحسن سمری (۷) احمد بن ہلال کرخی (۸) ابو طاہر محمد بن علی بن ہلال (۹) حسین ابن منصور حلاج — تو ان میں سے آپ کے مسلمہ صرف چار خط کشیدہ اصحاب سفیر بین القوم والامام ہونے کا ناقابل تردید ثبوت کیا ہے۔

اقول۔ خط کشیدہ اصحاب کی نیابت پر صریحی نصوص موجود ہیں ان کے علاوہ جناب حکیمہ کے ذریعہ سے بھی لوگ مسائل دریافت کرتے تھے اسی طرح اور حضرات بھی تھے جن کے پاس بالواسطہ توقیعات امام وارد ہوتے تھے۔ اب رہے احمد بن ہلال کرخی وغیرہ تو ان کی تکذیب خود امام نے فرما دی ہے

اس لئے شیعہ ان کی نیابت کو نہیں تسلیم کرتے۔ معلوم نہیں ناقابل تردید ثبوت سے آپ کی کیا مراد ہے۔ آیا کوئی عقلی دلیل مقصود ہے یا نقلی، تو ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ عقلی نہیں ہے اس لئے عقلی دلیل کا مطالبہ مبنی بر حماقت ہوگا۔ اور نقلی دلیلیں یعنی احادیث تو ان میں سے کچھ ہم پیش کر چکے ہیں اور باقی کے لئے آپ کو بحار کے مطالعہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ براہ کرم "باب احوال سفراء" کو ایک تفصیلی نظر سے دیکھئے تو آپ کو ان لوگوں کا باہمی فرق خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ ولکن المنافقین لا یفقھون۔

قولہ - چوتھے نائب ابوالحسن سمری کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو معتقدین نے پوچھا کہ تم ہم کو کس پر چھوڑتے ہو؟ تو انھوں نے جیب سے امام غائب کی آخری وصیت نکالی۔ جس میں لکھا تھا "اے علی ابن محمد سمری خداوند عالم تیرے دینی بھائیوں کو تیری وفات کی مصیبت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ تو چھ روز کے اندر مر جائے گا۔ پس تو تیار رہ اور وکالت کے بارے میں کسی کے متعلق وصیت نہ کر جو تیری وفات کے بعد تیرا جانشین ہو۔ کیونکہ اب غیبت کبریٰ واقع ہوگی۔ پس میرا ظہور نہ ہوگا۔ مگر خدا کی اجازت سے اور یہ ظہور جب ہوگا کہ مدت غیبت طولانی ہو جائے گی۔ اور دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ عنقریب میرے کچھ شیعہ میرے دیکھنے کا دعویٰ کریں گے۔ آگاہ رہو کہ جو شخص سفیانی کے خروج اور صدائے آسمانی سے پہلے میرے دیکھنے کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب اور مفتری ہے" اگر امام غائب کی مذکورہ بالا آخری وصیت کو غور سے پڑھا جائے تو واضح ہوگا

کو یہ تحریر علمائے علوم علم لدنی حضرات ائمہ طاہرین معصومین کے لب و لہجہ سے بالکل خلاف ہے۔ لکھا ہے کہ اب میرا ظہور اس وقت ہوگا جب دل سخت ہو جائیں گے۔ اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ کیا اس وصیت سے وقت دل سخت نہیں ہو گئے۔ کیا زمین ظلم و جور سے بھری نہ تھی۔ ۲۶۰ برس کا زمانہ حضرات معصومین نے انتہائی مظلومیت کے عالم میں بسر کیا تھا۔ اب دلوں کی سختی اور زمین کے ظلم و جور سے پُر ہونے کا عالم دیکھو کہ خود حضرت امام غائب کو اپنے قتل سے خوف کھا کر ایک نامعلوم مدت کے لئے غائب ہو جانا پڑا اب تو خدا کے فضل سے کروڑوں شیعہ موجود ہیں۔ رات دن ظہور کی دعائیں مانگتے ہیں اور جان و دل نثار کرنے کو موجود ہیں۔ حتی کہ ایران خالص شیعوں کی حکومت ہے۔ اب ان کو کیا خوف ہے۔ ظہور کا زمانہ تو در اصل وہی زمانہ تھا جس زمانہ کے ظلم و جور سے گھبرا کر آپ کو روپوش ہونا پڑا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "عنقریب میرے کچھ شیعہ میرے دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرینگے" جو لوگ جھوٹا دعویٰ کرینگے کیا ان کے لئے امام علیہ السلام "میرے شیعہ" کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ ارشاد امام ہی نہیں ہے۔ ہمیں اس حدیث کے صحیح یا غلط ہونے پر اصرار نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کو ارشاد امام تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرات علمائے شیعہ کو بحار الانوار سے وہ تمام باب خارج کر دینا چاہیئے جو ان لوگوں کے بیانات پر مشتمل ہے جنھوں نے حضرت امام غائب کو راستوں میں، گذرگاہوں، جنگلوں میں اور بیابانوں میں دیکھا ہے۔ اور اعلان کر دینا چاہیئے کہ یہ تمام لوگ جھوٹے ہیں کیونکہ امام

آخری وصیت میں فرماتے ہیں کہ خروج سفیانی سے پہلے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے امام کو دیکھا ہے وہ کذاب اور مفتری ہے۔

اقول:- اس خبر کو جناب صدوق نے صرف ایک واسطے سے نقل کیا ہے اور جناب صدوق کی جلالت شان کو ہم پہلے کہیں لکھ چکے ہیں نیز "قلت وسائطہ" کا فضا بطہ خود اس حدیث کو مستند بنا رہا ہے۔ ائمہ طاہرین کے لب ولہجہ کو اگر آپ کچھ بھی پہچانتے ہوتے تو اس جز کا ہرگز انکار نہ فرماتے۔ بظاہر آپ کو طول الامد وقسوۃ القلوب وامتلاء الارض جوراً کے الفاظ لب ولہجہ معصوم سے خلاف نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ الفاظ ہیں جو خود کلام امیر المومنین علیہ السلام میں ملتے ہیں۔ مگر آپ کو اس کی کیا خبر؟ اس کے علاوہ اس توقیع میں علی بن محمد سمری کے چھ روز کے اندر انتقال کر جانے کی پیشگوئی بھی موجود ہے اور جو پوری بھی ہوئی۔ اور جس کا پورا ہونا اس روایت کے تتمہ میں موجود ہے۔ مگر آپ نے حسب عادت اس کو حذف کر دیا ہے ملاحظہ ہو فلما کان یوم السادس عدنا الیہ وھو یجود بنفسہ الخ جب چھٹا دن ہوا تو ہم ان کی عیادت کو گئے دیکھا کہ وہ دم توڑ رہے ہیں ہم نے وصی کا سوال کیا تو انھوں نے للّٰہ امرٌ ھو بالغہ کو زبان پر جاری کیا اور رحلت فرمائی۔ اب ارشاد فرمائیے کہ آپنے جناب شیخ طوسی کے بیان کے مطابق جب یہ تسلیم کر لیا تھا کہ وہ روایت یقیناً درست ہوگی جس میں کوئی پیشین گوئی ہو اور وہ پوری ہو جائے۔ تو پھر اب یہ توقیع آپکو لب ولہجہ معصوم سے خلاف کیوں نظر آرہی ہے؟

آپ کی نظر میں یہ توقع اس سوال کے ماتحت غلط معلوم ہو رہی ہے کہ کیا اس وصیت کے وقت دل سخت نہیں ہو گئے تھے۔ کیا زمین ظلم و جور سے بھری ہوئی نہ تھی، گویا دل کی سختی اور زمین کے ظلم سے پُر ہونے کا معیار آپ ہی کی نظر قرار دی گئی ہے جیسے خالق دل آپ ہی ہیں اور ساری زمین کی آپ ہی کو خبر ہے۔ جناب ائمہ پر تو صرف بظاہر ۲۶۰ برس کا زمانہ انتہائی مظلومیت کا گزرا لیکن جناب نوحؑ پر تو ۹ سو برس ورنہ تقریباً ڈھائی ہزار برس کا زمانہ انتہائی مظلومیت کا گزرا تھا۔ حتی کہ وہ بار بار خدا سے التجا بھی کرتے تھے لیکن خالق کائنات نے قوم کو انتہائی سرکشی کا موقع دیا اور جب یہ طے ہو گیا کہ قوم سے آئندہ کی کل نسلیں صرف کافر و فاجر پیدا ہوں گی تو عذاب الٰہی نے ان کو گھیر لیا۔ اسی طرح ہمارے امامؑ کو خود ظہور اور عمومی انتقام کا اختیار نہیں ہے۔ بلکہ یہ امور خدا کے اختیار میں ہیں۔ البتہ ان کے ظہور کی کچھ علامتیں ضرور مقرر کر دی گئی ہیں۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ اس وقت بھی دل سخت تھے اور ظلم و جور کا دور دورہ تھا جس کی وجہ سے امام کے لئے خوف قتل و ذبح تھا، مگر غیبت امامؑ کی صرف یہی ایک علت نہیں ہے بلکہ بحار باب علۃ الغیبت وغیرہ دیکھئے تو معلوم ہو جائے گا کہ غیبت امامؑ کی اور بھی بہت سی علتیں ہیں منجملہ ان کے ایک علت غیبت یہ بھی ہے کہ اس عرصہ میں "ودائع مومنین اصلاب کافرین سے خارج ہو جائیں" چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابراہیم کرخی وغیرہ نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ علیؑ نے شروع کے مخالفین سے جنگ نہیں کی؟ آپ نے یہ آیت پڑھی لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا الخ سائل نے

اس کی تفسیر پوچھی تو فرمایا کہ اس سے مراد کافروں کے صلب میں مومنین کی ودیعتیں ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اسی طرح قائم آل محمد کا ظہور اس وقت تک ہرگز نہ ہوگا جب تک یہ خدا کی امانتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پس جب کفار کے اصلاب مومنین سے خالی ہو جائیں گے تو حضرت ظہور فرما کر ان کو قتل کریں گے۔ (بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۲) (ایک جگہ قرآن مجید نے بھی کفار کے "مطالبہ تعجیل قیامت" کا ذکر کرتے ہوئے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک اسلامی مسلمہ ہے اور کسی فرقہ کے ساتھ یہ علت امہال مخصوص نہیں ہے ایسی صورت میں) کروڑوں شیعوں یا شیعہ حکومت کا موجود ہونا موجب ظہور نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ابھی شیعوں میں سے آپ ایسے نہ جانے کتنے افراد کا خارج ہو جانا باقی ہے۔ اور شیعہ حکومت کے متعلق کیا عرض کروں ابھی رضا شاہ پہلوی کے مظالم کے آثار سرزمین ایران سے محو نہیں ہوئے ہیں۔ خدا جانے ایسی حکومت کو آپ نے شیعہ حکومت کیونکر کہہ دیا۔ شاید آپ کے نزدیک حکمراں کا برائے نام شیعہ ہونا اس کے لئے کافی ہے۔ جناب والا! حقیقی شیعہ حکومت وہ ہے جس میں ہمارے تمام قوانین شریعت نافذ ہوں اور حکمراں کے پاس حاکم اعلیٰ کی جانب سے خصوصی یا عمومی سند حکومت بھی موجود ہو۔ وھذا معلوم الانتفاء۔ دوسرا شبہہ اس توقیع کے موضوع ہونے کا آپ کو اس لئے ہوا کہ حضرت نے اس میں "میرے شیعہ" کی لفظ استعمال کی ہے۔ جیسے حضرت جھوٹوں کے لئے ہرگز استعمال نہیں کر سکتے۔ مگر آپ کا یہ شبہہ بھی محاورات کلام سے بے خبری پر دلالت

کرتا ہے۔ شاید جناب کو معلوم نہیں کہ رسولؐ اور امامؑ کی گفتگو بھی عام طور سے بحسب ظاہر ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ پیغمبرؐ اسلام کی ایسی بے شمار حدیثیں ملتی ہیں جن میں نا اہل افراد کے لئے بھی آپ نے "اُمتی" (میری امت) کا لفظ استعمال فرمائی ہے۔

سبحان اللہ! توقیع مذکور کے غلط ثابت کرنے پر اپنا سارا زورِ بیان صرف کرنے کے بعد اب یہ کیا ارشاد ہو رہا ہے کہ "ہمیں اس وصیت کے صحیح یا غلط ہونے پر کچھ اصرار نہیں ہے"۔ خیر ہم بھی آپ کے رنگ بدلنے کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ لیکن اس تمہید کے ساتھ آپ کا یہ آخری اعتراض بھی "اصول فقہ الحدیث" سے بالکل جداگانہ ہے کہ "جب مدعی زیارت امامؑ جھوٹا ہے تو وہ باب بحار سے خارج کر دینا چاہیئے۔ جس میں حضرت کو لوگوں کا دیکھنا مذکور ہے"۔ اولاً تو اس باب میں تقریباً کل روایتیں ایسی ہیں جس میں زمانۂ غیبت صغریٰ کے لوگوں کے بیانات درج ہیں اور یہ توقیع خاتمۂ غیبت صغریٰ کے موقع پر وارد ہوئی ہے۔ لہذا آپ کا اشکال محض نافہمی کی پیداوار ہے۔ ثانیاً اگر کچھ لوگوں نے زمانۂ غیبت کبریٰ میں زیارت امامؑ کے دعوے کئے ہیں تو ان میں بھی زیادہ تر اس قسم کے بیانات ہیں کہ "حضرت کے نگاہوں سے غائب ہو جانے کے بعد انھیں پتہ چلا کہ یہ امام زمانہؑ تھے"۔ یعنی تمام باتیں لاعلمی کی حالت میں کرتے تھے۔ اور شناخت اس وقت کرتے تھے جب حضرت نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ علامہ مجلسیؒ نے خود تحریر فرما دیا ہے کہ ممکن ہے اس توقیع میں دعوی سفارت

کے ساتھ شاہدہ کی تکذیب کی گئی ہو (جیسا کہ قرینہ مقام بھی اسی کا مقتضی ہے)

قولہ - خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت وامامت وغیبت ونواب اربعہ کی نیابت کسی معقول شہادت سے ثابت نہیں اور نہ وجود امام دوازدہم کا عقیدہ کسی محکم بنیاد پر قائم ہے۔ حضرات علمائے شیعہ کی خدمت میں ہماری گذارش ہے کہ وجود امام غائب کو معقول اور مستند روایات واحادیث کی روشنی میں ثابت فرمائیں۔ لیکن ثابت کرتے وقت اپنے مسلمہ حسب ذیل معیار روایات واحادیث کو پیش نظر رکھیں۔

اقول - ہمارے سابق کے بیانات میں ان سب چیزوں کا قابل اطمینان ثبوت اور معقول شہادت موجود ہے لہذا ان چیزوں کو آپ کی طرح سے بار بار دُہرا کر اس مختصر مقالہ کو مطول نہیں بنانا چاہتے۔ بلکہ "خادم علماء شیعہ" ہونے کی حیثیت سے اب ہم آپ کے بیان کردہ معیار صحت روایات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے کچھ آپ کی مزید دیانت داریوں کو پیش کر دیتے ہیں۔

قولہ - روایات واحادیث کی صحت وعدم صحت کا معیار وہ خبر جو پیغمبر اسلام یا ائمہ معصومین سے کسی قول یا فعل کا اظہار کرے حدیث کہلاتی ہے۔

ا۔ حدیث کے بیان کرنے والے اگر اس قدر کثرت سے ہوں کہ مبنی برکذب اور جعلی حدیث پر ان سب کا متفق ہونا محال ہو تو ایسی حدیث حدیث متواتر کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک ہزار اشخاص جو وقت واحد میں موجود

نہ ہوں اور ایک دوسرے سے آشنا نہ ہوں اگر کوئی حدیث بیان کریں تو یہ حدیث یقیناً صحیح ہوگی۔ اور دلیل قطعی قرار پائے گی۔

۲۔ وہ حدیث جس کے بیان کرنے والوں کی تعداد اتنی قلیل ہو کہ کسی جعلی حدیث پر اُن کا متفق ہو جانا عادتاً محال نہ ہو تو ایسی حدیث احاد کہلاتی ہے۔ اور وہ دلیل ظنی قرار پائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی خارجی اور یقینی قرینہ موجود نہ ہو اور علمائے شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ ظنی دلائل اس وقت تک اصولی مسائل میں قابل استدلال نہیں جبتک کہ کوئی قرآنی آیت تائید نہ کرے۔

متواتر حدیث بھی اسی وقت یقینی اور صحیح قرار پائے گی جبکہ حسب ذیل دو شرطیں پائی جائیں گی۔

۱۔ حدیث میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ محسوس بحواس خمسۂ ظاہری و باطنی ہو۔ مثلاً اگر سو اشخاص یہ خبر دیں کہ انھوں نے رسول یا امام سے یہ سُنا یا کرتے ہوئے دیکھا تو حدیث متواتر ہوگی۔

۲۔ سلسلۂ رواۃ اپنے تمام طبقات میں حد تواتر تک پہنچتا ہو یعنی سو اشخاص جنھوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا ہو اور مجلس واحد میں حدیث پر متفق نہ ہوئے ہوں۔ ایسے دوسرے سو اشخاص سے بھی کہ وہ مذکورۂ بالا صفات سے متصف ہوں کوئی حدیث بیان کریں۔ اور یہ سو اشخاص سے نقل حدیث کریں۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت رسولؐ یا حضرات ائمہ تک منتہی ہو جائے۔ تو اس صورت میں تواتر ثابت ہو جائے گا۔ اور ایسی حدیث

بالکل یقینی ہوگی۔ لیکن اگر سو آدمی پانچ یا سات آدمیوں سے نقل حدیث کر رہے ہیں اور یہ پانچ یا سات اشخاص حضرت رسولؐ سے روایت کریں تو ایسی حدیث متواتر نہ ہوگی۔ کیونکہ پانچ یا سات اشخاص کا کسی جعلی حدیث پر متفق ہو جانا عادۃً محال نہیں ہے۔

دقت
اقول۔ سبحان اللہ! بسم اللہ ہی غلط۔ کاش حدیث کی تعریف کرتے مذہب شیعہ کی کسی معمولی کتاب "فن درایت" کو دیکھ لیا ہوتا، صرف ایک ورق (مطابق تقطیع بحار) کا رسالہ "وجیزہ علامہ بہائی تھا اسی کو پیش نظر رکھا ہوتا جس میں صاف تحریر ہے کہ الحدیث کلام یحکی قول المعصوم او فعله او تقریره .... ولو قیل الحدیث قول المعصوم او حکایة قوله او فعله او تقریره لم یکن بعید ا(یعنی وہ کلام جو معصوم کے قول یا فعل یا تقریر کی حکایت کرے وہ حدیث ہے .... اور اگر یہ کہا جائے کہ حدیث خود معصوم کا قول یا ان کے قول یا فعل یا تقریر کی حکایت ہے تو بعید نہ ہوگا) لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ لائق مصنف نے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر حدیث کی تعریف کو ابتر کر دیا۔ غالباً موصوف نے لفظ "تقریر" کو اُردو محاورہ کی روشنی میں دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ "قول" کی لفظ تو پہلے ہی آ چکی ہے تقریر سے اس کی تکرار ہو گئی ہے لہٰذا الزائد اولیٰ بالحذف، ظاہر ہے کہ جس کی قابلیت کا یہ عالم ہو اور جسے حدیث کی مشہور تعریف بھی نہ معلوم ہو وہ علامہ بہائی کے قول و حکایت کے بیان کردہ فرق کے لطف سے کیا واقف ہوگا۔ ان الیتیم یتیم العقل والادب۔ اسی طرح متواتر و

واحاد کی بنائے تقسیم کو آپنے اُن دونوں کی تعریف سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی
آپ کی بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اسی وجیزہ میں تحریر ہے کہ فان بلغت سلسلتہ
فی کل طبقۃ حدّاً یؤمن معہ تواطئھم علی الکذب فمتواتر
ویرسم بانہ خبر جماعۃ یفید بنفسہ القطع بصدقہ۔ یعنی اگر
سلسلۂ رواۃ ہر طبقہ میں اتنی تعداد میں ہو کہ جسکے بعد ان سے جھوٹ پر متفق
ہوجانے سے بے خوفی ہو تو متواتر ہے (ورنہ احاد ہے) اور متواتر کی رسمی
تعریف یہ ہے کہ "ایسی جماعت کی خبر جس سے خود صدق خبر کا یقین پیدا ہوجائے"
یہ بھی واضح رہے کہ تواتر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک تواتر لفظی اور دوسرے
تواتر معنوی، غرضکہ ان تعریفات میں کہیں پر نہ ایک ہزار کی تعداد لکھی ہے
اور نہ سو کی۔ بلکہ بخلاف اس کے رسائل شیخ مرتضیٰ انصاری میں اسکی صراحت
موجود ہے کہ "حصول تواتر کے مختلف درجات ہیں۔ کبھی چند آدمیوں
کے قول سے یقین پیدا ہوجاتا ہے۔ اور کبھی ایک مجمع کثیر کے قول سے یقین نہیں
حاصل ہوتا"۔ لیکن لائق مصنف نے فریب دینے کے لئے پہلے ایک ہزار کی
مثال دی پھر شاید کچھ سوچ کر ایک سو کی مثال دی۔ کیا میں جناب مصنف
سے دریافت کرسکتا ہوں کہ کسی خبر کا یقین بغیر سو آدمیوں کے بیان کے
آپ کو نہیں ہوتا؟ پھر کیوں ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جسے سُنکر زن پسر مردہ بھی
ہنس پڑے۔ شاید آپ بھی اس کا اقرار کریں کہ علمائے حدیث نے یہ تقسیمیں
اہل عرف کے مذاق کو دیکھتے ہوئے کی ہیں۔ اسی لئے خود کسی تعداد کو نہیں معین
کیا۔ بناءً علیہ ہوسکتا ہے کہ کسی خبر کو صرف پانچ سات عادل یا ثقہ حضرات

بیان کریں اور اُس سے یقین ہو جائے اور پھر شاید جناب کو بھی معلوم ہو کہ اصولی شیعہ کے بالمقابل اخباری حضرات نے کتب اربعہ متقدمہ اور کتب ثلاثہ متاخرہ کے اخبار کو قطعیات میں شمار کیا ہے مگر ہم نہ اس افراط کے قائل ہیں اور نہ آپ کی طرح اس تفریط کے کہ جب تک ایک ہزار یا ایک سو افراد خبر کو بیان نہ کریں اس وقت تک خبر کی سچائی کا یقین نہ پیدا ہو (یہ وہ قول ہے کہ آپ کا عمل ہر روز اس کی تکذیب کرتا ہو گا) البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ان کتب احادیث میں زیادہ تر تعداد ان روایات کی ہے جو باوجودیکہ احاد سے ہیں مگر ان کی صحت کے لئے خارجی یا داخلی یقینی قرائن بھی موجود ہیں جس کے بعد آپ کی تحریر کے مطابق علم و یقین کا پیدا ہو جانا بھی ضروری ہے۔ جی ہاں ظنی دلائل کا اصولی[1] مسائل میں استعمال قطعاً درست ہے۔ اور یہ شرط نا قابل تسلیم ہے کہ قرآنی آیت اس کی تائید بھی کرے" بلکہ کہنا یہ چاہیے تھا کہ قرآنی آیت سے وہ مخالف نہ ہو۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے (ملاحظہ ہو رسائل الشیعہ باب حجۃ خبر)

اس کے علاوہ آپ کا ایک جواب "ظنیۃ الطریق لا ینافی قطعیۃ الحکم" (دلیل کا ظنی ہونا حکم کے قطعی ہونے کے منافی نہیں ہے) میں بھی مضمر ہے۔ مگر یہ جواب اس وقت سمجھ میں آئے گا جب آپ کتب اصولیہ کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیں گے۔ ودونہ خرط القتاد۔

قولہ۔ حدیث کی تعریف اور اس کی صحت کا معیار بیان کرنیکے

[1] ہم نے اصولی کی لفظ سے بحث کی ہے۔ کلامی کی لفظ ہوتی تو ہم کچھ اور کہتے۔

بعد ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا معیار پر جو فرقہ شیعہ کا مسلمہ معیار ہے یہ ثابت کیا جائے کہ امام حسن عسکری علیہ الصلواۃ والسلام کوئی فرزند نرینہ رکھتے تھے۔ جو آپکے بعد آپ کا جانشین قرار پایا۔ بحار الانوار کے صفحات کو بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ وجود امام دوازدہم کو صرف ایک عورت، ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام کے بے سر و پا بیانات کی بنا پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ ایسے عظیم الشان اصولی مسئلہ کا تصفیہ ایک عورت ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام کے بیانات سے کر لینا کسی قاعدے سے جائز نہیں ہے۔

اقول۔ حدیث کی جیسی غلط تعریف اور حق و باطل سے ملا ہوا جیسا صحت کا معیار آپنے پیش کیا ہے وہ آپکے علمی تبحر پر شاہدین عادلین کی حیثیت رکھتے ہیں البتہ اس باب میں فرقہ شیعہ کا جو مسلمہ معیار ہے اس کے لحاظ سے امام حسن عسکریؑ کے فرزند کا انکے بعد جانشین ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔ لیکن ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

کاش مصنف نے بقول خود "بحار الانوار کے صفحات کا بنظر غائر مطالعہ" کیا ہوتا تو ہرگز یہ نہ لکھتے کہ "وجود امام دوازدہم کو صرف ایک عورت ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام نے بیان کیا ہے"۔ اس لئے کہ ہم نے اس کتاب کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو صرف ولادت امامؑ کے سلسلہ میں کثیر روایات معتبرہ نظر آئے جن میں سے کچھ روایتیں ہم شروع میں لکھ آئے ہیں اور

وجود امامؑ کے لئے تو بحد تواتر حدیثیں نظر آتی ہیں اور اتنے مختلف مقامات کے لوگ ناقل نظر آتے ہیں کہ جن کا اتفاق علی الکذب عادۃً ہو ہی نہیں سکتا۔ ان تمام چیزوں کو ترک کرتے ہوئے اس وقت میں صرف ان لوگوں کی ایک فہرست پیش کر دیتا ہوں جو اس عصر میں موجود تھے اور جنھوں نے خود حضرت کی زیارت کی یا ان کے معجزے پر مطلع ہوئے (اس میں سفراء اور گھر کے لوگ شامل نہیں ہیں ہاں وکلاء داخل ہیں) اہل بغداد سے (۱) حاجز (۲) بلالی (۳) عطار۔ کوفہ سے (۴) عاصمی اہواز سے (۵) محمد بن ابراہیم بن مہزیار۔ قم سے (۶) احمد بن اسحاق۔ ہمدان سے (۷) محمد ابن صالح رے سے (۸) شامی (۹) اسدی۔ آذربائجان سے قاسم بن علاء۔ نیشاپور سے (۱۱) محمد بن شاذان النعیمی۔ یہ تعداد وکلاء تھی آگے غیر وکلاء کے اسماء ہیں۔ اہل بغداد سے (۱۲) ابو القاسم بن ابی حابس (۱۳) ابو عبد اللہ الکندی (۱۴) ابو عبد اللہ الجنیدی (۱۵) ہارون القزاز (۱۶) نیلی (۱۷) ابو القاسم بن دبیس (۱۸) ابو عبد اللہ بن فروخ (۱۹) مسرور طباخ (۲۰) احمد (۲۱) محمد فرزندان ابو الحسن (۲۲) اسحاق کاتب (۲۳) صاحب الفراء (۲۴) صاحب الصرۃ المختومۃ ہمدان سے (۲۵) محمد بن کشمرد (۲۶) جعفر بن حمدان (۲۷) محمد بن ہارون بن عمران۔ دینور سے (۲۸) حسن بن ہارون (۲۹) احمد اخ حسن مذکور (۳۰) ابو الحسن۔ اصفہان سے (۳۱) ابن بادشالہ۔ صیمرہ سے (۳۲) زیدان۔ قم سے حسن بن نضر (۳۴) محمد بن محمد (۳۵) علی بن محمد (۳۶) محمد بن اسحاق (۳۷) حسن بن یعقوب۔ رے سے قاسم بن موسیٰ اور ان کے فرزند و پدر (۴۱) محمد بن ہارون (۴۲) صاحب الحصاۃ

(۴۳) علی بن محمد (۴۴) محمد بن محمد الکلینی (۴۵) ابو جعفر الرفاء۔ قزوین سے (۴۶) مرداس (۴۷) علی بن احمد۔ قاین سے دو شخص (۴۹) زوراء سے (۵۰) ابن الخیال۔ فارس سے (۵۱) مجروح۔ مرو سے (۵۲) صاحب الف دینار وصاحب المال (۵۳) و الرقعۃ البیضاء (۵۴) ابو ثابت۔ نیشاپور سے (۵۵) محمد بن شعیب بن صالح۔ یمن سے (۵۶) فضل بن یزید اور ان کے فرزند حسین (۵۷)۔ (۵۸) جعفری (۵۹) ابن الاعجمی (۶۰) والشمشاطی۔ مصر سے (۶۱) صاحب المولودین (۶۲) صاحب المال بمکہ (۶۳) ابو رجاء۔ نصیبین سے (۶۴) ابو محمد بن وجناء اہواز سے (۶۵) حصینی (علاوہ بحار کے ملاحظہ ہو اکمال الدین اور منتہی المقال) تقریباً ۲۰ ملکوں اور شہروں کے ۶۵ آدمی جنکے اچھے حالات رجال سے بخوبی ظاہر ہیں، حضرت حجۃ کی گواہی دے رہے ہیں اور اس میں اگر گھر کے لوگوں کو اور دوسرے شواہد کو شامل کر لیا جائے تو تقریباً سو شہادتیں وجود امامؑ کی مہیا ہو جاتی ہیں۔ اب اگر اس کے بعد بھی آپ کو شک رہ جائے تو اپنے دماغ کا علاج کیجئے اس کے سوا کیا عرض کیا جائے۔۔۔

قولہ۔ باب چہارم۔ پھر حجۃ خدا کون تھا؟ شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب اور ائمہ معصومین کی احادیث و روایات کی بنا پر یہ مسئلہ بالکل طے شدہ تھا کہ قائم آل محمدؐ کے عہدہ پر امام حسنؑ عسکری کا فرزند فائز ہوگا۔ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگا۔ اس کی پہلی غیبت کم ہوگی دوسری طولانی ہوگی۔ اگر ایسی کچھ احادیث اور روایات ہیں تو ہمیں بھی ان سے انکار نہ ہوگا۔ لیکن ہمیں ان احادیث کی ضرورت ہے جو کم از کم اس معیار

کے مطابق ہوں ۔ جو ہم نے صفحات ماسبق میں پیش کیا ہے ۔ پھر ان احادیث و روایات کو واقعات سے تطبیق دینی ہوگی ۔ اگر واقعات نے ان احادیث کا ساتھ نہ دیا تو یہ تمام روایات مبنی بر کذب سمجھی جائیں گی ۔ واقعات کا جہاں تک تعلق ہے اچھی طرح یہ بات ثابت کی جاچکی ہے کہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کا وجود امامت غیبت نواب اربعہ کی سفارت ہرگز ثابت نہیں ہے ۔ اس لئے وہ تمام احادیث و روایات جعلی ہیں جن میں مذکورہ بالا عقائد موجود ہیں اور جو پیغمبر اور آئمہ طاہرین سے منسوب ہیں ۔ اگر ایسی احادیث موجود ہیں جو شیعہ عقائد کی تائید کرتی ہیں تو بحار الانوار میں ایسی احادیث و روایات کا ذخیرہ بھی کافی موجود ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ عقائد متعلق قائم آل محمد پہلے سے طے شدہ نہ تھے ۔ پس ان دونوں قسم کی احادیث و روایات کی صحت اور عدم صحت کا بہترین معیار صرف واقعات ہی ہو سکتے ہیں ۔ اور واقعات کی کسوٹی پر شیعہ عقائد ثابت نہیں ہیں پس جب واقعات کی کسوٹی نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے بعد سلسلۂ امامت کا خاتمہ ہو گیا ۔

اقول ۔ ہم نے ماسبق کے صفحات میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ حدیثیں معیار اور واقعات کے بالکل مطابق ہیں اور یہ بھی دکھا دیا کہ ان احادیث کے جعلی ثابت کرنے میں آپ نے خود جال کیا ہے ۔ اور آپ کا یہ کہنا بھی قطعاً غلط ہے کہ "شیعہ عقائد متعلق قائم آل محمدؐ پہلے سے طے شدہ نہ تھے" اس لئے کہ جن چند روایتوں کی بنا پر آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے انھیں آپ بالکل نہیں سمجھے ہیں چونکہ آگے بڑھکر آپ نے خود ان روایات کو پیش کیا ہے ۔ لہذا اسی جگہ پر ہم بھی آپکو

اس کا مطلب سمجھا دیں گے۔

قولہ۔ تو اب حضرات شیعہ کی طرف سے ایک اور سوال ہوگا جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ اور یہ موضوع تشنۂ بحث رہ جائیگا اگر اس سوال کو حل نہیں کیا گیا۔ اور وہ سوال حسب ذیل ہے:۔

(سوال) مخلوق گناہگار اور خطاکار ہے۔ ہادی حقیقی خداوند عالم پر فرض ہے کہ وہ کسی ایسی طاقت کو روئے زمین پر ہر وقت برقرار رکھے جو مخلوق کی رہنمائی کرتی رہے۔ یہ طاقت امام کہلاتی ہے۔ اس لئے زمین وجود امام سے خالی نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا کہ سلسلۂ امامت امام حسن عسکریؑ پر ختم نہیں ہو سکتا۔ آپ کے بعد امام کا رہنا واجب ہے اور یہ امام حجۃ ابن العسکریؑ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اگر ان کی امامت یا ان کا وجود باطل ہے تو مخالفین پر کسی دوسرے شخص کی امامت کا ثبوت دینا واجب ہے۔

(جواب) بیشک یہ سوال ایک اصولی سوال ہے۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ مخلوق گناہگار و خطاکار ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے ہر وقت ایک رہنما کی ضرورت ہے لیکن ہمیں اس سے اختلاف ہے کہ یہ راہنما صرف امام ہی کے نام سے موسوم ہو۔ امامت صرف ایک اصطلاحی منصب ہے۔ جو صرف دور اسلام کی ایک زبان یا اصطلاح قرار پائی ہے ورنہ اسلام سے پہلے اس لفظ کے وجود سے زمین ہمیشہ خالی رہی ہے۔ ہاں رہنما سے زمین کبھی خالی نہیں رہی ہے۔ اس لئے ائمہ طاہرین نے اس رہنما کا نام حجۃ خدا رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "زمین حجۃ خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ یہ حجۃ خدا خواہ ظاہر و مشہور ہو

خواہ خائف و مستور ہو" حجۃ خدا کا لفظ ایک جامع لفظ ہے اور اس میں شک نہیں کہ حجۃ الٰہی ہمیشہ موجود رہی ہے۔ مخلوق پر سب سے پہلی حجۃ کتاب ہے۔ دوسری حجت صاحب کتاب تیسری حجت جانشین صاحب کتاب ہے جو مفسر کتاب ہوتا ہے۔ چوتھی حجۃ علمار حق ہیں۔ قرآن مجید سے بھی یہی چاروں حجتیں ثابت ہیں۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں یہی چاروں حجتیں رہی ہیں۔ مثلاً" دور موسوی میں حضرت موسیٰ حجۃ تھے ان کے بعد انبیاء بنی اسرائیل اور انکے بعد علماء یہود۔ اور ان سب کے ساتھ کتاب توراۃ حجۃ تھی۔ چنانچہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:۔ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی ونور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللّٰہ وکانوا علیہ شھداء۔ ترجمہ۔ ہم نے توراۃ اتاری جو ہدایت اور نور سے معمور تھی۔ خدا کے فرماں بردار انبیاء مروجین اور ربانیین اور احبار کتاب کے ذریعہ فیصلہ کیا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ (انبیاء و ربانی و احبار) کتاب الٰہی کے محافظ اور نگراں تھے۔ دور عیسوی میں انجیل، حضرت مسیح۔ حوارین مسیح حجۃ تھے۔ اور ان کے بعد علمار انجیل حجت تھے چنانچہ قرآن مجید میں ہے واتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ وھدی وموعظۃ للمتقین ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللّٰہ فیہ۔ یعنی ہم نے مسیح کو انجیل دی جس میں ہدایت و نور ہے جو مصدق توراۃ ہے ہدایت اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے اہل انجیل کو ان باتوں کا حکم دینا چاہیے

جو انجیل میں خدا نے نازل کی ہیں"۔ پس اسی طرح دور محمدی میں سب سے
بڑی حجۃ قرآن مجید ہے۔ پھر پیغمبر قرآن اس کے بعد آئمہ اور انکے بعد علمار
قرآن حجۃ تھے۔ اس مقام پر شاید شبہہ پیدا ہو کہ علماء قوم حجۃ الہی نہیں ہو سکتے
کیونکہ وہ معصوم نہیں اور حجۃ الہی کو معصوم ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ
ہے کہ ابھی آپنے علمائے یہود و علماء انجیل سے متعلق قرآن کا فیصلہ پڑھ لیاہے
کتاب الہی فرماتی ہے کہ خدا نے علماء یہود اور علماء انجیل کو فیصلے کا حق دیا تھا لہذا
ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ اسی طرح دور اسلام میں بھی ہوا۔ جناب رسالتماب
نے علم کتاب ائمہ طاہرین تک پہنچایا۔ اور ائمہ طاہرین سے علم قرآن علماء اسلام
کی جانب منتقل ہوا۔ آج قرآن کی کوئی ایسی آیت نہ ملیگی جس کی تفسیر کتب تفاسیر
میں نہ ہو۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ علماء شیعہ اپنے لئے حدیث رسولؐ علماء
امتی کا نبیاء بنی اسرائیل پیش کیا کرتے ہیں۔ پس جبکہ حضرات علماء
کے پاس ایک ایسی عمدہ سند موجود ہے جس کی رو سے وہ انبیاء بنی اسرائیل
کے مساوی قرار پاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اگر وہ حدود الہی کے ماتحت رہکر
ہدایت کریں تو ان کا فیصلہ معصوم نہ ہو۔ لہذا حضرت امام حسن عسکری کی وفات
کے بعد جو علماء حدود الہیہ قرآن اور تفاسیر ائمہ طاہرین کے مطابق قومی مسائل
حل کرتے رہے وہی علماء حق تھے اور وہی حجت الہی تھے اور ان کا فیصلہ
معصوم تھا۔

اقول۔ سوال معقول ہے۔ لیکن جواب چند قیاسیات و فرضیات
پر مبنی ہونے کی وجہ سے نہایت درجہ نامعقول ہے۔ اولاً تو آپ کو سوال

مطابق جواب دینا ضروری تھا۔ مگر پہلے ہی آپ نے امام کی لفظ کو یہ کہکر اڑا دیا کہ "امامت صرف ایک اصطلاحی منصب ہے جو صرف دور اسلام کی ایک زبان یا اصطلاح تھی" کیا آپکے خیال میں اسلامی دور ختم ہو گیا؟ اور کیا منصب امامت کے لئے شیعوں کے یہاں کوئی خصوصیت خاصہ نہیں رہی ہے؟ آپ کا یہ فقرہ بھی قرآن مجید سے انتہائی بے خبری پر دال ہے۔ کہ "اسلام سے پہلے اس لفظ کے وجود سے زمین ہمیشہ خالی رہی"۔ اگر دائرہ اسلام میں رہ کر قرآن پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی تھی تو قرآن کے ماننے والوں کی رد ہی لکھتے وقت اس کا مطالعہ کرتے رہتے۔ کیا قدرت کا ابراہیمؑ سے خطاب انی جاعلک للناس اماما، اس لفظ کے وجود کو عہد ابراہیمی تک کیلئے نہیں ثابت کر رہا ہے۔ یا معاذ اللہ قرآن نے یہ فرضی حکایت کی ہے؟ (واضح رہے کہ آپکی بحث اس لفظ کے وجود سے تھی نہ کہ مصداق اور نبوت و امامت کے مراتب سے) مجھے حیرت ہے کہ کس منزل میں آپ کی ولادت ہوئی تھی؟ اگر آپ نے مجلسیں سنی ہوتیں تو ہرگز اس لفظ کے وجود سے انکار نہ کرتے۔ ہم آپکی اس ترمیم کو منظور کر لیتے لیکن ہمارے سامنے وہ تمام نصوص موجود ہیں جن میں خصوصیت سے ان حضرات کو امام قرار دیا گیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہر امام حجۃ خدا ہے۔ لیکن ہر حجت کا امام ہونا ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آپ ان الارض لا تخلو من حجۃ کو پیش کریں تو اسی کے ساتھ اگر آپ کی نظر میں کچھ وسعت ہے۔ تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا ان الارض لا تخلو من امام (زمین کبھی بغیر امام کے نہ رہے گی) کے ساتھ بھی بکثرت نصوص موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو کافی صفحہ ۱۰۳ و صفحہ ۱۰۴ بلکہ حجۃ بغیر امام کے تمام ہی نہیں ہوتی

ملاحظہ ہو کافی مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۱۰۳ - لیکن تھوڑی دیر کے لئے ہم آپ ہی کی بات تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ "امامت صرف ایک اصطلاحی منصب ہے" اور "حجۃ خدا ایک جامع لفظ ہے"، مگر اسی سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد کہ "چوتھی حجۃ علماء حق ہیں" مغالطہ خیز ہے۔ اور شاید اسی مغالطے سے بچنے کے لئے علماء اسلام نے کبھی یہ لفظ (حجۃ اللہ) اپنے لئے پسند نہیں کی - اور نہ انکے مقلدین نے یہ لقب انھیں دیا۔ ہاں ان کو حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے - مگر حجۃ اللہ ہونے کا مدعی کوئی صحیح العقیدہ مسلمان نہیں نظر آتا - بلکہ ہم نے تو کسی جاہل سے جاہل گھر انے میں کسی کا نام بھی حجۃ اللہ نہیں سُنا - لہذا اس سے انصاف پسند دنیا یہ طے کر لیگی کہ حجۃ اللہ کے لئے کچھ ایسی خصوصیتیں ہیں جو عام علماء کو نہیں حاصل ہیں۔ لیکن اگر علماء حق سے آپکی مراد احادیث شیعہ کی روشنی میں حقیقی علماء (ائمہ - کافی صفحہ ۱۲۹) ہیں تو ہم بھی مان لیں گے لیکن آپ کی چار تقسیم ہی سے ظاہر ہے کہ آپ کی مراد "خطا کار" علماء ہیں۔ مگر ان کے حجۃ اللہ ہونے پر اولاً تو شریعت موسوی اور عیسوی سے استدلال کرنا ہی لغو ہے - ثانیاً ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ خود علماء یہود اور نصاریٰ کا ان آیتوں سے حجۃ اللہ ہونا کیونکر معلوم کر لیا گیا؟ حالانکہ آپ نے پہلی آیت کا ترجمہ غلط ہی نہیں بلکہ ایک اپنے مطلب کو حذف کر کے فرمایا ہے۔ کیوں جناب! و الذین ھادوا کا ترجمہ کیا ہوا الخ کیا جتنے بھی یہودی تھے سب علماء اور حجۃ اللہ تھے تو پھر افراد امت کون لوگ تھے؟ اسی طرح "اہل الانجیل" سے بھی علماء کے لئے استدلال

عجیب و غریب ہے۔ کاش ان آیتوں کے سلسلہ میں تفسیر کی طرف رجوع کرلی ہوتی تاکہ دوسری حجت کو تیسری حجت سمجھکر چوتھی حجت کے دائرہ میں صحیح قدم رکھتے۔ مگر اس کی توفیق کہاں۔ پھر لطف استدلال بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ اس سائل کے جواب میں، جو قیاس کو حرام جانتا ہے یہ کہکر تسکین دی جاتی ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے جیسے یہود و نصاریٰ اپنے علمار کو حجۃ اللہ سمجھتے تھے ویسے ہی تم بھی اپنے علمار کو حجۃ اللہ سمجھو"۔ ماشاء اللہ! اس کے بعد لائق مصنف کو فکر ہے کہ قول علمار کو کسی طرح معصوم بھی ثابت کر دیا جائے۔ لہذا قرآن کی مذکورہ بالا آیتوں کا حوالہ دیکر یہ بھی کوشش کی ہے کہ "خدا نے علمائے یہود اور علمائے انجیل کو فیصلہ کا حق دیا تھا۔ لہذا ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ اسی طرح دور اسلام میں بھی ہوا"۔ اولاً تو یہی محتاج ثبوت ہے کہ ان کو فیصلہ کا حق قرآن نے دیا ہے۔ ثانیاً یہ بھی نہیں معلوم کہ علی الاطلاق ان کو فیصلہ کا حق تھا۔ ثالثاً یہ بھی نہیں معلوم کہ ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ خصوصاً اسی قرآن میں جبکہ ان کے فیصلوں کو متعدد مقامات پر خلاف حق قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ یحرفون الکلم عن مواضعہ (کلمات کو ان کے اصلی موارد سے ہٹا دیتے ہیں) کہکر ان کو تحریف کا مجرم بھی قرار دیا ہے کیا اسی قیاس پر "علمائے قوم" کا قول آپ معصوم ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اتنی زحمت آپنے خوامخواہ کی امام رازی نے اس سلسلہ میں نہایت اچھے افادات کئے ہیں اور اپنے خیال میں اجماع علمار کو معصوم ثابت کر چکے ہیں کاش آپنے اسی سے تمسک کرلیا ہوتا۔ تو سواد اعظم اس باب میں آپکے

ہمراہ ہوتا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس کثرت سے بھی آپکے اس وقت کے مخاطب کبھی مرعوب نہیں ہوئے اور شاید اسی وجہ سے یا بے خبری کی بنا پر آپ نے "قول علماء" کی عصمت ثابت کرنے کے لئے ادھر کا رُخ نہیں کیا۔ بہر نوع آپ کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ شیعہ "تصویب" (حکم خدا تابع رائے مفتی ہے) کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ مجتہد اور مفتی کو بھی خاطی سمجھتے ہیں۔ لہذا ان کے اوپر آپ کی پُرفریب تقریر کا جادو نہیں چل سکتا۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ تفسیر اہلبیتؑ اور احادیث ائمہ میں سب کچھ موجود ہے لیکن اس کے سمجھنے میں انسان سے لغزش ہو سکتی ہے۔ معصومین نے لوگوں کی سمجھ پر کوئی پہرا نہیں بٹھایا ہے۔ اسی لئے وہ حجۃ اللہ نہیں کہے جاتے۔ باقی رہی حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل تو اس سے بھی اُن کا مستقل حجۃ اللہ ہونا نہیں ثابت ہے۔ خصوصاً جبکہ مشبہ بہ (انبیاء بنی اسرائیل) میں اکثریت ایسے انبیاء کی تھی جو دوسرے انبیاء کی شریعت کے تابع تھے اور مختلف مراتب تبلیغ پر فائز تھے۔ جس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔ یقیناً ہمارے علماء کی یہی سعی ہوتی ہے کہ حدود الٰہیہ کے ماتحت رہ کر ہدایت کریں لیکن ان میں سے کسی عالم نے آجتک یہ جسارت نہیں کی کہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کا فیصلہ معصوم ہے۔ لیکن اگر آپ اس چوتھی حجۃ کا فیصلہ معصوم سمجھتے ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ علی محمد باب سے یا بہاء اللہ کے بارے میں جب انھیں علماء نے اپنا متفقہ معصوم فیصلہ دیدیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں تو آپ کیوں ان کی مذمت کرتے ہیں۔ اور کیوں نہیں آپ انکے فیصلے کو

تسلیم کر کے ان دعویداروں کو جھوٹا کہدیتے۔ کیا معصوم فیصلہ کبھی غلط بھی ہو سکتا ہے اور کیا معصوم فیصلہ کرنے والوں کے ہوتے ہوئے پھر کسی باب یا بہا کی ضرورت باقی رہجاتی ہے کاش آپ حضرات اپنے گریبانوں میں منھ ڈال کر کبھی ان چیزوں پر غور کرتے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ آپ علماء کے قول کو حجۃ رابعہ قرار دیتے ہیں اور قرآن وغیرہ سے ثبوت پیش کرتے ہیں اور آپ کی "ایقان" صد ۱۰۴ پر علمائے عصر اور فقہائے زمانہ کی حد سے زیادہ مذمت موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہے۔ اس کتاب الیقان پر پھر کسی فرصت میں ہم تبصرہ کریں گے۔

قولہ۔ چنانچہ بارہویں اور تیرھویں صدی کے درمیانی زمانہ میں ہم کو شیعہ علماء میں سے دو بڑی ہستیاں ملتی ہیں جنھوں نے اپنے زمانہ کی ان تعلیمات کے خلاف سخت آواز اٹھائی ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ آئمہ طاہرین کے خلاف مسلمانوں میں عموماً اور شیعوں میں خصوصاً پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دو تاریخی ہستیاں شیخ احمد احسائی اور علامہ سید کاظم رشتی کے نام سے مشہور ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت امام حسن عسکری کے بعد حضرت امام غائب کے مشکلات سے لبریز عقیدہ کو تسلیم کئے بغیر بھی مخلوق علمائے برحق کے معصوم فیصلہ سے محروم نہیں رہی۔

اقول۔ جن دو بڑی ہستیوں کو آپ پیش کر رہے ہیں ان کا

عقیدہ امام زمانہ کے متعلق وہی تھا جو آج ہمارا ہے۔ چنانچہ شیخ احمد نے
شرح زیارت جامعہ (جنکی مدح میں آپکے پیش رو بہار رطب اللسان ہیں)
میں "تو لیت آخرکم بما تولیت بہ اولکم" کی شرح میں حضرت مہدی
کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ والحق ما دلت علیہ الروایات من
الفریقین واجماع اہل البیت علیہم السلام وشیعتہم وھو انہ
محمد بن الحسن العسکری عجل اللہ فرجہ (یعنی حق وہی ہے
جس پر فریقین کی روایتیں اور اہلبیت اور ان کے شیعوں کا اجماع دلالت
کرتا ہے۔ کہ وہ (مہدی) محمد بن حسن عسکری عجل اللہ فرجہ ہیں)۔ پھر کہتے
ہیں حی الی ان یخرج طالت الامد منہ او قصرت (وہ زندہ
ہیں یہانتک کہ ظاہر ہونگے خواہ زمانہ طولانی ہو جائے یا مختصر) الخ پھر آگے
بڑھکر اور بھی حضرت سے ذکر کئے ہیں بلکہ دعائیں اور توقیعات حضرت
حجۃ کو بھی اسی شرح زیارت جامعہ میں لکھا ہے فلیرجع الیہا اسکے علاوہ
اپنے رسالہ حیوۃ النفس (در عقائد) میں رسول اور ائمہ کی تفصیلی شہادت
دیتے ہوئے لکھتے ہیں ثم الخلف الصالح الحجۃ القائم محمد بن الحسن
صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ پھر ایک فصل کی ابتدا یوں کرتے ہیں ویجب
علیہ ان یعتقد بان القائم المنتظر حی موجود اما عندنا
فلاجماع الفرقۃ المحقۃ علی انہ حی موجود الی ان یملاء الارض
قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا وھو ابن الحسن العسکری
الغائب الخ اسی طرح سید کاظم بھی شرح قصیدہ (جو ایک مطبوع و معروف کتاب ہے)

یں تابیسیوں جگہ محمد بن الحسن المنتظر لکھکر درود بھیجتے ہیں اور اپنے رسالہ سیر و سلوک
میں آداب خواب کے موقع پر اقرار ائمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں والحجۃ
بن الحسن الخ اسی میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ امام زمانہ غیبت میں علماء
کی تائید کرتے ہیں۔ بہرحال اتنے بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ دونوں بڑی
تاریخی ہستیاں جن کو آپ کبھی جنبان من ھاستان اور کبھی مثیل یحییٰ
وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ حجۃ بن الحسن العسکری کے مہدی ہونے کی قائل
تھیں لیکن اپنے زمانہ کی تعلیمات کے خلاف جو سخت آواز انھوں نے اٹھائی
تھی اس میں انھوں نے ان الجواد وقد یکبو کی بنا پر لغزش بھی کی اور بعض
ضروریات دین کا انکار کر دینے کی وجہ سے علماء نے ان کو کفر کا فتویٰ بھی دیدیا
لہذا پہلے ان کے مفصل حالات کے لئے قصص العلماء علامہ تنکابنی کو بسلسلۂ
حالات شہید ثالث ملاحظہ کر لیجئے۔ پھر ان "تاریخی بڑی ہستیوں" کے ذکر
سے شیعہ عوام کو مرعوب بنایئے۔ جن لوگوں کو صاحب جواہر صاحب فصول
آقائے دربندی اور شریف العلماء وغیرہم جیسی مسلم الثبوت ہستیاں بحث
ومباحثہ کے بعد کافر کہہ چکی ہوں۔ جن کا عقیدہ در باب معاد و معراج وغیرہا
بالکل خلاف تعلیم محمدؐ و آل محمدؐ ہو ان کے تذکرے سے ہمیں کیا فائدہ؟ شاید
جناب کو معلوم نہیں کہ یہ حضرات ایک مستقل مسلک کے بانی ہیں جس کا نام "شیخیہ"
ہے۔ شیخ احمد احسائی کے شاگرد رشید حاجی کریم کے شاگرد رشید آپکے بہاء
کے بھائی مرزا یحییٰ صبح ازل تھے۔ جو بعد میں بابی ہو گئے اور باب کے انتقال
ہونے کے بعد "ازلی جماعت" کی داغ بیل ڈالکر مستقل بالحکم ہو گئے۔

آپ کا یہ کہنا محض غلط ہے کہ ان لوگوں نے قرآن وحدیث کے خلاف پھیلی ہوئی تعلیمات کے خلاف سخت آواز اٹھائی تھی " بلکہ فلسفہ میں اس قدر محو ہوگئے تھے کہ قرآن واحادیث کو ثانوی حیثیت دیدی تھی اور اہل علم کے ٹوکنے پر بھی اپنے عقائد فاسدہ سے باز نہیں آتے تھے۔ بل اخذ تھم العزۃ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لائق مصنف نے مذکورہ بالا عبارت کو کس مناسبت سے یہاں پر پیش کیا ہے۔ اگر یہ مقصود ہے کہ یہ " بڑی ہستیاں " بھی غیبت امام زمانہ کی منکر تھیں تو ابھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ لوگ بالکل ہماری طرح حجۃ بن الحسن کی امامت وغیبت کے قائل تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ تعلیمات مذہب شیعہ سے خلاف آواز اٹھانے میں ان کی تاسی کرنی چاہیئے۔ تو ہمیں اس سے معاف رکھا جائے اس لئے کہ قرآن واحادیث اہلبیتؑ کے بعد تعلیمات مذہب شیعہ کے سلسلے کی کسی چیز کی کمی نہیں رہ جاتی ہے۔ جو ہم ایسے افراد کی طرف رجوع کریں۔ جن کا مقصد ہی فساد رہا ہو۔ چنانچہ علامہ تنکابنی نے خود سید کاظم رشتی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے استاد شیخ احمد نے مجھے لکھا تھا فاما الاعصار التی تراھا بعدی فمنھا انا (یعنی وہ بگولے جو میرے بعد عالم میں اڑتے ہوئے دیکھو ان کا اٹھانے والا میں ہوں گا) اس کے بعد علامہ تنکابنی فرماتے ہیں کہ یہ قول بالکل درست ہے کیونکہ ان کے شاگرد سید کاظم رشتی اور ان کے شاگرد حاجی کریم خاں کی وجہ سے کرمان شاہ میں کیا کیا فتنے نہیں اٹھے۔ پھر انہیں سید کاظم رشتی کے شاگرد میر علی محمد شیرازی (باب) کی وجہ سے کیا کیا بربادیاں نہیں ہوئیں۔ (قصص العلماء صہ ۴۸) اس باب سے

آخر میں "لہذا" کہکر جو نتیجہ مصنف نے اخذ کیا ہے وہ بھی کم بے ربط نہیں ہے لیکن اس بے ربطی سے قطع نظر کرتے ہوئے گذارش ہے کہ "علمائے برحق کے معصوم فیصلے" کا نظریہ اگر صحیح مان لیا جائے تو اہل سنت کی طرح کیوں نہ پھر وفات رسولؐ کے بعد ہی سے اس سے تمسک کر لیا جائے۔ کیا ضرورت ہے کہ گیارہ ائمہ کے بعد اسکو جاری کیا جائے۔ اس لئے کہ جیسی دلیلیں بارہویں کی امامت پر موجود ہیں ویسی ہی دلیلیں سابق ائمہ کی امامت کے لئے موجود ہیں۔ اگر قابل اتباع ہیں تو ہر جگہ ورنہ کسی جگہ نہیں۔

قولہ ۔ اگر اب بھی تشفی نہ ہوئی ہو اور شیعہ علماء ہم سے مطالبہ کریں کہ چونکہ علماء معصوم نہیں ہیں اس لئے امام حسنؑ عسکری کے بعد ہر زمانہ میں ایک ایسے معصوم شخص کو ثابت کرو جو منصوص من اللہ والرسولؐ ہو۔ تو ہم عرض کریں گے کہ آپ مسیحؑ کی وفات سے حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ تک ایسے اشخاص کو ثابت فرمائیں جو منصوص من اللہ اور منصوص من الرسول ہوں۔ اسکے جواب میں آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

اقول ۔ جی ہاں، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اب بھی تشفی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ علماء معصوم نہیں ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ عہد مسیح (قرآنی ہدایت کے مطابق ہم وفات مسیح کے قائل نہیں ہیں) سے عہد خاتم النبیین تک کے معصوم اور منصوص افراد کو ہم ثابت کریں تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ہمارے دعوے کا ثبوت اس دور کے معصومین کے تفصیلی اعتقاد پر نہیں موقوف ہے۔ بلکہ اس اجمال پر موقوف ہے کہ چونکہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں

رہتی لہٰذا امام حسن عسکریؑ کے بعد بھی زمین تا ایندم حجت خدا سے خالی نہیں ہے خواہ ہم اور زبانوں کے اوصیاء کو نام بنام نہ جانیں اس لئے کہ علم تفصیلی تو اسمائے انبیاء کے متعلق بھی لازم نہیں قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ ما سوا چند معروف انبیا کے باقی کا اجمالی اقرار و عقیدہ کافی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چیز میں ہم نص کے تابع ہیں۔ چونکہ کثرت سے احادیث کے اندر ہر نبی کے اوصیا کا اجمالی ذکر موجود ہے بلکہ کہیں کہیں ان کی تفصیل بھی کر دی گئی ہے اسی طرح خاتم النبیین کے عہد سے لے کر ہر وصی کے عہد میں حجۃ ابن الحسنؑ کا معصومین نے برابر اعلان کیا ہے بلکہ انبیائے ماسبق نے بھی ان کا اقرار کیا ہے (جیسا کہ بحار جلد نہم باب النصوص میں جناب ابراہیم وغیرہ کا اقرار صریحی طور پر مرقوم ہے) لہٰذا ہم بالاجمال انبیائے ماسبق کے اوصیا اور بالتفصیل آخری نبیؐ کے بارہ اوصیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف عیسیٰؑ نہیں بلکہ عہد آدمؑ سے لے کر عہد خاتمؐ تک کیلئے مسلسل ولایت و وصایت کے نصوص موجود ہیں۔ چنانچہ اس بات کا پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ "نور محمدیؐ آدمؑ سے اپنے ظہور تک جن سلسلوں سے ہو کر گذرا ہے ان میں سے ہر بزرگ" دوسری منزل نور" حکم خدا سے منتخب کرتا رہا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بحار جلد ششتم صہ۱۲ چاپ آہنی) لیکن ممکن ہے کہ آپ فرمائیں کہ اس کو اصل سوال سے کیا ربط؟ تو میں عرض کروں گا کہ بہت گہرا ربط ہے اس لئے اسی جلد بحار کا صہ۳۶ ملاحظہ کیجئے۔ روایت ہے کہ عبدالمطلب حجت تھے اور ابو طالب ان کے وصی تھے اعتقادات

صدوق سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اتفقت
الامامیۃ رضوان اللہ علیہم ان والدی الرسول و کل اجدادہ الی
آدم کانوا مسلمین بل کانوا من الصدیقین اما انبیاء مرسلین او
اوصیاء معصومین الخ یعنی گروہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آبا و
اجداد نبیؐ تا حضرت آدم سب کے سب مسلم تھے۔ بلکہ صدیق تھے یا تو مرسل نبی تھے
یا معصوم وصی"۔ اب تو جناب کو معلوم ہو گیا کہ زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں
رہی اور نہ فقط عہد مسیح سے بلکہ عہد آدم سے ہر زمانہ میں کم سے کم ایک پیغمبر مرسل
نبی یا معصوم وصی ضرور موجود تھا۔ جنکے اسماء مبارکہ ہماری مذکورہ بالا روایتوں
میں صاف صاف تحریر ہیں جن میں کے آخری وصی خود جناب ابو طالب "مربیٔ
پیغمبر اسلام" ہیں۔ اب رہا ان کا منصوص ہونا تو وہ بھی ان ہی روایتوں میں
درج ہیں۔ لیکن اگر اب بھی کچھ شک ہو تو دوسرا ثبوت بحار جلد نہم ص ۳۱۳-۳۱۴
پر دیکھ کر تسکین حاصل کر لیجئے۔ جس میں ابلیس کا پرپوتا سرور عالم سے تمام
واقعات کو بتاتے ہوئے انبیاء کے اوصیا کو تفصیلاً بیان کر رہا ہے۔

چوتھا جواب۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ عیسیٰؑ کے اوصیاء کا سلسلہ تو اس میں
آیا ہی نہیں۔ حالانکہ ان کے بعد آخری رسولؐ تک کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ لہذا
اس دور شریعت عیسوی میں کے امناء کا وجود رہنا چاہیئے" تو میں عرض کروں گا
کہ یہ بالکل غلط تخیل ہے کہ زمانہ فترۃ میں منجانب خدا صرف شریعت عیسوی کا
نفاذ تھا۔ اس تخیل کی غلطی معلوم کرنے کے لئے آپ اپنے سید کاظم رشتی ہی
کا وہ رسالہ دیکھ لیجئے جس میں موصوف نے انبیاء اولوالعزم کی شریعتوں سے بحث

کی ہے۔ نہیں بلکہ ملت ابراہیمی بھی پہلو بہ پہلو چل رہی تھی۔ اور خاتم الانبیاء سے پہلے ایک وقت میں کسی نبیؑ یا وصی کا ہونا نا جائز نہ تھا۔ لہذا ملت ابراہیمی کا سلسلۂ وصایت ابو طالب کے ذریعے محمدؐ عربی تک پہنچ جاتا ہی آپ کے جواب کے لئے کافی ہے مگر چونکہ ہمارا پیغمبر کمال کا نقطۂ آخر ہے لہذا ہر خط ہدایت کا سلسلہ اس کی ذات تک پہنچتا ہے۔ اس لئے میں آپ کو واقعات جناب سلمان فارسی کی جانب متوجہ کرتا ہوں جس میں حضرت عیسیٰؑ کی وصایت جناب شمعون سے گزرتی ہوئی چند دیگر اوصیا سے ہوتی ہوئی خود حضرت سلمان تک پہونچی اور سلمان نے وہ وصیت بصورت لوح پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر کردی (بحار جلد ششم ص ۸۳ و ۸۴ و ۸۵) لیکن اگر آپ اوصیائے حضرت عیسیٰ کا تا دور پیغمبر اسلام نام بنام ذکر سننا چاہتے ہیں تو حضرت ختمی مرتبت سے سنئے اس روایت میں امیر المومنینؑ، ابوذرؓ، مقدادؓ، اور عبد الرحمن بن عوف کی موجودگی میں وصی کا سوال پیغمبرؐ اسلام سے کیا گیا۔ آپ نے آدم سے قائم تک کا سلسلہ نام بنام بیان فرمایا۔ اور جناب عیسیٰ تک پہنچ کر جو کچھ فرمایا ہے اس کے بعینہ الفاظ یہ ہیں "واوصی عیسیٰ بن مریم الی شمعون بن حمون الصفا واوصی شمعون الی یحییٰ بن زکریا واوصی یحییٰ الی منذر واوصی منذر الی سلمۃ واوصی سلمۃ الی بردۃ واوصی الی بردۃ وانا ادفعھا الی علیؑ بن ابی طالب" یعنی عیسیٰ بن مریم نے شمعون کو وصیت کی اور شمعون نے یحییٰ کو اور یحییٰ نے منذر کو اور منذر نے سلمہ کو اور سلمہ نے بردہ کو اور بردہ نے مجھے اور میں اس وصیت کو علیؑ ابن ابیطالب

کے حوالہ کردوں گا۔" اس کے بعد علیؑ بن ابیطالبؑ نے سوال کیا کہ آیا۔ اِن کے درمیان میں دوسرے انبیاء و اوصیا بھی گزرے ہیں۔ رسولؐ نے جواب دیا کہ "ہاں شمار سے بھی زیادہ۔" پھر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ "اے علیؑ میں وصیت کو تمہارے حوالہ کردوں گا۔ اور تم اپنے فرزند حسنؑ کے اور حسنؑ اپنے بھائی حسینؑ کے اور حسینؑ اپنے فرزند علیؑ کے اور علیؑ اپنے فرزند محمدؑ کے اور محمدؑ اپنے فرزند جعفرؑ کے اور جعفرؑ اپنے فرزند موسیٰؑ کے اور موسیٰؑ اپنے فرزند علیؑ کے اور علیؑ اپنے فرزند محمدؑ کے اور محمدؑ اپنے فرزند علیؑ کے اور علیؑ اپنے فرزند حسنؑ کے اور حسنؑ اپنے فرزند قائمؑ کے حوالہ اس وصیت کو کریں گے۔" اس کے بعد پیغمبرؐ نے لوگوں کو قائم بن الحسنؑ کی غیبت صغریٰ و کبریٰ سے مطلع کرتے ہوئے تخویف و تحذیر بھی کی ہے۔ (بحار جلد نہم ص۱۸۲)

جارچوسی صاحب! آپ کی حسب خواہش ہم نے احادیث اہلبیتؑ سے اوصیائے عیسیٰ کا نام بنام ثبوت پیش کردیا۔ اور غالباً اب آپ ہمیں یہ حق دیں گے کہ آپ کی طرف سے بھی ہم یہی سمجھ لیں۔ کہ حجۃ ابن الحسنؑ کا وجود آپ کو بھی تسلیم ہے اور یہ سب انکار صرف "تحصیل زر" کی بدولت ہے جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم۔

ایک شبہہ کا ازالہ

ممکن ہے کہ ہمارے چوتھے جواب کی ہر دو شق میں کسی صاحب کو اختلاف نظر آئے بایں طور کہ پہلے ہم نے جناب سلمان کو حضرت عیسیٰ کا آخری وصی بحار جلد ششم کے حوالہ سے لکھا ہے اور اس کے بعد جناب بردہ کو آخری وصی بحوالہ بحار جلد نہم تحریر کیا ہے

لیکن اس آخری روایت میں اس شبہہ کا جواب امیرالمومنینؑ کے سوال پر خود پیغمبرِ اسلامؐ نے دیدیا ہے کہ "جو سلسلۂ وصایت میں نے ذکر کیا ہے اس کے اثنار میں اور بھی بے شمار انبیار اوصیار گزرے ہیں۔ لہٰذا اس بیان کی روشنی میں حضرت سلمانؓ اور جناب بردہ دونوں حضرت عیسیٰ کے وصی تھے خواہ ایک ایران کے لئے رہا ہو دوسرا عرب کے لئے یا کوئی اور جہت اس تعدد کی رہی ہو جسے خدا بہتر جانتا ہے بہر نوع وصایت دونوں کے لئے ثابت ہے ولا محذور فیہ کما بینّاہ آنفاً۔

قولہ "باب پنجم۔ قائم آلِ محمدؐ کون ہے"؛ قبل اس کے کہ ہم قطعی اور یقینی روایات کی روشنی میں یہ غور کریں کہ فی الحقیقۃ قائم آلِ محمدؐ کے منصب کا حامل حقیقی کون ہے۔ ایک مرتبہ آپ کو پھر صفحاتِ ماقبل کا خلاصہ ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فروعی مسائل میں تو علمار کی تقلید کی جا سکتی ہے لیکن اصولی مسائل میں تقلید قطعی ناجائز ہے مسئلہ قائم آلِ محمدؐ ایک عظیم الشان اور اہم اصولی مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کو باضابطہ عقلی اور یقینی دلائل کی روشنی میں ثابت ہونا چاہئے۔ فروعی اور جزئی مسائل میں اگر تقلید کے باعث قوم کسی غلط مسئلہ پر عامل ہو جائے تو کوئی اہم دینی ومذہبی یا معاشرتی نقصان نہیں پہنچتا۔ لیکن اصولی مسائل میں اگر قوم اپنے آباؤ اجداد یا علمار کی ظنی روایات پر اعتماد کے باعث کسی غلط اصول پر عامل ہو گی تو اس کی ہلاکت یقینی ہے۔

اقول۔ بیشک ہمارے یہاں "اصول عقائد" میں تقلید علمار

قطعاً ناجائز ہے اور مسئلہ امامت چونکہ ہمارے اصول دین میں داخل ہے اس لئے اس میں بھی تقلید نہیں جائز ہے۔ لیکن جب اصل امامت کو عقلی حیثیت سے ہم ثابت کرلیں گے تو اس کے جزئیات کو ہم بہرحال نصوص صحیحہ سے ثابت کریں گے۔ لہٰذا کسی مخصوص امام کی امامت کو ہم اپنے مقررہ قواعد ہی کی بنا پر ثابت کریں گے چاہے اس کے لئے کوئی عقلی دلیل ہمیں دستیاب نہ ہو سکے۔ ورنہ صرف عقلی دلیل سے امام جعفر صادقؑ کی امامت بھی ثابت نہ ہو سکے گی۔ بنابریں مخصوص طور پر حجۃ بن الحسنؑ کی امامت کے لئے صرف عقلی دلیل کا مطالبہ ہمارے مسلمات سے علیحدہ ہو کر اپنی عقل کا نمائش کے مظاہرہ کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہاں یقینی دلائل کا مطالبہ برمحل ہے اور اس کو بحمد اللہ ہم سابق کے صفحات میں اچھی طرح لکھ آئے ہیں۔ البتہ آپکے تسلیم کردہ نظریہ کے مطابق ہمیں اس بات کا حق ضرور ہے کہ آپکے "قائم آل محمد" کی امامت کے لئے باضابطہ عقلی اور یقینی دلائل کا مطالبہ کریں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپکے دلائل کا عقلی یا یقینی ہونا تو درکنار ظنی دلائل میں بھی شمار نہیں ہو سکتا۔ کما سیاتی۔

قولہ۔ اگر آپ غیر یقینی وظنی یا غلط روایات کی تقلید کے باعث یہ عقیدہ قائم کرلیں گے کہ ایک منصوص من اللہ امام موجود ہے جو نظروں سے پنہاں ہے اور کسی وقت بحکم خدا ظاہر ہو کر آپ کو رفعت و ترقی کی اعلیٰ منزل پر پہنچا دے گا۔ اور حقیقت واقعہ یہ ہو کہ کوئی منصوص من اللہ امام موجود ہو۔ نہ غائب ہو نہ وہ کبھی ظاہر ہونے والا ہو تو ظاہر ہے کہ

آپ نے اپنی جن امیدوں کو اس سے وابستہ کیا ہے وہ کبھی پوری نہ ہونگی اور نہ کبھی آپ ترقی و عروج حاصل کر سکیں گے۔ بلکہ آپ کی مدت انتظار رائیگاں جائے گی۔ اور آپ کی آئندہ نسلیں بھی تباہ ہوں گی۔ لہذا فرقہ شیعہ کے ہر ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ امام غائب کے وجود امامت اور غیبت کی پوری پوری چھان بین کرے۔ اور تقلید سے یکسر بے نیاز ہو کر تحقیق کرے تاکہ حقیقت آشکار ہو جائے۔

اقول:۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ "ایک منصوص من اللہ کا وجود عقلی حیثیت سے ہر زمانہ میں ضروری ہے اور وہ غلط نہیں بلکہ صحیح روایات ظنی نہیں بلکہ یقینی احادیث کی بنا پر اس زمانہ میں حجۃ بن الحسن ع کی ہستی ہے اس لئے کہ آج سے نہیں بلکہ غیبت کے قریبی عہد سے ہی اس موضوع پر مختلف جہات سے اخبار مستفیضہ مدوّن ہوتے رہے ہیں جن سے مجموعی طور پر کم سے کم تواتر معنوی ضرور ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الغیبۃ نعمانی رح (ان بزرگ نے غیبت صغریٰ کا زمانہ بھی دیکھا ہے) نیز ملاحظہ ہو کتاب الغیبۃ طوسی و کتاب اکمال الدین صدوق رح وغیر ذالک پھر جب یقینی دلائل سے ان کی غیبت ہی نہیں بلکہ زمانہ غیبت کے فیوض و برکات سے بھی ثابت ہیں تو آئندہ کسی وقت بھی ان کا نہ ظاہر ہو سکنا بالکل "فرض محال" ہے۔ کیوں جناب! اگر اسی طرح کوئی دہریہ وجود خدا سے انکار کر دے تو آپ کیا کریں گے؟ ہمارے پاس تو امام کا بنایا ہوا ایک نہایت سیدھا سادھا جواب موجود ہے کہ اگر مرنے کے بعد بالفرض

کوئی خدا نہ نکلا تو ہم تم دونوں برابر ہوں گے۔ لیکن اگر واقعی کوئی خدا نکلا تو پھر تمہارا کیا حشر ہوسکتا؟ مصنف صاحب کاش آپ بھی اس ارشاد معصوم سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتے۔ آپ کا خیال ہے کہ "امام زمانہ کے خیالی عقیدے کی بناء پر ہم کبھی عروج اور ترقی نہیں حاصل کر سکتے" لیکن ایک انگریز محقق اسی عقیدہ کو بقاء وارتقاء تشیع کا سبب قوی بتاتا ہے اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جس قوم کا یہ عقیدہ ہو کہ ہمارا ایک ایسا بادشاہ ہے جو کسی وقت ظاہر ہو کر تمام عالم پر قبضہ کرلے گا اور اسی امید میں وہ قوم صبح وشام کرتی ہو۔ تو ایک دن یقیناً وہ سارے عالم پر چھا جائے گی ملاحظہ ہو رسالہ "فلسفہ مذہب شیعہ"

سید ابو العباس صاحب آپ جیسے نام نہاد مسلمانوں سے تو یہ منصف مزاج انگریز ہی اچھے ہیں جو اپنی عقل کو معطل نہیں کرتے اور مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کر کے بے لاگ فیصلہ کرتے ہیں۔ اس انگریز نے جس نفسیاتی پہلو کی طرف ہمیں اور آپ کو متوجہ کیا ہے کیا اسے معلوم کرنے کے بعد بھی آپ منفعل نہ ہونگے؟ مشکل ہے۔ یوم یعض الظالم علی یدیہ ویقول یا لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً۔ جناب من! فرقہ شیعہ نے امام غائب کے وجود امامت اور غیبت کی ہر دور میں اتنی چھان بین کی ہے کہ بلا مبالغہ ان کی تحقیقات صرف دیکھنے اور سمجھنے کے لئے آپ کی عمر طبعی ناکافی ہو گی۔

قولہ۔ صفحات ما قبل میں ہم اچھی طرح یہ ثابت کر چکے ہیں کہ امام غائب کے عقیدے کا کوئی پہلو بھی واضح اور روشن نہیں ہے۔ یقینی طور پر

بات بالکل ثابت نہیں ہوسکی۔ کہ واقعی (۱) امام حسنؑ عسکری کے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا جس کا نام م۔ ح۔ م۔ د۔ رکھا گیا اور وہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوا تھا۔ (۲) اور امام حسنؑ عسکری نے اس کو منصب امامت و قائمیت بخشا۔ (۳) یہ بات غیر مشکوک طور پر ثابت نہ ہوسکی کہ وہ نظروں سے پنہاں ہوگیا۔ اور ۳۲۹ھ تک نواب اربعہ کے ذریعہ قوم کی ہدایت کرتا رہا اور بالکل غائب ہوگیا۔

اقول :۔ اس پوری عبارت کا جواب پہلے لکھا جا چکا ہے۔ لہذا اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں پر مزید دلائل کو نہیں پیش کرنا چاہتا۔ لائق مصنف کو اگر ضرورت ہو تو کتاب الغیبۃ شیخ طوسی وغیرہ کی جانب رجوع کریں۔

قولہ۔ حضرت حجۃ ابن الحسنؑ کے معاملہ کی ہم نے کافی تحقیقات کی ہے اور اس سلسلہ میں ہم نے بحار الانوار سے جن روایات کو منتخب کر کے اس رسالہ میں درج کیا ہے ان کے متعلق ہمارے اور ہندوستان کے مشہور ترین علماء کے درمیان جب مذاکرہ ہوا ہے تو ان علماء کی بھی یہی رائے ہوئی ہے کہ جناب حکیمہ نے جو بیانات دیئے ہیں ان سے بہتر اور مستند روایات نہیں ہیں۔ پس اگر ہماری پیش کی ہوئی روایات جن سے علمائے شیعہ بھی متفق ہیں۔ آپکے نزدیک غیر مستند اور مشکوک ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور ایسی روایات ہیں جن کو آپ مستند سمجھتے ہیں اور جن سے حجۃ بن العسکری کا وجود یقینی طور پر ثابت ہوتا ہو تو بسم اللہ پیش کیجئے ہم نہایت خوشی سے ان پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اقول - خدا جانے وہ کون سے بے خبر مشہور ترین علماء تھے جنکے
آپ نے مذاکرہ کیا، کاش آپ ان کا نام تحریر فرما دیتے تاکہ ہم بھی آپ کے جھوٹ اور سچ
میں امتیاز کر لیتے، بہرحال ہم نے آپ کی اس خواہش کو پورا کر دیا ہے - اب اگر حق
وانصاف کی روشنی میں آپ دیگر روایات پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم
ہو جائے گا کہ جناب حکیمہ کے صحیح بیانات کے علاوہ بہت سے دوسرے
صحیح بیانات اور بھی موجود ہیں جن میں حضرت حجت کے پدر بزرگوار اور جد نامدار
وغیرہ کے بیانات بھی شامل ہیں - **قبص ولا تکفف**

قولہ - باب چہارم میں ہم نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر فرزند
امام حسن عسکریؑ کا وجود ثابت نہ بھی ہو تو بھی زمانہ حجت خدا سے خالی
نہیں رہتا - ہر شریعت کے دور پر ایک نظر ڈالئے، تو واضح ہو گا کہ پیغمبر
یا جانشین پیغمبر ایک مخصوص عرصہ تک موجود رہے ہیں - اور ان کے بعد
ہر شریعت کی آخری میعاد (یا یوں سمجھئے کہ دوسرے پیغمبر کے ظاہر ہونے تک)
کتاب الٰہی اور علمائے حق یہ دونوں چیزیں ہی مخلوق پر حجت رہی ہیں -
کتاب الٰہی کا تو حجت الٰہی ہونا واضح و روشن ہی ہے - علماء کے فیصلے کا
معصوم ہونا بھی (اگر وہ مطابق کتاب الٰہی ہوں تو) قرآن مجید سے ثابت
ہے - اس لئے اگر اس خطرہ کے پیش نظر کہ امام حسن عسکریؑ کے بعد کسی امام
کا وجود تسلیم نہ کیا جائے گا تو زمین حجت خدا سے خالی ہو جائیگی شیعہ حضرات
تاریخ شاہد ہے کہ شیعہ علماء کے نتائج افکار ہی قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں
اور آج بھی آپ کے ہاتھ میں موجودہ شیعہ علماء کے ان فتووں کے

علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے جن پر نہایت یقین اور اطمینان سے "واللہ اعلم بالصواب" کی مہر لگتی رہتی ہے۔

اقول:- باب چہارم کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ یہاں پر صرف یہ کہنا ہے کہ جب کتاب الٰہی کے ساتھ علماء کا وجود بھی حجت خدا ہے تو مسلم الثبوت حدیث ثقلین میں پیغمبر ؐ نے کتاب کے ساتھ اپنے اہلبیت علیہم السلام عصمت وطہارت کو کیوں حجت قرار دیا۔ شاید آپ پیغمبر کے اس فعل کو عبث قرار دیدیں۔ مگر کوئی مسلمان ایسی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا شیعہ تو حدیث ثقلین کے ساتھ مرتے دم تک متمسک رہیں گے۔ اور آپکے استنباطات کو اس مسلم حدیث کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ دیں گے۔ اور کیونکر وقعت دے سکتے ہیں جبکہ اسی بناپر سواد اعظم کے مسلک کو وہ غلط قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے اتنے بڑے اجماع کو (جو بقول امام رازی معصوم ہوتا ہے) ناجائز ٹھہراتے ہیں اور اجماع کو فقط اس صورت میں حجت جانتے ہیں جبکہ قول معصوم بھی اس میں داخل ہو تو بھلا آپ کے اس کھلے ہوئے فریب میں وہ کیا آسکتے ہیں۔ ہاں اگر علماء سے مراد ہماری احادیث کی روشنی میں آپ بھی ائمہ کو مراد لیتے ہیں۔ تو ہم آپ کی بات تسلیم کر لیں گے۔ مگر آپ کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ بھی آپ کا سفسطہ آمیز دعوی ہے کہ "شیعہ علماء کے نتائج افکار ہی قوم کی رہنمائی کرتے رہے" اس لئے کہ نتائج افکار سے مراد اگر انکے ذاتی رجحانات اور شخصی تخیلات ہیں تو ہرگز احکام دینیہ میں ان چیزوں

کا کوئی دخل نہیں رہا ہے اور نہ انھوں نے ان کو داخل کرنے کی کوشش کی
البتہ اگر نتائج افکار سے مقصود یہ ہے کہ قرآن و اخبار اہلبیتؑ کی مدد سے
ان کے نتائج افکار قوم کی رہنمائی کرتے رہے تو بیشک یہ مسلم ہے۔ مگر
اس سلسلہ میں جس طرح انھوں نے دیگر ائمہ کے اقوال سے تمسک کرتے
ہوئے مسائل دین کو بیان کیا ہے اسی طرح حضرت حجۃ ابن الحسنؑ کے
اقوال سے مسائل دین کو بیان فرمایا ہے۔ بلکہ بعض مسائل میں حضرت
ہی کی توقیع کے ذریعہ مسائل کے بنیادی پہلو کو مضبوط کیا ہے ملاحظہ ہو
کتب فقہیہ استدلالیہ شرح کبیر و جواہر الکلام وغیرہا۔ آپ کی یہ عبارت
بھی کس قدر مہمل اور حقیقت سے دور ہے کہ "و آج بھی آپ کے
ہاتھ میں موجودہ شیعہ علماء کے ان فتووں کے علاوہ کوئی دوسری چیز
نہیں ہے جن پر نہایت یقین و اطمینان سے "واللہ اعلم بالصواب" کی
مہر لگتی رہتی ہے"۔ اس لئے کہ لفظ "آپ" کا مخاطب اگر طبقۂ عوام شیعہ
ہے تو ظاہر ہے کہ مسائل "فروع دین" کے سمجھنے کے لئے ہر شخص کو قرآن و حدیث
کی طرف رجوع کرنے کی زحمت نہ عقلاً دی جاسکتی ہے اور نہ شرعاً بلکہ اس
باب خاص میں بمقتضائے عرف و وجدان اور بمطابق شرع اسلام اپنے سے
باہر تر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے پھر بھی فروع دین کے علاوہ مذاہب
شیعہ میں اور مختلف مسائل و مباحث ہیں جن کے سمجھنے کے لئے ہر زبان
میں کتب احادیث وغیرہ موجود ہیں۔ اور عوام شیعہ اس سے برابر فائدہ
اٹھاتے رہتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ عوام شیعہ کے ہاتھ میں علمائے فتوں

کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ آپ نے "واللہ اعلم بالصواب" کے مفہوم اور محل استعمال کو نہ سمجھتے ہوئے جو انداز تمسخر اختیار کیا ہے وہ خود نہایت درجہ مضحکہ خیز ہے اس لئے کہ "یقین و اطمینان" کے ساتھ "واللہ اعلم بالصواب" کا فقرہ آپ نے بالکل بے جوڑ تحریر کیا ہے۔ علماء کا فتووں کے آخر میں واللہ اعلم لکھنا خود اس بات کا شاہد ہے کہ آیت و روایت سے جو چیز بربنائے اصول مستنبط ہوئی ہے اس کو لکھدیا گیا ہے ورنہ حقیقت واقعیہ کا علم تو صرف خدا ہی کو ہے۔" اس محتاط روش کا مذاق اڑانا صرف انھیں لوگوں کا شیوہ ہو سکتا ہے جو عقل اور نقل دونوں سے بے بہرہ ہوں۔

قولہ :- اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وجود حجۃ ابن الحسن علیہ السلام کے عقیدہ کو فرضی تسلیم کر لیا جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ امام حسن عسکری کے بعد زمین حجۃ خدا سے خالی نہیں رہی اور علمائے حق قوم کی رہنمائی کرتے رہے تو بھی مہدی یا قائم آل محمدؐ کی بحث اپنی جگہ باقی رہتی ہے۔ پیغمبر اسلام اور ائمہ طاہرین کی روایات میں پیشنگوئیاں ظہور قائم آل محمدؐ کے متعلق بکثرت موجود ہیں اس کا کیا حشر ہوگا۔؟

اقول :- یہ عجیب قدرتی سوال ہے اس لئے کہ جب عقیدہ وجود حجت فرضی مان لیا گیا ۔ اور علمائے حق کو رہنمائے مطلق فرض کر لیا گیا تو پھر قائم آل محمدؐ کے متعلق کسی بحث کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی اور یہاں پر آپ کا یہ سوال کہ "پیغمبرؐ اسلام اور ائمہؑ طاہرین کی روایات میں

جو پیشینگوئیاں قائم آل محمدؐ کے متعلق بکثرت موجود ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟" بالکل بے محل اور بے معنی ہے اس لئے کہ ان پیشینگوئیوں کی کثرت اگر قابل یقین حد تک پہونچی ہوئی ہے تو اس کے مطابق حرف بحرف عمل کیجیے۔ اور اگر آپ کے نزدیک غیر یقینی اور ظنی حیثیت رکھتی ہیں تو سرے سے ان کو نظر انداز کر دیجیے۔ لیکن یہ تو آپ کر ہی نہیں سکتے کہ کچھ پیشینگوئیوں کو مان لیں اور کچھ کو نہ مانیں یعنی جن میں حجۃ بن الحسنؑ کا ذکر صاف نہیں موجود ہے انھیں تسلیم کر لیں اور جنمیں حضرت کا واضح ذکر موجود ہے انھیں بغیر کسی معقول وجہ کے رد کر دیں۔ بلکہ اصول کا مقتضا تو یہ ہے کہ مطلق کو مقید پر حمل کر دیا جائے اور مجمل احادیث کے لیے ان حدیثوں کو مبین قرار دیا جائے۔ جن میں حضرت حجۃؑ کا نام مذکور ہے۔ درآنحالیکہ حجۃ بن الحسن کیلئے خصوصی پیشنگوئیاں بھی اسی کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ جس کثرت کیساتھ عمومی پیشنگوئیاں موجود ہیں۔ جن میں سے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف چند حدیثیں ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:۔

(۱) **نص خداوندی**:۔ حدیث جابر بن عبد اللہ انصاری بطریق مختلفہ بحوالۂ صحیفۂ فاطمہؑ .... تمام حضرات معصومین کے علی الترتیب ذکر کے بعد خدا نے ارشاد فرمایا کہ "ثم اکمل ذالک بابنہ ای ابن الحسن رحمۃ للعالمین علیہ کمال موسیٰ و بہاء عیسیٰ و صبر ایوب" یعنی پھر میں اس سلسلے کو کامل بناؤں گا۔ ان کے (امام حسن عسکریؑ) فرزند سے جو رحمۃ للعالمین اور کمال موسوی، رونق عیسوی اور صبر ایوبی کا دارا

ہوگا (بحار جلد نہم صفحہ ۱۴۷ باب النصوص علی اثنا عشر)

(۲) **نص پیغمبرؐ** - علی الترتیب ائمہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں:- ان اللہ تبارک وتعالیٰ رکب فی صلب الحسن نطفۃ مبارکۃ زکیۃ طیبۃ طاہرۃ مطہرۃ یرضی بہا کل مومن قد اخذ اللہ میثاقہ فی الولایۃ ویکفر بہا کل جاحد فہو امام تقی نقی مرضی ہادی مہدی یحکم بالعدل ویامر بہ یصدق اللہ عز وجل ویصدقہ اللہ فی قولہ یخرج من تہامۃ حین تظہر الدلائل والعلامات الخ۔

یعنی خدا نے صاحب حسن عسکریؑ میں ایک طیب وطاہر پاک وپاکیزہ اور بابرکت امانت کو قرار دیا ہے جس سے ہر وہ مومن خوش اور راضی رہیگا جس نے عہد میثاق میں ولایت کا اقرار کر لیا۔ اور ہر منکر اسکے ساتھ کفر اختیار کرے گا۔ وہ (فرزند عسکری) امام پرہیزگار۔ پاکیزہ صفات خوش کردار ہادی (خلق) مہدی (دوراں) ہوگا۔ وہ عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور اسی کا لوگوں کو حکم بھی دے گا۔ وہ خدا کی تصدیق کرے گا۔ اور خدا اسکے اقوال کی تصدیق کرے گا۔ جب کل علامتیں اور دلیلیں ظاہر ہو جائیں گی تو وہ تہامہ (مکہ معظمہ) سے خروج کرے گا۔ (جلد نہم صفحہ ۱۵۰)

(۳) **نص پیغمبرؐ**:- امیر المومنینؑ اور حسنینؑ کی امامت کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد کرتے ہیں ؐ وتسعۃ من ولد الحسین تاسعہم قائم امتی الخ یعنی حسینؑ کے نو فرزند امام ہوں گے۔ نواں میری امت کا قائم ہوگا (واضح ہو کہ بحار جیسی تقطیع کے ۴۶ صفحات ایسی روایتوں سے پر ہیں)

(۴) **نص علیؑ**۔ امیر المومنین کے سامنے جب امام حسن آتے تھے تو آپ
مرحبًا یا ابن رسول اللہ فرماتے تھے اور جب امام حسین آتے تھے تو آپ
بابی انت وامی یا ابا ابن خیرۃ الاباء (اے بہترین آبا رکھنے والے
فرزند کے باپ! تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں) فرماتے تھے۔ چنانچہ لوگوں
نے حضرت علیؑ سے اس فرق کا سبب پوچھا اور "ابن خیرۃ الآباء" کا مطلب
دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ "ذاک الفقید الطرید الشرید م
ح م د بن الحسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسٰیؑ بن جعفرؑ بن
محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ ھذا ووضع یدہ علی راس الحسینؑ۔ یعنی وہ ابن
خیرۃ الآباء حجۃؑ بن الحسنؑ الخ ہیں حسینؑ پر یہ کہکر حضرتؑ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھکر
فرمایا کہ یہی حسین ہیں (بحار جلد ۱۳ ص ۳۱)

(۵) **نص امام حسنؑ** مصالحت پر ملامت کرنیوالوں کا جواب دیتے
ہوئے قائمؑ کا ذکر فرماتے ہیں۔ پھر ارشاد کرتے ہیں" ذالک التاسع من ولد
اخی الحسینؑ الخ یعنی وہ (قائم) میرے بھائی حسینؑ کا نواں فرزند ہے۔
(بحار جلد ۱۳)

(۶) **نص امام حسینؑ**۔ قائم ھذہ الامۃ ھو التاسع
من ولدی الخ یعنی میرا نواں فرزند اس امت کا قائم ہوگا۔ (بحار جلد ۱۳)

(۷) **نص امام زین العابدینؑ**۔ سلسلۂ امامت کو ذکر کرتے ہوئے
فرمایا کہ جب میرا فرزند جعفر پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا اس لئے کہ جعفر
(صادق) کا پانچویں نسل میں ایک شخص جعفر ہوگا جو خدا پر جرأت کرتے ہوئے
دعوائے امامت کرے گا۔ یہ شخص خدا کے نزدیک جعفر کذاب ہے

یہ شخص اپنے باپ کا مخالف اور بھائی کا حاسد ہوگا۔ یہی وہ ہوگا جو غیبت ولی اللہ کے موقع پر ستر اللہ کو چاک کرنے کا ارادہ کرے گا۔ اس کے بعد آپ پر گریہ طاری ہوا۔ پھر آپ نے جعفر کذاب سے دیگر مظالم کو بیان کیا الخ (جلد نہم ص۱۹۶)

(۸) نص امام محمد باقرؑ ۔ خلقت آدم سے دو ہزار سال پہلے کی قدرتی تحریر داؤد بن کثیر کو دکھاتے ہیں۔ جس پر شہادتین کے بعد لکھا تھا "ان عدۃ الشھور عند اللّٰہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللّٰہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذٰلک الدین القیم، اس کے بعد دوازدہ امام کے اسمار گرامی تحریر تھے۔ (جلد نہم ص۱۵۷)

(۹) نص امام جعفر صادقؑ ۔ سلسلہ دار ائمہ کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں ثم محمد بن الحسن (ایک نسخہ میں ابن الحسن لکھا ہے (بحار جلد نہم ص۲۰۲)

(۱۰) نص امام موسیٰ کاظمؑ ۔ حضرت یونس بن عبدالرحمٰن نے سوال کیا کہ آپ قائم بالحق ہیں۔ فرمایا کہ ہاں میں بھی قائم بالحق ہوں، لکن قائم الذی یطھر الارض من اعداء اللّٰہ و یملاء ھا عدلا کما ملئت جورا ھو الخامس من ولدی لہ غیبۃ یطول امدھا الخ

لیکن وہ قائم جو زمین کو دشمنان خدا سے پاک کر دے گا اور اسے عدل سے اسی طرح پر کر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ تو وہ میرا پانچواں فرزند ہوگا۔ جس کی مدت غیبت طولانی ہوگی۔ (بحار جلد ۱۳ ص۱۴۱)

(۱۱) نص امام علیؑ رضا - دعبل خزاعی کا قصیدہ سُن چکنے کے بعد ......

حضرت نے ان سے پوچھا کہ یہ جس امام کے خروج کا ذکر تم نے کیا ہے جانتے ہو کہ کون ہے؟ عرض کیا نہیں مگر اتنا سُنا ہے کہ آپ ہی حضرات میں سے وہ امام ہوگا فرمایا کہ یا دعبل الامام بعدی محمد ابنی وبعد محمد ابنہ علی وبعد علی ابنہ الحسن وبعد الحسنؑ ابنہ الحجۃ القائم المنتظر فی غیبتہ (بحار جلد ۱۳ ص ۱۱)

(۱۲) نص امام محمد تقی - ہمارا قائم ۴ میرا تیسرا فرزند ہے الخ (بحار جلد ۱۳ ص ۴۲)

ان بارہ روایتوں کو ہم نے صرف بطور نمونہ کے پیش کر دیا ہے ورنہ ہر امام سے حضرت حجۃؑ کے لئے نصوص کثیرہ وارد ہوئے ہیں۔ یہاں ہم نے امام دہم و یازدہم کے نصوص کو عمداً پیش نہیں کیا۔ اس لئے کہ سابق میں ان کے ارشادات کو لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ جن پیشنگوئیوں کو بنیاد قرار دے کر آپ اپنے قائم آل محمدؑ کی حقیقت ثابت کرنا چاہتے تھے ان کو تسلیم کر لینا ہی آپ کے باب کو بالکل ختم کر دے گا۔ اس لئے کہ نؤمن ببعض ونکفر ببعض کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

قولہ - یہ مہدی یا قائم آل محمد کون ہے؟ یہ ایک معقول سوال ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم مستند اور یقینی روایات سے ثابت کریں کہ قائم آل محمدؐ کے منصب کا حقیقی وارث اور عہدۂ مہدویت کا اصلی حقدار کون ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم تم کو کسی آئندہ ہونے والی بات کی خبر دیں اور ہمارے قول کے مطابق وہ واقع ہو جائے

تو کہو کہ خدا نے سچ فرمایا (بحار ص ۲۲۵) اس معیار کے مطابق ہم نہ صرف بحار الانوار بلکہ دوسری شیعہ کتب احادیث سے حضرات ائمہ کی ان پیشینگوئیوں کو درج کرتے ہیں جو واقع ہو کر خود اپنی صداقت کا بہانگ دہل اعلان کر رہی ہیں۔ اور اس لئے ہم حکم امام کے مطابق یہ کہنے کے لئے مجبور ہیں کہ خدا نے سچ فرمایا اور جی چاہتا ہے کہ امام علیہ السلام کے اس حکم کی اطاعت میں آپ بھی ہمارے ہمنوا ہو کر فرمائیں کہ خدا نے سچ فرمایا ہے۔"

اقول:۔ آپ کا سوال قطعاً غیر معقول ہے اس لئے کہ مستلزم تحصیل حاصل ہے لیکن بطور ماشاۃ ہم بھی ذرا آپکے "مستند اور یقینی روایات" کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے بحث کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جناب نے اس جگہ امام محمد باقرؑ کی جو حدیث پیش کی ہے اس میں حسب عادت آپ نے قطع و برید کر دی ہے۔ اصل میں حضرت نے ظہور قائمؑ کا مخصوص وقت نہ معین کرتے ہوئے "میقات موسیٰؑ" کو مثال میں پیش کیا ہے۔ تیس دن کا وعدہ تھا مگر چالیس روز صرف ہو گئے۔ اور قوم میں گمراہی پھیل گئی۔ گویا اس طرح سے حضرت نے علت نہی توقیت کو بیان فرما دیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں "فاذا حدثناکم بحدیث فجاء علی ما حدثناکم فقولوا صدق اللہ واذا حدثناکم بحدیث فجاء علی خلاف ما حدثناکم فقولوا صدق اللہ توجروا مرتین" آپ نے صرف پہلے ٹکڑے کا ترجمہ کر دیا۔ اور دوسرے ٹکڑے کا یہ ترجمہ حذف کر دیا کہ جب ہمارے بیان کے مطابق امر نہ واقع ہو تو بھی کہو۔ کہ خدا نے سچ فرمایا (یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کی جانب

اشارہ ہے) اس طرح تم کو دوہرے اجر ملیں گے۔" ایسی کھلی ہوئی بددیانتی کے باوجود ہم آپکے بیان کردہ معیار کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ مگر انصاف کا مقتضا تو یہ تھا کہ بحار (جو بقول آپکے شیعوں کے نزدیک بھی بیحد اہم ہے) ہی سے آپ اپنے ثبوت کو مہیا کرتے۔ لیکن آپ خوب جانتے تھے کہ بحار میں آپکے مطلب کے "جھوٹے موتی" ملنے سے رہے۔ لہٰذا نہایت خوبصورتی سے "دوسری شیعہ کتب احادیث" کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ ہر معتبر و غیر معتبر کتاب سے اپنے مطلب کی باتیں ڈھونڈھ کر نکال لی جائیں۔ لیکن انشاءاللہ اس "سعی نامشکور" کے بعد بھی آپ اپنے مقصد سے محروم رہیں گے۔

قولہ - وقت ظہور:- ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ کیا آپ قائم آل محمدؐ ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کا فرزند ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کا پوتا ہوگا؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپکے پوتے کا بیٹا قائم آل محمدؐ ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر وہ کون ہے؟ تو آپنے فرمایا کہ وہ شخص ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جبکہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ وہ اس وقت ظاہر ہوگا جبکہ روئے زمین پر کوئی امام باقی نہ رہے گا۔ جس طرح کہ رسولخداؐ نے اس وقت ظہور فرمایا جبکہ روئے زمین پر کوئی پیغمبرؐ نہ تھا۔ (بحار الانوار مطبوعہ تبریز صنہ ۳) حدیث مذکور سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حجۃ بن الحسنؑ کی ولادت سے پیشتر یہ مسئلہ طے شدہ نہ تھا کہ پسر امام حسن عسکری

قائم آل محمدؐ ہو گا۔ اگر طے شدہ ہوتا تو ابو حمزہ حضرت صادق سے یہ سوال نہ کرتے کہ کیا آپ ہی قائم آل محمدؐ ہیں؟ دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ قائم آل محمدؐ کے ظہور سے پہلے ایسا زمانہ بھی ہونا چاہئے جبکہ روئے زمین پر کوئی امام باقی نہ رہے جس طرح کہ رسول اللہؐ کے ظہور کے وقت روئے زمین پر کوئی نبی موجود نہ تھا۔ یہ بات روایت و درایت دونوں طرح سے صفحات ماقبل میں ثابت کر دیتی ہے کہ امام حسن عسکری کے بعد روئے زمین پر کوئی امام باقی نہیں رہا۔

اقول۔ آپ نے پہلی روایت بحار سے پیش کی ہے اور روایت کا راوی ابو حمزہ کو قرار دیا ہے حالانکہ اس کے راوی شعیب بن ابی حمزہ ہیں۔ خیر اس قسم کی غلطیوں پر آپ کو کہاں تک ٹوکا جائے گا۔ لہذا اب اصل خبر کا جائزہ لینا مناسب ہے۔ آپ نے شعیب کے سوال سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حجۃ بن الحسنؑ کی امامت کا مسئلہ پہلے سے طے نہ تھا ورنہ راوی حضرت سے سوال کیوں کرتا۔ "سبحان اللہ کیا زور استدلال ہے۔ اولاً تو کسی دوسرے غیر ذمہ دار کے سوال سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ مسئلہ پہلے سے طے نہ تھا" انتہائی حماقت پر دال ہے۔ کیا شعیب جیسے مجہول الحال راوی (اس راوی کو ہم نے منتہی المقال وغیرہ کتب رجال میں کہیں نہیں پایا) کو اگر مصداق قائم نہ معلوم ہو تو یہ طے کر لینا مناسب ہے کہ "پہلے سے یہ مسئلہ طے شدہ نہ تھا حالانکہ اسی روایت میں خود امام کے بیان سے یہ واضح ہے کہ یہ مسئلہ طے شدہ تھا جب ہی تو آپ نے اپنے متعلق احد اسنبعیؑ اور پوتے

سے متعلق قائم ہونے کی نفی فرمادی اور اگر راوی گھبرا نہ جاتا بلکہ سلسلہ وار کچھ اور اسی طرح آگے بڑھتا تو اسی روایت میں معین طور پر حجۃ ابن الحسنؑ کی تعیین ہو جاتی لیکن جب راوی نے "پھر وہ کون ہے" کے ساتھ سوال کر دیا تو آپ نے بھی قائمؑ کے صفات بیان کر دیئے۔ پھر اس ایک مجمل روایت کے مقابلہ میں بہت سی مفصل روایتیں موجود ہیں جن میں حجۃ ابن الحسنؑ کی قائمیت کی تعیین موجود ہے جن میں سے بعض کو ہم ابھی پیشینگوئیوں کے ذیل میں لکھ آئے ہیں۔ ثانیاً اگر آپ نے "طے شدہ" کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ قبل ولادت حجۃ بھی ہر عہد کے کل شیعوں کو مصداق قائمؑ معلوم ہونا ضروری ہے تو یہ آپ کی صرف ہٹ دھرمی ہے کسی روایت سے اس کی ضرورت نہیں ثابت ہے اور اگر طے شدہ کا یہ مطلب ہے کہ خدا اور رسولؐ و ائمہ کے نزدیک پہلے سے طے شدہ تھا اور ان حضرات نے جیسے مناسب سمجھا معین طور سے بتا دیا تو یہ مسلم ہے مگر اس پر آپ کا اعتراض نہیں وارد ہو سکتا۔

باقی رہا لفظ "فترۃ" سے اپنے مطلب کا اثبات تو اس میں بھی جناب کو زبردست مغالطہ ہوا ہے اس لئے کہ پہلی جگہ پر لفظ "فترۃ" اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بر بنائے مشہور دو رسولوں کے درمیان کا زمانہ فترۃ کہلاتا ہے۔ اور چونکہ ہمارے عقیدے کی بنا پر محمد مصطفےٰؐ کے بعد کوئی رسول آنے والا نہیں ہے اس لئے فترۃ کا حقیقی تحقق بعد پیغمبر اسلامؐ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب رہے

مجازی معنی تو بے شک امام حسن عسکری کی رحلت اور ولی عصر کی غیبت کے بعد ظاہر بظاہر فترۃ موجود ہے۔ بلکہ دنیا کا ایک بڑا حصہ زمین کو امام سے واقعاً خالی سمجھ رہا ہے۔ لہذا ظاہری غیبت اور اکثریت کی تخییل کے پیش نظر امام نے راوی کو سمجھانے کے لئے مجازاً لفظ "فترۃ من الائمہ" کو استعمال کیا ہے اور اس مجازی معنی کے لئے "من الائمہ" کی لفظ کو قرینہ بنا دیا۔ چنانچہ اسی کے بعد یہ لفظ حضرت نے بغیر قید استعمال کیا ہے۔ اصل فقرات ملاحظہ ہوں "لعلیٰ فترۃ من الائمہ یاتی کما ان رسول اللہ بعث علی فترۃ" بہر طور یہ ظاہری فترۃ بعد ظہور حجۃ ختم ہو جائیگی اس کے علاوہ انداز روایت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ راوی اسرار آل محمدؐ کے جاننے کا باقاعدہ اہل نہ تھا۔ ورنہ امام اس سے گول گول باتیں نہ کرتے کیونکہ ابھی انہی کے فرزند کا جواب ہم لکھ چکے ہیں کہ اسی طرح کے سائل سے فرمایا کہ ہم سب قائم بالحق ہیں۔ لیکن جو مشہور قائم ہے وہ حجۃ بن الحسنؑ ہے (ظاہر ہے کہ یہاں پر راوی اہل تھا بخلاف آپ کی پیش کردہ روایت کے راوی کے) علاوہ بریں اگر راوی کو معتقد امام فرض بھی کر لیا جائے تو گویا امام نے اس کی استعداد کے مطابق ایک ضابطہ بتا دیا۔ کہ جب کوئی امام نہ رہے گا تو وہ ظاہر ہو گا۔ تاکہ حقیقت رس افراد اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایسا زمانہ سوائے حجۃ بن الحسنؑ کے اور کسی کے لئے نہ ہو گا۔ کیونکہ اور ائمہ کے دور میں تا امام حسن عسکریؑ برابر دو دو اور تین تین امام موجود رہتے کوئی بالفعل تھا اور کوئی بالقوۃ۔ لیکن امام زمانہ کے ظہور کے وقت کوئی اور

امام نہ ہوگا اس طرح گویا حضرت کا ظہور بعثت رسولؐ سے باعتبار فترۃ
متشابہ ہو گیا۔ فترۃ کے متعلق اتنا لکھنے کے بعد جناب صدوق کی ایک مبسوط
تحقیق اس کے بارے میں کتاب اکمال الدین میں صہ ۳۱۹ سے صہ ۳۲۵
تک نظر سے گذری جس کا خلاصہ آپکے جواب میں لکھ دینا ہی کافی ہے۔ جناب
صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قوم فترۃ کی قائل ہو گئی ہے۔ اور کہتی ہے
کہ جس طرح نبوت اور رسالت ایک نبی سے دوسرے نبی۔ اور ایک رسول سے
دوسرے رسول تک منقطع ہوتی تھی۔ اسی طرح امامت بھی منقطع ہوتی ہے
مگر یہ قول خلاف حق ہے اس لئے کہ روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ زمین حجۃ
خدا سے قیامت تک خالی نہ ہوگی۔ اور نہ پہلے از آدم تا ایندم خالی رہی
اس قسم کے اخبار شیاع کی حدیثیں ہیں۔ نہ ان کا انکار ممکن ہے اور نہ تاویل
کہ " زمین میں ایک امام حی ہمیشہ رہے گا چاہے ظاہر و مشہور رہے یا خائف و
مستور"۔ شیعوں کا ہمیشہ اس پر اجماع رہا ہے کہ امامت وجود لیل ونہار
کے ساتھ وابستہ ہے۔ چنانچہ ہارون بن خارجہ پر جب ہارون بن سعد عجلی نے یہ اعتراض کیا کہ وہ
اسمٰعیل جن سے تم آس لگائے تھے مر گئے۔ اور امام جعفر صادقؑ بہت بوڑھے
ہو چکے ہیں کل پرسوں تک انتقال کر جائیں گے۔ اور تم بلا امام کے ہو جاؤ گے"
راوی کا بیان ہے کہ میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ اور امام جعفر صادقؑ کی
خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا " ھیھات ھیھات
ای واللہ انہا واللہ لن ینقطع ھذا الامر حتی ینقطع اللیل
والنھار" الخ اس کے بعد صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے ہو خود

امام قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جب تک دن اور رات قائم ہیں یہ امر (امامت)
باقی رہے گا۔ (اس کے بعد فترۃ کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ) "
فترۃ بین الرسل جائز ہے۔ کیونکہ رسول صاحب شریعت
تازہ اور ناسخ شریعت سابقہ ہوتا ہے۔ مگر انبیاء اور ائمہ کی یہ حیثیت
نہیں ہوتی۔ نہ ان سے شریعت منسوخ ہوتی ہے اور نہ ملت کی تشکیل
ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہے کہ نوح و ابراہیم کے درمیان ابراہیم
و موسیٰ کے درمیان، موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان اور حضور عیسیٰ اور محمد مصطفےٰ
کے درمیان بہت سے انبیاء و اوصیا گذرے ہیں۔ مگر یہ لوگ صاحبانِ
کتب الرسل کے امین اور یاد دہانی کرانے والے تھے۔ لہٰذا
جب محمد مصطفےٰ پر قدرت نے رسالت کو ختم کر دیا تو سنت الٰہیہ کی بناء
پر ہر عصر میں ایک امین اور مذکّر رہنا ضروری ہے تاکہ آثار رسولان سلف
مع آثار محمدیہ مٹنے نہ پائیں۔ کیونکہ حضرت کے بعد نہ کوئی رسولؐ ہوگا اور
نہ نبی۔ اور اب چونکہ امام اور وصی علاوہ شریعت محمدیہ کے کسی
اور شریعت کا داعی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا دو اماموں کے درمیان فترۃ
بھی غیر معقول ہوگی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فترۃ بین الرسل جائز
و معقول ہے۔ مگر فترۃ بین الائمہ ناجائز اور غیر معقول ہے۔"
اسی سے ہم نے آپ کی پیش کردہ روایت (بر بنائے غرض صحت) میں فترۃ
من الائمہ کے ایک حجازی معنی مراد لیکر مطلب کی توضیح کر دی تاکہ یہ روایت
مسلمات مذہب شیعہ کے مخالف نہ ہو جائے) پھر لکھتے ہیں کہ انبیا

عیسیٰؑ و محمد مصطفیٰؐ فترۃ کا ہم انکار نہیں کرتے۔ مگر اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو ہمارے مخالفین کہتے ہیں بلکہ مطابق نص قرآنی "حین فترۃ من الرسل" ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی رسول (صاحب شریعت) نہ تھا یا زیادہ سے زیادہ ——— یہ کہیں گے کہ کوئی ظاہر و مشہور نبی و وصی نہ تھا مگر اسی کے ساتھ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ان کے مابین انبیاء بھی تھے۔ اور اوصیا بھی، مگر خائف و مستور تھے منجملہ ان کے جناب خالد بن سنان عَبَسی تھے جن کا انکار مخالف و موافق کوئی نہیں کر سکتا۔ (اس کے بعد دلائل ختم رسالت و طرق معرفت حجۃ کو تحریر کرتے ہوئے چند روایتیں آخری وصی عیسیٰؑ کے متعلق تحریر فرمائی ہیں۔ جنہوں نے وصیت کو خدمت پیغمبر اسلام تک پہنچا دیا) پھر لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ان الفترۃ ھی الاختفاء و الستر والامتناع من الظھور واعلان الدعوۃ لاذھاب شخص وارتفاع عین الذات والانیۃ (یعنی فترۃ پوشیدہ اور مخفی ہونا اور ظہور و اعلان دعوت سے باز رہنا ہے نہ کہ شخص ہادی اور ذات رہنما کا اٹھ جانا) اس کے بعد یسبحون اللیل والنھار ولا یفترون سے بذریعہ احادیث استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "فالفترۃ ھی الکف عن اظھار الامر والنھی واللغۃ تدل علی ذلک یقال فتر فلان عن طلب فلان و فتر عن مطالبتہ و فتر عن حاجتہ و منہ قول الرجل اصابتنی فترۃ ای ضعف"

یعنی غترۃ کے خلاف جس معنی امر و نہی سے اظہار سے باز رہنا" ہیں چنانچہ لغت بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا محاورات (چونکہ فترہ کے یہ معنی مشہور معنی کے خلاف نظر آرہے تھے۔ اسی لئے لغت وغیرہ سے جناب صدوق نے اس کی تائید فرمائی ہے اور اس معنی سے آپ کی پیش کردہ حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے اور آپ کا اشکال قطعاً غیر وارد اور بالکل بے محل ہے)۔

اس کے بعد جناب صدوق نے مخالفین کا لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر" کی آیت سے مابین عیسیٰ و محمد مصطفےٰ کسی نبی کے نہ ہونے پر استدلال کر کے "انما انت منذر ولکل قوم ھاد" سے بایں طور جواب دیا ہے کہ نذیر و منذر صرف رسول ہوا کرتا ہے اور نبی و امام نذیر نہیں بلکہ ہادی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں چند روایتیں بھی پیش فرمائی ہیں" انتہی بقدر الحاجۃ۔

قولہ ۔ قائم آل محمدؐ کا ظہور کب ہونا چاہئے؟ اس سوال کا جواب حدیث ذیل پیش کرتی ہے

(۲) ابو لبید مخزومی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ اے ابو لبید خاندان عباس کے بارہ اشخاص بادشاہ ہونگے ان میں سے آٹھویں بادشاہ کے بعد چار بادشاہ مارے جائیں گے ان میں سے ایک کی موت کا باعث درد گلو ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ فاسق ہے جسکے القاب ہادی، ناطق اور غاوی ہیں۔ اے ابو لبید میرے

پاس قرآن کے حروف مقطعات کے متعلق بہت علم ہے۔ خداوند عالم نے الم ذلک الکتاب نازل فرمایا اس وقت حضرت محمدؐ نے قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ کا نور ظاہر اور آپ کا کلمہ ثابت و برقرار ہو گیا۔ آپ کی ولادت کے دن پیدائش آدم کو ۶۱۰۳ سال گذر چکے تھے۔ یہ بات قرآن کے حروف مقطعات سے ثابت ہے جبکہ تم ان کو بغیر تکرار شمار کرو گے۔ ان میں سے کسی ایک حرف کے عدد کے مطابق زمانہ نہیں گذرتا مگر یہ کہ اس کے گذرنے کے وقت بنی ہاشم میں سے ایک شخص بادشاہ ہوتا ہے۔ خروج حسینؑ بن علیؑ کی ابتدا الم اللہ کے وقت ہوئی اور جب یہ مدت ختم ہو گئی تو المص کے وقت قائم آل عباس نے قیام کیا اور جب ان حروف کی مدت المر تک ختم ہو گی تو ہمارا قائمؑ ظہور کرے گا۔ پس میرے اس کلام کو سمجھو اور یاد رکھو اور پوشیدہ رکھو (بحار الانوار صـ ۲۱۸ باب امتحان شیعہ) علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس پیشینگوئی کو قائم آل عباس کے قیام تک حسب فرمودہ حضرت امام علیہ السلام حل کر دیا ہے۔ لیکن اس حدیث میں ظہور قائم آل محمد کی جو مدت درج ہے اس کا حل ہم پیش کرتے ہیں۔

اقول :- قائم آل محمد کا ظہور کب ہونا چاہئے؟ اس سوال کا جواب علم غیب میں ہے، حدیث مذکور سے اس کا جواب قطعی نہیں ملتا ہے اس لئے کہ کتب تفاسیر میں احادیث ائمہؑ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقطعات قرآنیہ حبیب و محبوب کے درمیان اسرار مخصوصہ کی حیثیت

رکھتے ہیں چنانچہ علامہ مجلسی رح نے روایت کو لکھنے کے بعد اس کا اعتراف کرتے ہوئے معضلات (یعنی مشکلات) اخبار میں اسے شمار کیا ہے اور آپ کا یہ دعوی بالکل غلط ہے کہ علامہ مجلسی نے اس کا حل صرف قیام آل عباس تک پیش کیا ہے۔ بلکہ قیام قائم آل محمدؐ کا حل بھی پیش کیا ہے اور صرف اس کے آخری جزو کو چار طرح پر حل کیا ہے اور آخری وجہ میں سنہ ظہور کیلئے چار احتمالات ہیں۔ (۱) سنہ ۱۶۹۶ھ (۲) سنہ ۱۵۲۵ھ (۳) سنہ ۲۳۲۵ھ (۴) سنہ ۲۱۹۴ھ۔ اگرچہ یہ تمام احتمالات صرف احتمالات ہیں۔ تاہم آپ کی بیان کردہ توجیہ سے بہتر اور باقاعدہ تر ہیں۔ علاوہ بریں اس حدیث کے بعض الفاظ بھی مشتبہ ہیں مثلاً یقوم قائمنا عند انقضائھا بالمرؔ ا بھی بعض نسخوں میں موجود ہے۔ اور المرؔا بھی تحریر ہے اس کے علاوہ "بانقضائھا" کا مفہوم بھی بالکل مجمل ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مشتبہ اللفظ اور مجمل المعنی حدیث سے (بقول آپکے ایسے اہم اصولی مسئلہ میں) تمسک کرنا بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے۔

قولہ۔ امام فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات کو جب تم المرؔ تک شمار کروگے تو ظہور قائم آل محمدؐ کا زمانہ نکل آئیگا۔ حروف مقطعات شروع قرآن سے المرؔ تک حسب ذیل ہیں البقر۔ المؔ۔ العمران المؔ۔ اعراف المص۔ یونس الرؔ۔ ہود الرؔ۔ یوسف الرؔ رعد المرؔ۔ ان حروف کے اعداد یہ ہیں المؔ ۷۱ المؔ ۷۱ المص ۱۶۱ الرؔ ۲۳۱ الرؔ ۲۳۱ الرؔ ۲۳۱ المرؔ ۲۷۱۔ ان اعداد کا مجموعہ سنہ ۱۲۶۷

ہوتا ہے۔ یہ تاریخ ظہور حضرت امام نے ابتدائے بعثت رسول اللہ سے بیان کی ہے۔ ہجرت سے پہلے کے ۷ سال جن میں آنحضرتؐ نے پوشیدہ و علانیہ اعلان بنوت فرمایا ہے اگر وہ کم کر لئے جائیں تو یہ سنہ ۱۲۶۷ اعلان بعثت سنہ ۱۲۶۰ کے مطابق ہوتے ہیں۔ پس سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں قائم آل محمد کا ظہور ہونا چاہیئے۔

اقول۔ جناب نے یہ کہاں سے طے کر لیا کہ امام نے المص تک شمار کرنے کو فرمایا ہے جبکہ خود بحار میں الر موجود ہے اور اگر دونوں طرح کے نسخے فرض کر لئے جائیں تو بھی محل استدلال میں کسی ایک کو پیش کرنا حماقت محضہ ہوگی۔ خیر اس حماقت سے ہم تھوڑی دیر کے لئے غض بصر کر لیتے ہیں، اور آپ کے لکھے ہوئے حسابات کو صحیح فرض کرتے ہوئے ان کا مجموعہ ۱۲۶۷ تسلیم کر لیتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے (بلا دلیل) یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اس میں زمانہ بعثت بھی شامل ہے (ورنہ عام رواج تو سنہ ہجرت کا ہے) لیکن آپ اسے کیونکر منوا سکتے ہیں کہ بعثت سے ہجرت تک صرف سات ہی سال کا فاصلہ تھا۔ یہ تو اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ تاریخ کی کل کتابوں کو آپ محو کر دیں۔ کیوں جناب ابتدائے بعثت سے ہجرت تک گیارہ سال نہیں ہوتے؟ جب الیٰ ہے تو شروع بعثت سے شمار کیجئے۔ یا پھر شروع ہجرت سے شمار کیجئے۔ یہ "لا الیٰ ھؤلاء ولا الیٰ ھؤلاء" کی ترکیب تو بالکل منافقانہ ہے۔ اس دم خم پر چلے تھے حدیث مقطعات کو سمجھنے (دیدیم زور بازوئے ناآزمودہ را) ایک تطبیق کا پہلو

مجھ سے بھی سمجھ لیجئے حروف المر کے ۲۷۱ ہوتے ہیں جن میں سے بعثت کے ۱۱ سال کم کر دینے کے بعد ۲۶۰ رہتے ہیں جو حضرت حجۃ کا سنہ منصب ہے پھر کیوں نہ اسی کو مراد لیجئے۔

قولہ اسی سنہ ظہور کی طرف مفضل کی حسب ذیل حدیث اشارہ کرتی ہے۔ مفضل کہتے ہیں کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ وفی سنۃ الستین یظہر امرہ ویعلو ذکرہ یعنی قائم آل محمدؑ ۶۰ھ میں ظاہر ہوگا اور اسکا ذکر پھیل جائیگا۔

اقول:۔ نؤمن ببعض ونکفر ببعض (ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں) کا مصداق اس عصر میں آپ سے بہتر نہیں مل سکتا۔ حدیث مفضل میرے نسخہ بحار میں ص۲۰۳ سے شروع ہو کر ص۲۱۲ پر ختم ہوتی ہے یعنی بڑی تقطیع پر ۹ صفحے کی حدیث میں سے صرف ایک جزو کو محرف بنا کر آپ اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور باوجود تحریف اس کا مضمون مجمل ہی رہ جاتا ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ پہلے اہل انصاف کے سامنے حدیث مفضل کی ابتدا کا خلاصہ پیش کر دیں "مفضل امام جعفر صادقؑ سے سوال کرتے ہیں کہ ظہور مہدیؑ کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر ہے جسے لوگ جان لیں؟ فرمایا خدا نے ایسا وقت ظہور ہرگز نہیں مقرر کیا ہے جس کا علم ہمارے شیعوں کو ہو۔ مفضل اس کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ حضرت "حجۃ" کی تعبیر "ساعت" سے فرماتے ہوئے قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرماتے ہیں آخری آیت کے ذیل فقرہ "الا ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید"

ہیں "یمارون" جھگڑا کرتے ہیں کا مطلب پوچھنے پر امام فرماتے ہیں کہ کوئی کہے گا کس نے دیکھا؟ کوئی کہے گا کہاں ہیں؟ کوئی کہے گا کب ظاہر ہونگے؟ حالانکہ یہ سب امر خدا میں جلد بازی قضائے باری میں شک اور اسکی قدرت میں دخل اندازی کا نتیجہ ہے۔ مفضل پھر سوال کرتے ہیں کہ کوئی وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا؟ حضرت جواب دیتے ہیں کہ میں کوئی وقت نہیں معین کروں گا، اور نہ کوئی وقت مقرر کیا جا سکتا ہے جو شخص ہمارے مہدیؑ کے لئے وقت مقرر کرے گا۔ وہ خدا کے علم میں شرکت اور سر اللہ سے واقفیت کا مدعی ہو جائیگا اس کے بعد حضرت اس قسم کے دعویداروں کے لئے زجر و توبیخ کے کلمات استعمال فرماتے ہیں۔ مفضل عرض کرتے ہیں کہ "یا مولای کیف بدء ظہور المہدیؑ و الیہ التسلیم قال یا مفضل یظہر فی شبہۃ لیستبین فیعلو ذکرہ ویظہر امرہ وینادی باسمہ وکنیتہ ونسبہ ویکثر ذلک علی افواہ المحققین والمبطلین والموافقین والمخالفین لتلزمہم الحجۃ بمعرفتہم بہ (میرے آقا مہدیؑ کے ظہور کی ابتدا کیونکر ہو گی؟ اور لوگ ان کی طرف مائل کس طرح ہوں گے؟ فرمایا اے مفضل وہ شک و شبہ کے زمانہ میں ظہور کرے گا۔ تاکہ (اسے) واضح کر دے پس اس کا ذکر بلند ہوگا اور اس کا امر غالب ہوگا۔ اور اسکے نام و نسب اور کنیت کیساتھ ندا دی جائے گی۔ اور یہ امر حق پسند باطل پرست، موافق اور مخالف سب کی زبانوں پر بکثرت جاری ہوگا۔ تاکہ ان کی معرفت کی حجت سب پر قائم ہو جائے) اس کے بعد حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی لئے ہم نے (پہلے سے) ان کا نام و نسب

اور کنیت سب کچھ بتا دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ وہ اپنے جد رسول اللہ صلعم کا ہمنام
وہم کنیت ہوگا تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو ان کا نام ونسب اور کنیت
وغیرہ معلوم ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حجۃ ع کے اکثر وبیشتر خصائص کو امام ع
نے مفضل سے بیان فرمایا ہے انتھی بقدر الحاجۃ ملخصاً۔

اب ذرا اہل انصاف غور فرمائیں کہ محرّف نے عبارات کو کس طرح مسخ
کرکے "فی شبھۃ لیستبین" کے بجائے "فی سنۃ الستین" لکھ دیا۔
اچھا فرض کر لیجئے کہ مصنف کے نسخۂ بحار میں فی سنۃ الستین ہی موجود ہے
تو کم سے کم بندۂ خدا کو غور کرنا چاہیے تھا کہ جب اس قدر سختی کے ساتھ
وقت ظہور کی تعیین سے حضرت ع انکار فرماتے جارہے ہیں تو پھر فوراً ہی ۶۰ھ
یا بتاویل مصنف ۱۲۶۰ھ میں ظہور کی تعیین کیسے کر گئے ہیں۔ اس کے
علاوہ لائق مصنف کو مفضل کا سوال بھی پیش نظر رکھنا چاہیے تھا وہ تو پوچھتے
ہیں کہ جب وقت ظہور نہیں معین کیا جا سکتا تو یہی ارشاد فرما دیجئے کہ ابتدائے
ظہور کیونکر ہوگی۔ اور لوگ کس طرح ان کو پائیں گے؟ اب اگر جواب میں حضرت
یہ فرمائیں کہ ۶۰ھ یا ۱۲۶۰ھ میں ان کا ظہور ہوگا تو سوال از آسمان وجواب
از ریسمان کی مثال صادق آئیگی یا نہیں؟ حالانکہ ایسے بے ربط جواب سے ایک
متکلم حکیم کی شان بھی اجل وارفع ہوتی ہے چہ جائیکہ امام ع کی شان؟ اور
اور مصنف کی سب سے زیادہ مضحک حرکت یہ ہے کہ درمیان سے اس جزو
کو لے کر توڑ مروڑ کر اپنا مطلب سیدھا کر لیا۔ اور اسے نہیں دیکھا کہ
اسی کے ذیل میں بالکل ملا ہوا جملہ یہ بھی ہے کہ وہ ہمنام وہم کنیت پیغمبر اسلام

بھی ہے چنانچہ آگے اس کا نسب مشہود و معروف بھی مذکور ہے۔ لہٰذا اگر سنہ ۶ یا سنہ ۱۲۶ھ کو زمانۂ ظہور مان بھی لیا جائے تو وہ حجۃ ابن الحسنؑ کا مخصوص ظہور ہوگا یا ہر ایرے غیرے مدعیٔ مہدویت کا؟ یہ حدیث تو صاف صاف حجۃ بن الحسنؑ ہی کو معین کر رہی ہے۔ نیز یہ امر قابل غور ہے کہ اگر فی سنۃ الستین کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس دہائی (۶۰) میں سیکڑے اور ہزار کا اضافہ کرکے سنہ ۱۲۶۰ کس دلیل سے بنا لیا گیا۔ اس لئے کہ اگر حدیث المٓص کو اس کا قرینہ سمجھا گیا ہے تو اس کا بے قرینہ ہونا اچھی طرح سے اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے۔ اور اگر لفظ "غرس" کے عدد سے فائدہ اٹھایا گیا ہے تو اس کا غیر مفید ہونا عنقریب تحریر کیا جائیگا۔

واضح ہو کہ "فی سنۃ الستین" کی لفظ یوں بھی غلط ہے کہ انھیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا ہے کہ قائمؑ کا ظہور (خروج) سنہ وتر (یعنی طاق مثلاً ۱-۳-۵ وغیرہ) میں ہوگا۔ (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹) ظاہر ہے کہ سنہ ۶۰ کا عدد طاق نہیں ہے۔ بہرحال لائق مصنف کی یہ تیسری مستند اور قطعی دلیل تھی۔ جس کی بے ثباتی کا منظر آپکے سامنے آچکا۔ اب ذرا چوتھی دلیل بھی ملاحظہ ہو۔

قولہ - جناب امیر علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ "شجرۂ ہدایت در سنہ غرس رویئدہ شود"۔ غرس کے اعداد ۱۲۶۰ ہوتے ہیں۔

اقول:- ہمیں آجتک نہیں معلوم تھا کہ جناب امیر علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں فارسی زبان بھی استعمال کی ہے۔ یا جامع نہج البلاغہ نے حضرتؑ کا کوئی

فارسی کلام بھی اس کے اندر جمع کیا ہے۔ آج ایک تحقیق کا ہمارے علم میں
اضافہ ہوگیا۔ جس کے لئے ہمیں لائق مصنف کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔
لیکن ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ لائق مصنف یہاں پر صفحہ و سطر کا
حوالہ دینا شاید بھول گئے۔ جس کی وجہ سے ہمارے لئے دوہری دقتیں
پیدا ہو گئیں۔ ایک تو اس فارسی معجز نما عبارت کا نہج البلاغہ میں پیدا
کر لینا۔ جو کم سے کم ہم جیسے انسانوں کے لئے یقیناً امر محال ہے۔
دوسرے اگر صفحہ کا حوالہ ہوتا تو شاید ہم اسی کے سہارے سے عربی
نہج البلاغہ میں کچھ پتہ لگا لیتے۔ بہر حال بدرجہ مجبوری نقل کو بالکل صحیح مان کر
ہم صرف ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ "روئیدہ شود" کے معنی کیا ہیں؟
محاورۂ فارسی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بنی آدم کے لئے
بطن مادر سے جدا ہونے کے وقت ولادت اور پیدائش وغیرہ کی لفظیں
استعمال ہوتی ہیں۔ اسی طرح درخت وغیرہ کے لئے زمین سے اُگنے کے وقت
روئیدیا "روئیدہ شود" کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ
آپ کا شجرۂ ہدایت (علی محمد باب) سنہ ۱۲۶۰ھ میں بقول آپ کے ۲۵ سال کا
ہو چکا تھا۔ لہٰذا کوئی ایسا شجرۂ ہدایت تجویز کیجئے جو سنہ ۱۲۶۰ھ میں روئیدہ
(پیدا) ہوا ہو تاکہ اس قول امیرؑ سے اس کی تطبیق ہو سکے۔ اور اگر
یہ کہا جائے کہ چونکہ سنہ ۱۲۶۰ھ میں شجرۂ ہدایت نے دعویٰ پیش کیا لہٰذا
گویا اسی دن روئیدہ ہوا تو یہ سوال ہوگا کہ اس سے پہلے وہ شجرۂ ہدایت
تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو سنہ ۱۲۶۰ سے پہلے روئیدہ ہو چکا تھا۔ اور اگر

نہیں تھا تو سنہ ۱۲۶۰ھ میں کس دلیل سے شجرۂ ہدایت بن گیا، مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر کوئی ہمارے رسولؐ کے لئے کہے کہ "شجرۂ نبوت در سنہ بعثت روئیدہ شود" تو کیا درست ہوگا؟ حالانکہ مسلم ہے کہ شجرۂ نبوت سنہ بعثت سے چالیس سال پہلے اس عالم مادہ میں روئیدہ ہو چکا تھا۔ ہاں مجاز اً کہہ سکتے ہیں لیکن اسکے لئے "قرینہ صارفہ" کی ضرورت ہوگی۔ یہاں پر خود باب کے دعوے کو قرینہ صارفہ کہنا "مصادرہ علی المطلوب" (خود دعوے کو دلیل بنا دینا) ہو جائیگا۔ اس لئے کہ انھیں کے دعوے کی حقیقت میں تو بحث ہو رہی ہے۔ اور کیوں جناب! اگر اس مجاز کے مقابلہ میں احمدی جماعت کے لوگ "بعنوان حقیقت اپنے" مرزا صاحب" کو اس کلام کا مصداق ثابت کریں کیونکہ ان کے مرزا صاحب حسب تحریر رسالہ بہائی اور قادیان" سنہ ۱۸۴۰ء ~~۱۸۳۹~~ میں پیدا ہوئے تھے جو سنہ ۱۲۶۰ھ سے تقریباً بالکل مطابق ہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ خیر سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا ؏ بار اچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت بہرحال آپ کی یہ چوتھی دلیل بھی باوجود بے حوالہ اور مجمل ہونے کے باعتبار مفہوم بھی آپکے باب پر صادق نہیں آتی۔

قولہ۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد روئے زمین پر کوئی امام باقی نہیں رہا۔ اور زمانہ فترت شروع ہو گیا جو ایک ہزار سال تک جاری رہا۔ اس ایک ہزار سال کے زمانہ کو جب ہم ختم کرتے ہیں اور سنہ ۱۲۶۰ھ میں آتے ہیں تو حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت صادقؑ

کے الفاظ واقعہ بن کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ یعنی ۱۲۶۰ھ کی تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ ۵ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو ایران کے زمین و آسمان ایک ۲۵ سالہ نوجوان کے ان الفاظ سے گونج اٹھے کہ انا القائم الذی کنتم لہ تنتظرون میں ہی ہوں وہ قائم جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ یہ تاریخی ہستی تاریخ میں باب کے لقب سے مشہور ہے۔

اقول: ہمارے اتنے حوالوں کے بعد "امام باقی نہ رہا" کہنا غلط ہے۔ یہ کہئے کہ "ظاہر نہ رہا" اور گویا زمانہ فترۃ شروع ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ حقیقۃً فترۃ دو نبیوں کے درمیانی فاصلہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب قاموس لکھتے ہیں الفترۃ بین کل نبیین (ہر دو نبی کا درمیانی زمانہ فترۃ ہے) اسی لئے مقام تمثیل میں معصوم نے پیغمبر اسلام کی بعثت کے قبل والی فترۃ کا ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ تمثیل بعنوان مجاز ہوا کرتی ہے وجہ تمثیل ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس ظاہری اور مجازی فترۃ کے خاتمہ کی کوئی معین حد نہیں بتائی گئی ہے چنانچہ یہاں پر فترۃ کے مجازی معنی مراد ہونے پر ایک دوسری روایت بھی دلالت کرتی ہے۔ راوی امام جعفر صادقؑ سے دریافت کرتا ہے کہ "یکون فترۃ لا یعرف المسلمون امامھم فیھا؟ (ایسا زمانہ بھی ہوگا جس میں لوگ اپنے امام کو نہ پہچانیں گے؟) فرمایا کہ یہ کہا جاتا ہے۔ پوچھا ہماری تکلیف کیا ہوگی؟ فرمایا کہ امر اول پر قائم رہو تا اینکہ

دوسرا متحقق ہو جائے" اس مضمون کی اور روایتیں بھی ہیں (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۰) یہاں پر آپ کا یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے کہ جب ہم ایک ہزار سال کا زمانہ طے کرتے ہیں الخ اس لئے کہ امام جعفر صادقؑ وغیرہ نے ایک ہزار سال کا زمانہ فترۃ ہرگز اپنے کسی کلام میں نہیں مقرر کیا ہے ہکذا امام محمد باقرؑ نے حروف مقطعات کے ذریعہ سے ظہور کی طرف ضرور اشارہ کیا ہے لیکن ان حروف مقطعات کے متعلق بحار کے نسخوں میں اختلاف ہے اور اگر اس اختلاف باعث اجمال سے قطع نظر کر کے المرا ہی کو صحیح مان لیا جائے۔ تو علامہ مجلسیؒ کی توجیہات پر آپکی توجیہ کو ترجیح دینے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ بلکہ بعثت کے زمانہ کی جیسی کتر بیونت آپ نے کی ہے اور توڑ موڑ کر کسی طرح سنہ ۱۲۶۰ھ کو نکال لیا ہے اس حرکت ناشائستہ سے تو آپ کی توجیہ خود ہی قطعی طور پر غلط ثابت ہو رہی ہے۔ لہٰذا انیس سالہ نوجوان کی آواز انا القائم منصور کی آواز انا الحق سے کہیں زیادہ بے ربط اور معنی بر افتراء ہے۔ یہ بھی ایک عجیب لطیفہ ہے کہ "یہ تاریخی ہستی تاریخ میں باب کے لقب سے مشہور ہے" حالانکہ دعوائے قائمیت کے بعد تو تاریخ میں بھی ان کو قائم کے لقب سے مشہور ہونا چاہئے تھا؛ اب خدا جانے کہ تاریخ نے بخل سے کام لیا یا پیروان باب نے یا خود آنجہانی نے بربنائے انکسار باب ہی بنے رہنے پر اکتفا کی؟

قولہ۔ جس وقت حضرت باب نے قائم آل محمدؐ ہونے کا دعویٰ فرمایا تو بہت ہی قلیل عرصہ میں علمائے ایران کا ایک مختصر سا گروہ ان پر

ایمان لایا۔ حضرت باب نے ان علماء کو ایران کے اطراف میں بھیجا تاکہ
وہ لوگوں کو ظہور قائم آل محمدؐ کا مژدہ سنائیں۔ اور خود ان علماء میں سے
ایک عالم ملا محمد علی قدوس کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں
آپ نے حج اکبر کے موقع پر اپنے مہدی ہونے کا اعلان فرمایا اور شریف مکہ
کو بھی دعوت دی۔ اور بعض لوگوں نے وہاں بھی آپ کی بیعت کی۔ کیا یہ
وہ بات نہیں ہے جو حضرت صادقؑ نے فرمائی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں....
...... خدا کی قسم کہ رکن و مقام کے درمیان لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں
اور وہ ان کی بیعت کو اس شرط پر قبول کر رہا ہے کہ وہ قرآن جدید کے
مطابق جو عرب پر سخت گراں گذرے گا حکم کرے گا" (بحار الانوار ص ۲۳)

اقول:- جی ہاں! "مخالفت کرو اور مشہور ہو جاؤ" کے
مقولہ پر نظر کرتے ہوئے علی محمد صاحب نے دعویٰ کیا اور کچھ لوگ
پیرو بھی ہو گئے۔ مگر کچھ پیروؤں کے پیدا ہو جانے سے وہ داعی برحق
بھی ہو جائے ہم نہیں تسلیم کر سکتے ورنہ باب کی طرح ایک دعویدار مرزا غلام احمد
صاحب قادیانی بھی تھے جن کی پیروی کرنے والے بھی موجود ہیں اس کے علاوہ
موصوف پر ۱۲۶۰ھ والی تخمینی پیشین گوئی آپ کے باب سے زیادہ
چسپاں نظر آتی ہے۔ پھر کیوں نہ آپ حضرات انہیں کو برحق تسلیم کر لیں
یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے باب صاحب بھی اور مسلمانوں کی طرح حج کے
لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہوں۔ اور شریف مکہ کو دعوت بھی دی
ہو۔ مگر آپ کا یہ دعویٰ محتاج ثبوت ہے کہ "بعض لوگوں نے وہاں بھی

آپ کی بیعت کی۔" اور بالفرض اگر کسی نے وہاں بیعت بھی کی ہو تو کیا کابل میں گدھے نہیں ہوتے؟

اب رہا حدیث بحار کا یہاں پر جوڑ لگانا تو بجز اسکے کیا کہوں کہ حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء (آپنے ایک بات کو یاد کر لیا اور بہت سی باتیں آپکے دماغ سے نکل گئیں) آپنے اس مجمل حدیث کو غیر مکمل طور پر پیش کر دیا۔ اور اسی مضمون کی دوسری حدیثیں جو اس کے اجمال کی تفصیل میں وارد ہوئی ہیں ان کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ یہ بالکل درست ہے کہ رکن ومقام کے درمیان قائمؑ لوگوں سے بیعت لیں گے لیکن حضرت بعض ہی بیعت نہ کریں گے۔ بلکہ تین سو آدمی سے کچھ زیادہ مکہ والے بیعت کریں گے پھر مکہ سے نکلیں گے یہانتک کہ دس ہزار کی جماعت آپ کے ہمراہ ہو گی اور جبرئیل ومیکائیل حضرتؑ کے داہنے بائیں ہونگے" (روایت طولانی ہے ایک مختصر حصہ کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے اصل روایت بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۳ پر ملاحظہ ہو) اس کے قبل کی روایتیں بھی قابل لحاظ ہیں۔ جسمیں یدعو کو الی ما دعاکم الیہ رسول اللہؐ" (قائمؑ تم کو انھیں باتوں کی طرف دعوت دینگے جن کی طرف تم کو رسولؐ نے دعوت دی تھی) وغیرہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ چنانچہ انھیں روایات کی بنا پر "کتاب جدید" وغیرہ جیسے مجمل الفاظ کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ حقیقت سے اس قدر دور ہو چکے ہونگے کہ ان کو کتاب بھی نئی معلوم ہو گی اور شریعت بھی نئی معلوم ہو گی۔" اس کی تائید مزید اسی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے

"غیبت نعمانی" سے علامہ مجلسی نے بھی نقل فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے
کہ اس عہد میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم اس طرح پر دی جائیگی جیسے کہ وہ
نازل کیا گیا ہے۔ الخ نیز جناب علامہ مجلسی رح نے ارشاد شیخ مفید سے یہ روایت
نقل کی ہے کہ اذا قام دعا الناس الی الاسلام جدید او هدا
هم الی امر قد دثر و ضل عنه الجمهور الخ اجب قیام قائم ہوگا تو
وہ لوگوں کو اسلام کی طرف از سر نو دعوت دیں گے اور ان کو ایسے امر
کی طرف ہدایت کریں گے جو کہنہ ہو چکا ہے اور عوام الناس اسے کھو بیٹھے
ہوں گے۔ (بحار جلد ۱۳ ص ۱۰) نیز بحار جلد نہم ص ۱۶۹ کی روایت سے اس
مطلب کی مزید تائید ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے جس روایت کو ذکر
کیا ہے اس سے ہر مس کے برابر بھی باب کی تصدیق نہیں ہوتی ہے
کما لا یخفی علی المتامل البصیر۔

قولہ - وہ علماء جو حضرت باب کے حکم کے مطابق ایران میں پھیل گئے
تھے انھوں نے ظہور قائم کی لوگوں کو خبر دی۔ وہ جو ایک ہزار سال سے
اپنے محبوب کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اس آواز کی طرف دوڑے
اور حضرت باب سے مومنین کی تعداد مسلسل بڑھتی رہی حتیٰ کہ یہ معاملہ اس
قدر اہم ہو گیا کہ عوام سے گزر کر خواص تک پہنچا۔ اس اثنا میں حضرت
باب مکہ معظمہ سے واپس شیراز تشریف لائے۔ بڑے بڑے علماء آپ کی
زیارت کو آنے لگے حتیٰ کہ محمد شاہ ایران نے اپنے ایک معتمد خاص
عالم و مجتہد سید یحییٰ دارابی کو اس معاملہ کی تحقیقات کے لیے بھیجا۔

علامہ دارابی صرف دو ملاقاتوں کے بعد حضرت باب پر ایمان لائے نوبت باینجا رسید کہ بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ایران کے ۰۰ہم علمار نے اس ۲۵ سالہ نوجوان کو قائم آل محمد تسلیم کر لیا۔ اور اپنی جان اپنا مال اور سب کچھ اس پر نثار کرنے کو تیار ہو گئے۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو تمام علمار مجتہدین بہت مضطرب ہوئے۔ اور انھوں نے وہ ہنگامہ برپا کیا کہ ایران کے در و دیوار ہل گئے۔

اقول۔ اس عبارت میں صرف اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش کی گئی ہے ورنہ "باب کے جھوٹے مہدی ہونے پر" تو آپ کا اتنا ہی لکھدینا کافی ہے کہ "باب مکہ معظمہ سے واپس شیراز تشریف لے آئے" اس لئے کہ ہماری روایتوں سے اچھی طرح ثابت ہے بلکہ ہمارے مسلمات میں داخل ہے کہ قائم آل محمدؐ مکہ معظمہ سے ظہور کریں گے پھر مدینہ تشریف لائیں گے۔ پھر کوفہ میں قیام کریں گے۔ اور وہی حضرتؑ کا دارالحکومت ہوگا (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳) اب رہا یہ دعویٰ کہ محمد شاہ کے معتمد خاص عالم و مجتہد سید یحییٰ دارابی صرف دو ملاقاتوں کے بعد باب پر ایمان لائے"، تو اولاً تو اصل واقعہ ہی محتاج ثبوت ہے۔ پھر یہ دعویٰ کہ دارابی صاحب مجتہد بھی تھے ناقابل تسلیم ہے کیونکہ عالم یا مجتہد "صرف دو ملاقاتوں میں" بحار جلد سیزدہم کی کل روایتوں کو غلط سمجھ لے اور باب کے اوپر چند "بے ربط دلیلوں" کی بنا پر ایمان لائے" یہ کسی مجتہد کا کام نہیں بلکہ یہ تو کسی جاہل بلکہ اجہل کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ پھر یہ دعویٰ بھی عجیب ہے کہ "بہت تھوڑے عرصہ میں

ایران کے صرف چار سو علماء نے اس ۲۵ سالہ نوجوان کو قائم آل محمد تسلیم کرلیا" کیوں جناب! اس دور میں کل کتنے علما موجود تھے؟ خیر اسے جانے دیجئے ممکن ہے کہ آپ کے پاس اُس عہد کے علماء کی مردم شماری کا حساب نہ موجود ہو لیکن تخمیناً تو یہ بتا سکتے ہونگے کہ یہ چار سو کی تعداد وہاں کے کل علماء کے لحاظ سے اکثریت رکھتی ہو گی؟ لہذا آپ نے جنکو " تمام علماء مجتہدین نہایت مضطرب ہوئے" کہا ہے ان کا اثر ہی کیا رہا ہوگا؟ اسی سے معلوم ہو گیا کہ آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ " بہت تھوڑے عرصہ میں چار سو علماء باب پر ایمان لا چکے تھے"۔ نہیں نہیں آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کی جماعت نے ہر صاحب عمامہ کو عالم سمجھ لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس دور میں آج سے کہیں زیادہ عمامہ پوشی کا وہاں رواج تھا۔ لہذا آپ کی منجانب اللہ " باموہ جماعت" کی نگاہیں ایرانی بقال و عطار کے عماموں کے پیچ سے الجھکر رہ گئیں۔ خدا ایسے الجھاووں سے مومنین کو محفوظ رکھے۔

قولہ - وہ علماء جن کا عقیدہ تھا کہ قائم آل محمد امام حسن عسکری کا بیٹا ہے جو پانچ سال کی عمر میں غار سامرہ میں غائب ہوا۔ اور اب تک اس کی عمر ۱۰۰۰ سال کی ہے وہ جاہ و حشم سلطنت و لشکر کے ساتھ ظاہر ہو گا۔ اور چند دنوں میں تمام شیعوں کو تمام دنیا پر غالب بنا دے گا۔ اور کفار کو قتل کر ڈالے گا۔ انھوں نے منبروں پر چڑھکر فرما دیا کہ یہ شخص وہ نہیں ہے جس کے ہم منتظر ہیں۔ اُس کا نام ہمارے

آئمہؑ کی احادیث میں م-ح-م د- ہے سے قائم کا نام لیکن قائمیت اور مہدویت کے اس جدید دعویدار کا نام سید علی محمد ہے لہذا یہ قائم آل محمدؐ کیونکر ہو سکتا ہے۔

اقول :- اس عبارت میں فریب کارانہ انداز سے بعض عقائد شیعہ کو ظاہر کیا گیا ہے مثلاً قائم کی عمر اس وقت ایک ہزار سال کی ہو گی" اس تعبیر سے ناظرین کو یہ فریب دیا گیا ہے کہ گویا وہ ایک ہزار سال کا بوڑھا ہو گا- حالانکہ قائم کے بوڑھا ہونے کا عقیدہ ہرگز کسی شیعہ کا نہیں ہے" اسی طرح وہ جاہ وحشم سلطنت و لشکر کیا تھ ظاہر ہو گا- کہکر دوسرا فریب دیا گیا ہے حالانکہ حضرت کے ظہور کے وقت ان خصوصیات کا کوئی شیعہ نہیں قائل ہے بلکہ اس کا قائل ہے کہ ظہور کے کچھ عرصہ بعد یہ خصوصیات ان کے لئے ضرور حاصل ہو جائیں گے- بہر حال اگر علمائے حق پرست نے منبروں سے بلند ہو کر یہ اعلان کیا کہ باب وہ شخص نہیں ہے جس کے ہم منتظر ہیں بلکہ وہ م-ح-م-د- ہے تو احادیث کثیرہ متواترۃ المعنی کے مطابق کہا جیسا کہ ان میں سے بہت سی حدیثوں کو ہم بھی پہلے لکھ چکے ہیں۔

قولہ- لیکن مومنین باب نے اپنے استدلال میں قائم آل محمدؐ کے متعلق حضرات ائمہ کے حسب ذیل احادیث کو پیش کیا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان قائم آل محمد کا نام صرف محمدؐ سمجھنے میں حق بجانب نہیں ہیں عن النبی اسمہ اسم علی وانا تحت دجلہ (دیکھو فوائد المخلصین) یعنی

فرمایا رسول اللہ نے اس کا نام علی ہوگا اور میں اسکے پیر کے نیچے ہوں۔

اقول:۔ شیعہ حضرات قائمؑ کا نام صرف "محمدؐ" سمجھتے ہیں بربنائے احادیث صحیحہ بالکل حق بجانب ہیں اور "علی محمد" نام کے بارے میں جو چار کم زور ترین دلیلیں "مومنین باب" پیش کرتے ہیں وہ ہمارے احادیث کثیرہ کے مقابلہ میں بالکل پا در ہوا ہیں۔ چنانچہ پہلی دلیل آپ فوائد المخلصین سے نقل کرتے ہیں۔ اگر یہ فوائد "سید کاظم رشتی" ہے تو سید کاظم کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ جس کے بعد اس کتاب کا شیعوں کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط ہونا بالکل ظاہر ہے اور اگر کسی اور شیعہ عالم کی کتاب ہے تو اس عالم کا نام لکھئے۔ اس لئے کہ ہم اور ہمارے متعدد علمائے کرام اس نام کی شیعی کتاب سے بے خبر ہیں۔ کیوں جناب! کیا آپ کو شیعوں کی کتب اربعہ مشہورہ یا کتب ثلثہ متاخرہ میں اس مطلب کے اوپر کوئی دلیل نہیں ملی جو آپ ایسی غیر مشہور اور غیر معتبر کتابوں سے علی محمد صاحب کے لئے سند لاتے ہیں اور اس پر دعوئ یہ کہ "ہم مستند اور قطعی روایات سے ثابت کریں گے" (قائم آل محمد ص۲۹) کیا اسی طرح کی روایتیں قطعی اور مستند ہوتی ہیں؟ اگر آپ سچے ہیں تو "فوائد" کے علاوہ کسی اور سابق کی کتاب میں ان روایات کا وجود پیش فرمائیے ورنہ یہ تسلیم کیجئے کہ صاحب فوائد سے براہ راست پیغمبر اسلام نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ خیر ان امور سے قطع نظر کرتے ہوئے جب ہم نفس خبر پر غور کرتے ہیں۔ تو افترا پرداز راوی کی جرأت و جسارت پر تعجب ہوتا ہے۔ پیغمبرؐ کی شان میں ایسی گستاخی کوئی دیندار مسلمان نہیں کر سکتا۔ یہاں

یہ توجیہ کرنا کہ پیغمبرؐ نے خود بطور انکسار فرمایا ہوگا" شان و انداز بیان پیغمبرؐ سے بے خبری پر دلالت کرے گا۔ پھر اگر ان بے ادبیوں سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو بھی اس سے بالکل نہیں ثابت ہوتا کہ قائم کا نام علی محمد ہوگا اس لئے کہ اسمہ اسم علی کا ترجمہ اُس کا نام علی ہوگا بالکل غلط ہے ہاں علی سے پہلے اسم نہ ہوتا تو یہ ترجمہ صحیح ہوتا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اسم موصوف اور علی صفت ہے۔ یعنی اس کا نام بلند نام ہوگا اور اگر آپ اس ترجمہ کو نہ مانیں گے جب بھی معاملہ اضافت اور صفت کے درمیان مشتبہ رہے گا اور کسی ایک پہلو کو آپ ترجیح نہ دے سکیں گے۔ اسی طرح انا تحت رجلہ اگر صحیح مان لیا جائے تو نیچے کے معنی برابر کے کبھی نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ علی محمد جب بھی قاعدہ کے اندر لکھا جائے گا تو ہمیشہ علی کے پہلو میں محمد ہوگا۔ نہ کہ علی کے پاؤں کے نیچے۔ کاش اس قسم کی زبردستی کی تاویل کرنے والے کچھ اپنی عقل سے بھی کام لیتے۔

قولہ (۱۱) قال امیر المومنین ھو ذو الاسمین الاعلیٰ (کشف الغمہ) فرمایا علی علیہ السلام نے کہ وہ دو بلند ناموں والا ہوگا۔ یعنی علی محمد۔

اقول۔ کشف الغمہ سے جو روایت ہے علامہ مجلسیؒ نے بحار جلد ۱۳ صفحہ ا پر نقل کی ہے۔ اس میں صرف ذو الاسمین ہے یعنی دو ناموں والا ہوگا۔ اس سے علی محمد نام ہونے کی صراحت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اگر دو ناموں سے علی اور محمد ہی کو فرض کر لیا جائے تو چاہئے کہ الگ الگ قائم کے یہ دو نام ہوں نہ کہ دونوں سے ملکر اور مرکب ہو کر ان کا نام بنے۔ لہٰذا ذو الاسمین

سے علی محمد کا مراد لینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ کتاب مذکور کے اسی صفحہ پر اس روایت سے پہلے جو روایتیں درج ہیں ان میں حضرت کا نام منصور بھی تحریر ہے۔ ذوالاسمین کی توضیح کے سلسلہ میں مزید دو حدیثیں آگے آتی ہیں۔ جب کہ ہم قائم کے نام کے بارے میں احادیث کو تحریر کریں گے۔

قولہ۔ (۳) انا الذی یصلی خلفہ عیسی ابن مریم (نہج البلاغہ) حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں ہوں جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز ادا کریں گے۔ یہ اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ قائم کا نام علی ہوگا۔

اقول۔ نہج البلاغہ کے حوالہ سے اس عبارت کو نقل کرنا مصنف کی انتہائی علمی بے مائیگی کا ثبوت ہے۔ جناب من! یہ فقرہ خطبۃ البیان کا ہے جس کو سب سے پہلے محمود علی دیدار نے حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے بعد ازاں شیخ رجب علی برسی صوفی (صاحب مشارق الانوار) نے بھی اپنی کتاب میں اسے نقل کیا ہے۔ اس خطبے کے بہت سے فقرے محض افترا ہیں۔ اس خطبہ کو نہ علامہ مجلسی نے لکھا ہے نہ جامع خطبات امیر المومنین سید رضی مولف نہج البلاغہ نے تحریر کیا ہے۔ نہ صاحب اصول کافی وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔ غرضکہ کسی معتبر اور مستند کتاب میں یہ خطبہ نہیں موجود ہے۔ علاوہ بریں اس خطبے کے بہت سے فقرے خلاف درایت بھی ہیں۔ کیونکہ اسی خطبے میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ انا خالق السموٰت والارض (آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا میں ہوں) ظاہر ہے کہ جو منبر پر اپنے کو صاف خلیفہ بلافصل نہ کہہ سکتا ہو وہ ایسے جملوں کو برسر عام کیونکر استعمال کر سکتا ہے۔ (قصص العلماء تنکابنی)

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے آپکے مذکورہ بالا فقرے کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قائم کا نام علی محمد ہوگا۔ بلکہ ایک نئی بات معلوم ہوگی کہ قائم کا نام "علی" ہوگا۔ لہذا اسی حدیث کی روشنی میں (جس کو آپ صحیح مان کر دلیل میں پیش کر چکے ہیں) آپ علی محمد صاحب کی قائمیت سے تبرا فرمائے اور پھر سے تحقیق کیجئے کہ قائم کا نام کیا ہوگا؟ اور وہ کون ہوگا۔

قولہ (۴۴) قال امیر المومنین انا الجانب والجنب محمد (مشارق الانوار) فرمایا حضرت علیؑ نے کہ اس کے نام کے ایک طرف میں ہوں اور دوسری طرف محمد ہیں۔ یعنی علی محمد۔

اقول۔ پہلے مشارق الانوار کی حیثیت ملاحظہ کر لیجئے۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ مشارق الانوار اور الفین حافظ رجب علی برسی کی ہیں۔ **ولا اعتمد علی ما یتفرد بنقلہ لاشتمال کتابیہ علی ما یوھم الخبط والخلط الخ**

میں ان کی تنہا نقل کردہ چیزوں پر بھروسہ نہیں کرتا اس لئے کہ ان کی دونوں کتابوں میں ایسی باتیں ہیں جو خبط اور خلط کی موہم ہیں الخ" اسی طرح جناب شیخ حر عاملی صاحب وسائل تحریر فرماتے ہیں کہ "حافظ رجب علی برسی کی کتاب میں حد سے متجاوز باتیں درج ہیں اور بسا اوقات ان کی طرف غلو کی نسبت دی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں نہایت عمدہ شعر کہے ہیں۔ اور اس میں بیان کیا ہے کہ ولادت مہدیؑ اور اس کتاب کی تالیف کے درمیان ۵۱۸ سال کا فاصلہ ہے اس کے بعد ان کے اشعار ذکر کئے ہیں (سفینۃ البحار جلد اول ص ۵۱۱)

ہمارے اس بیان سے جہاں کتاب مشارق الانوار کی حیثیت واضح ہوگئی ہے

وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود صاحب مشارق بھی ولادت مہدیؑ کے قائل تھے۔ لہٰذا ظہور بھی اسی سابق کے پیدا شدہ مہدی کا ہونا چاہئے نہ کہ ۵۲ سالہ شیرازی علی محمد کا، خیر اسے جانے دیجئے اب ذرا اصل روایت پر نظر کیجئے:۔ اَنَا الجَانِبُ وَ الجَنبُ محمدٌ کے ترجمہ میں اس کے نام کے ”“ کے اضافہ کی کوئی معقول یا غیر معقول وجہ آپ نے نہیں لکھی۔ آخر ترجمہ میں یہ اضافہ کس دلیل سے آپ نے کر لیا۔ پھر ہم کیونکر سمجھیں کہ اس روایت کا تعلق امام زمانہ کے نام سے ہے بلکہ ہم کیوں نہ بحار کی دیگر روایات پر نظر کرتے ہوئے یہ سمجھیں کہ یہ دونوں تعبیریں جانب وجنب، قرب خداوند عالم دکھانے کے لئے کی گئی ہیں ملاحظہ ہو بحار جلد ۹ ص۴۸۵ و ص۴۹۰ بہر حال مذکورہ بالا حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے بھی صراحۃً کیا اشارۃً اور کنایۃً بھی اس سے علی محمد سے قائم ہونے کا ثبوت نہیں ملتا ہے کما لا یخفی علی المنصف الخبیر۔

قولہ۔ ان احادیث میں قائم آل محمد کا نام علی محمد معین کیا گیا ہے حضرت باب کا نام بھی علی محمد تھا۔ چونکہ یہ احادیث و اخبار مشہور کتابوں میں موجود تھیں اور ان کا مضمون مطابق واقع تھا اس لئے علمائے ایران کے لئے ان کا جھٹلانا ناممکن ہو گیا تھا اور اب بھی شیعہ دنیا کے لئے ان پیشین گوئیوں کا انکار ناممکن ہے۔

اقول۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ان احادیث سے ہرگز علی محمد کا نام معین نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ سب حدیثیں کسی مشہور و معتبر کتاب میں موجود

بحوالہ اکمال الدین) مادر حجۃ کی قبر پر ام محمد کا کتبہ تحریر ہے۔

(۶) سمی بمحمد وکنی بجعفر (بحار جلد ۱۳ ص۶ بحوالہ اکمال الدین) محمدؐ نام اور کنیت ابو جعفر رکھی گئی۔

(۷) ویکنی بابی القاسم وھو ذو الاسمین خلف ومحمد یظھر فی اخر الزمان (بحار ۱۳ ص۹ بحوالہ کشف الغمہ) ابو القاسم کنیت ہے اور انکے دو نام ہیں خلف اور محمد آخر زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔

(۸) الخلف الصالح من ولدی وھو المھدی اسمہ م۔ح۔م۔د۔ و کنیتہ ابو القاسم (بحار جلد ۱۳ ص۸ بحوالہ کشف الغمہ) خلف صالح میری اولاد سے مہدی ہے اس کا نام م۔ح۔م۔د۔ ہے اور کنیت ابو القاسم ہے۔

(۹) لہ اسمان اسم یخفی واسم یعلن فاما الذی یخفی فاحمد واما الذی یعلن فمحمد الخ (بحار جلد ۱۳ ص۴ بحوالہ غیبت طوسی) ان کے دو نام ہیں ایک مخفی ہے اور ایک ظاہر مخفی احمدؐ ہے اور ظاہر محمدؐ۔

(۱۰) ذالک الفقید المشرید م۔ح۔م۔د بن الحسن بن علی الخ (بحار جلد ۱۳ کتاب المقتضب) وہ گم گشتہ م۔ح۔م۔د۔ ابن الحسن الخ ہیں

(۱۱) ستحملین ذکرا اواسمہ۔م۔ح۔م۔د۔ وھو القائم من بعدی (بحار جلد ۱۳ ص۳۴ منتخب البصائر) تم ایک فرزند سے حاملہ ہوگی اس کا نام م۔ح۔م۔د۔ ہوگا۔ میرے بعد وہی قائم ہوگا۔

(۱۲) الخلف المامول المنتظر۔م۔ح۔م۔د۔ بن الحسن الخ بحار جلد ۱۳ ص۳ اکمال الدین) خلف منتظر۔م۔ح۔م۔د بن الحسنؑ ہے۔

(۱۳) قال جابر فرأيت فيها محمد محمد محمد في ثلثة مواضع (بحار جلد ۹ صفحہ ۱۴۳ اکمال وعیون وغیرہ) جابر کہتے ہیں کہ اس لوح میں تین جگہ میں نے محمد (محمد باقر محمد تقی اور محمد مہدی) دیکھا۔

(۱۴) ثلثة منهم محمد واربعة منهم علی (چار طریقوں سے مروی ہے)۔ بحار جلد ۹ صفحہ ۱۴۵) یعنی ائمہ میں تین محمد اور چار علی ہیں۔

(۱۵) والخلف محمد يخرج في آخر الزمان الخ (بحار جلد ۹ صفحہ ۱۴۸ امالی شیخ ابوعلی) آخری جانشین محمد ہیں جو آخر زمانہ میں ظاہر ہونگے۔

(۱۶) ومحمد ولد الحسن القائم المهدی الخ (بحار جلد ۹ صفحہ ۱۴۹ روضۂ فضائل شاذان) اور محمد بن الحسن ہیں جو قائم و مہدی ہیں۔

(۱۷) فاذا حضرته الوفاة فليسلمها الى ابنه محمد الخ (بحار جلد ۹ صفحہ ۱۶۱ غیبت طوسی) جب عسکری کی رحلت کا وقت آئے گا تو وصیت اپنے فرزند محمد کے سپرد کر دیں گے۔

(۱۸) ومحمد بن الحسن الحجة يتلألأ بينهم (بحار جلد ۹ صفحہ ۱۷۳ تعب فضائل) اور محمد بن حسن حجت ان کے درمیان جگمگاتے ہوں گے۔

(۱۹) وان الائمة من بعدی اثنا عشر رجلا من اهل بيتی علی اولهم واوسطهم محمد وآخرهم محمد ومهدی هذه الامة (بحار جلد ۹ صفحہ ۱۷۶ کفایة الاثر) میرے بعد میرے اہلبیت سے بارہ امام ہوں گے۔ پہلے علی وسطی محمدؐ اور آخری بھی محمد جو اس امت کے مہدی ہوں گے۔

اب یہاں پر ہم وہ حدیثیں بھی تحریر کر دیتے ہیں جن میں نص صریح ہے کہ قائمؑ ہم نام محمدؐ ہونگے۔ یہ حدیثیں بھی بے شمار ہیں لیکن یہاں پر صرف چند حدیثوں کو تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) قال رسول اللہ ھو رجل منی اسمہ کاسمی (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۰ بحوالہ علل الشرایع) پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے ہوگا اس کا نام میرے نام کی طرح ہے۔

(۲) ھو سمی رسول اللہ وکنیتہٗ (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۱ اکمال الدین) وہ ہم نام و ہم کنیت رسول اللہؐ ہے۔

(۳) ھو سمی رسول اللہ وکنیتہٗ (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۱ کفایۃ الاثر) وہ ہم نام و ہم کنیت رسول اللہؐ ہے)

(۴) اسمہ اسم نبی واسم ابیہ اسم وصی (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۲ غیبت نعمانی) اس کا نام نبی کے نام پر اور اس کے باپ کا نام ایک وصی کے نام پر ہوگا۔

(۵) سیخرج اللہ من صلبہ رجلا باسم نبیکم۔ (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۳ غیبت نعمانی) عنقریب خدا ان کے صلب سے تمہارے نبیؐ کا ہمنام ظاہر کرے گا۔

(۶) اسمہ کاسمی واسم ابیہ کاسم ابنی وھو من ولد ابنتی (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۹ امالی شیخ بوعلی طوسی) اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے فرزند کے نام کی طرح ہوگا۔ وہ میری دختر کی ذریت سے ہوگا۔

(۷) المهدی من ولدی اسمه اسمی وکنیته کنیتی (بحار جلد ۱۳ صنہ ۱۲ اکمال الدین) مہدی میری اولاد سے ہوگا اس کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔

(۸) القائم من ولدی اسمه اسمی الخ (بحار جلد ۱۳ صنہ ۲ بحوالہ اکمال الدین) قائم میری اولاد سے ہوگا اس کا نام میرا نام ہوگا۔

(۹) یواطی اسمه اسمی الخ (بحار جلد ۱۳ صہ ۳۳ کشف بحوالہ حافظ ابونعیم) اس کا نام میرے نام کے موافق ہے۔

(۱۰) اسمه اسمی وخلقه خلقی (بحار جلد ۱۳ صہ ۳۳ کشف بحوالہ حافظ ابونعیم) اس کا نام میرا نام اور اس کا خلق میرا خلق ہے۔

(۱۱) یواطی اسمه اسمی (بحار جلد ۱۳ صہ ۲۴ و صہ ۱۶ کفایۃ الطالب لابی شافعی محمد یوسف) اس کا نام میرے نام کے مطابق ہے۔ اس روایت کو ترمذی وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔

(۱۲) بابی وامی سمیّ وشبیھی الخ (بحار جلد ۱۳ صنہ ۳۰ کفایۃ الاثر) میرے ہمنام وہمشکل پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

(۱۳) سیخرج من صلبه رجل باسمه نبیکم الخ (بحار جلد ۱۳ صہ ۳۲ طرائف) انکے صلب سے تمہارے نبی کا ہمنام ظاہر ہوگا۔

(۱۴) سمی نبی اللہ نفسی فداؤہ الخ (بحار جلد ۱۳ صہ ۳۶ دیوان امیر المومنینؑ) نبی خدا کا ہمنام میرا نفس اس پر قربان ہو۔

(۱۵) المسمّٰی باسمی والمکنی بکنیتی السابع من بعدی (بحار جلد ۱۳ صہ ۳۵ غیبت نعمانی) میرا ہمنام و ہم کنیت میرا ساتواں فرزند) قول امام پنجم۔

(۱۶) بابی وامی سمی جدی الخ (رضوی) بحار جلد ۱۳ صہ ۱۱۔ عیون الاخبار الرضا) میرے جد کے ہمنام پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

(۱۷) ہو سمی رسول اللہ وکنیتہ (بحار جلد ۱۳ صہ ۴۲ کفایۃ الاثر) وہ ہمنام و ہم کنیت رسولؐ ہے۔

(۱۸) ثم سمی وکنیتی حجۃ اللہ فی ارضہ (بحار جلد نہم صہ ۱۵۸ اکمال الدین) پھر میرا ہمنام و ہم کنیت زمین میں حجۃ خدا ہوگا۔

(۱۹) والقائم من ولد الحسن سمی واشبہ الناس بی (بحار جلد نہم صہ ۱۸۹ کفایۃ الاثر) قائم حسن کا فرزند میرا ہم نام اور مجھ سے زیادہ مشابہ ہوگا۔

ان احادیث کثیرہ کے اقتباسات کو دیکھ کر ناواقف مصنف کو غور کرنا چاہیئے کہ ایک طرف قائم کا نام علی محمد ہونے کے لئے صرف چار مشتبہ، مجمل۔ غیر صریح اور بے جوڑ حدیثیں ہیں اور دوسری طرف قائم کا نام۔ م۔ ح۔ م۔ د۔ ہونے پر منصوص و معین کم سے کم ۱۹ احدیثیں اور ہمنام پیغمبرؐ اسلام ہونے پر بھی کم سے کم اسی قدر حدیثیں واضح طور پر دلالت کررہی ہیں۔ (اور یہ بھی جلد ۱۳ بحار کے صرف شروع میں موجود ہیں یا کچھ جلد ۹ میں پائی جاتی ہیں۔ ورنہ جلد ۱۳ میں اور بھی صریح حدیثیں موجود ہیں۔ پھر حق کس طرف ہے وَمَاذَا بعد الحق الا الضلال۔

قولہ:- قائم کی عمر- علمائے ایران نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ ہمارے امام کی عمر اس وقت ٹھیک ایک ہزار سال کی ہے۔ حالانکہ باپ کی عمر ۲۵ سال کی ہے- لیکن مشہور کتب احادیث میں اس اعتراض کا حسب ذیل جواب موجود تھا اور ہے:-

(۱) حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب قائم آل محمدؐ کا ظہور ہوگا تو لوگ ان کا اس لئے انکار کریں گے کہ ان کا ظہور نوجوانی کی حالت میں ہوگا- پس وہ لوگ ہی ان پر ایمان لائیں گے جن سے خداوند کریم نے عالم نور میں عہد لیا ہوگا (بحار الانوار صـ۲۹۹)

(۲) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صاحب الامر علیہ السلام کی عمر ہم سے بہت ہی کم ہوگی- اور وہ ہم سے زیادہ گوشہ نشین ہونگے- راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو فرمایا جب کہ مسافر ایک لڑکے کی بیعت کے لئے روانہ ہوں گے- اور ہر صاحب قوت اپنا علم بند (بلند) کرے گا (بحار صـ۷۹)

(۳) حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ صاحب الامر نہیں جن کی عمر چالیس سے متجاوز ہو جائے (بحار الانوار صـ۱۵۳)

(۴) امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں کس طرح صاحب الامر ہو سکتا ہوں جب کہ میری عمر ۴۵ سال کی ہے حالانکہ صاحب الامر ہمارے مقابلہ میں شیر خوارگی کے زمانہ سے قریب تر اور گھوڑے کی پشت پر سبک تر و چالاک تر ہوگا- (کافی از حکم بن ابی نعیم)

(۵) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی مصیبت یہ ہوگی کہ حضرت صاحب الامر کا ظہور نوجوانی کی عمر میں ہوگا۔ لیکن لوگ ان کو بوڑھا سمجھتے ہوں گے (بحار الانوار صفحہ ۲۹۹) تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالئے تو واضح ہوگا کہ ایران میں سب سے بڑی مصیبت یہی پیش آرہی تھی کہ شیعہ علماء پیر ہزار سالہ یا بطور اعجاز جوان ہزار سالہ کے منتظر بیٹھے تھے۔ اور حضرت باب کو اس لئے قائم آل محمدؑ نہیں تسلیم کرتے تھے کہ ان کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ ان احادیث کو سن کر جن کی طرف کسی کے وہم و گمان کی رسائی بھی نہ ہوتی تھی تمام اطراف ایران و عراق وغیرہ کے مسافر جوق جوق آکر ایک لڑکے کی بیعت کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف روسار اور صاحب شوکت وعظمت علمار اور صاحب اقتدار اراکین سلطنت علم مخالفت بلند کر رہے تھے۔ اگر ایک طرف وہ سعید روحیں جن سے خدا نے عالم نور میں عہد لیا تھا، حضرت باب پر ایمان لا رہی تھیں۔ تو دوسری طرف علمار ایران اپنے عقیدت مندوں کی فوج میں روز بروز کمی کے باعث نعل در آتش ہو رہے تھے۔ اور انھوں نے متفقہ طور پر عزم کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت باب اور ان کے مومنین کو نیست و نابود کر دیا جائے ورنہ پھر اس قبا و عمامے کی عزت معلوم۔

اقول۔ ہمیں حیرت ہے کہ کس چالاکی سے آپ غالب کا شاعرانہ نظریہ علمائے ایران کے سر تھوپ رہے ہیں ؎

ایسی جنت کو کیا کرے کوئی :: جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں

مہربان! نہ صرف علمائے ایران بلکہ کل علمائے شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس وقت قائمؑ کی عمر ہزار سال سے بھی متجاوز ہے۔ لیکن وقت ظہور وہ تیس بتیس سال کے جوان نظر آئیں گے۔ البتہ ۲۵ سالہ نظر آنے کی کوئی روایت نہیں موجود ہے۔ بلکہ جن روایتوں میں اس کا ذکر کیا گیا ہے ان میں چالیس یا تیس بتیس سال کی تعیین موجود ہے۔ لہذا علمائے ایران کو ۲۵ سالہ باب پر اس سِن کے لحاظ سے بھی اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔ مگر اس اعتراض کو معمولی سمجھ کر وہ لوگ یقیناً نظرانداز کر دیتے بشرطیکہ حجۃ بن الحسن کے لئے ان کے یہاں بالخصوص قائم آل محمد ہونے کی روایات متواترہ نہ ہوتیں جیسا کہ ان روایتوں میں سے کچھ ابھی ہم بھی تحریر کر چکے ہیں۔ اب رہا اس موقع پر آپ کا پانچ روایتوں کو ان کی رد میں پیش کرنا تو جس چیز پر ان کا اعتراض تھا (یعنی ۲۵ سالہ علی محمد کی قائمیت) اسے یہ روایتیں دفع نہیں کرتیں اور جس چیز کو یہ روایتیں بیان کرتی ہیں۔ اس کے تمام شیعہ پہلے ہی سے قائل ہیں۔ حالانکہ آپ نے اپنی قدیم عادت کی بنا پر ان روایتوں کے ترجمے میں بھی کتر بیونت کی ہے۔ مثلاً پہلی روایت میں "شاباً موفقاً" کا ترجمہ آپ نے "نوجوانی کی حالت" کیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس کے معنی بھرپور جوانی یا انتہائی جوانی کی حالت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز ۲۵ سالہ شخص کی صفت نہیں ہوتی بلکہ تیس بتیس سال والے کی صفت ہے۔ اسی طرح دوسری روایت کا ترجمہ بھی آپ نے بالکل غلط کیا ہے کاش روایت کے بعد علامہ مجلسی کا نوٹ بھی آپ نے پڑھ لیا ہوتا۔ حضرت اذا اصادت الوکیان

بلبیعۃ الغلام کا ترجمہ "جب کہ مسافر ایک لڑکے کی بیعت کے لئے روانہ ہوں گے۔ ہرگز درست نہیں ہے۔ بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "جب قافلے ایک لڑکے کی بیعت (کی جگہ) کے ساتھ روانہ ہوں گے"۔ جسکو صادبہ کا ترجمہ کہ زمانہ آئے وہ ائمہ کی حدیث کو کیا سمجھے گا۔" اصغرنا مناّ" کا مطلب بھی علامہ مجلسی نے لکھ دیا ہے کہ منصب دار ہونے کے وقت وہ سب سے زیادہ کم سن ہوگا۔ نہ کہ ظہور کے وقت یا دنیا سے رحلت کے وقت ورنہ اس سے ۲۵ سالہ باب کو مراد لیتے ہی یہ جملہ درایت کے بالکل خلاف ہو جائیگا۔ کیونکہ ائمہ میں سے ایک امام یعنی امام نہم نے ۲۵ سال کی عمر میں رحلت فرمائی ہے لہذا دور اندیشی کا مقتضا تو یہ تھا کہ باب کو وقت دعوی ۲۴ سالہ جوان فرض کر لیا جاتا۔ تاکہ کھینچ تان کر ان کو اس حدیث کا مصداق بنایا جاتا۔ اسی طرح تیسری حدیث کا سیاق آپنے حذف کر دیا ہے۔ جس میں حضرت صادق آل محمدؐ نے اپنے قائم ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ کیونکہ حضرت کا سن اس وقت چالیس برس سے زیادہ تھا تاہم اس روایت سے ۲۵ سالہ نوجوان کی قائمیت نہیں ثابت ہوتی ہے چوتھی روایت کے اصل الفاظ باوجود سعی مجھے نہیں مل سکے تاہم انھیں شیر خوارگی کے زمانہ سے قریب تر کہنا یہ خود قرینہ ہے کہ منصب پانے کے وقت قائمؑ نہایت کم سن ہونگے۔ اب یہ مصنف صاحب بتائیں کہ ۲۵ سالہ جوان باب زمانہ شیر خوارگی سے قریب تر ہوگا؟ یا پنج سالہ فرزند حجۃ بن الحسنؑ؟ پانچویں روایت میں بھی مصنف نے چالاکی سے "شابا" کا ترجمہ نوجوانی

کی عمر کیا ہے؟ حالانکہ ترکیب میں یہ حال واقع ہوا ہے۔ لہذا اس کا صحیح ترجمہ "جوانی کی حالت" ہے یعنی سن تو زیادہ ہو گا مگر جوانی کی حالت ہو گی جیسا کہ اسی باب میں دیگر روایتیں اس مطلب پر بالکل صریح ہیں۔ بہر حال آپ کے باپ کا سن زیادہ نہ تھا بلکہ سن بھی نوجوانی کا تھا اور غالباً حالت بھی نوجوانی کی رہی ہو گی (بشرطیکہ مدک باز نہ رہے ہوں) یہ نکتہ باریک ہے ذرا مصنف کو غور سے کام لینا پڑے گا اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اس روایت سے بھی ان کا مطلب نہیں حاصل ہو سکتا۔ اب رہا یہ امر کہ "لوگوں کے لئے یہ ابتلائے عظیم ہو گا" تو اس سے کسی شیعہ کو انکار نہیں ہے۔ ایک یہی نہیں بلکہ اور بہت سے ابتلائات عظیم پیش آئیں گے جن میں اچھے اچھے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ منجملہ ان ابتلاءات کے ایک ابتلاء عقیدت بھی ہے۔ جس میں اپنے کو سید سمجھنے والے بھی گمراہ ہو رہے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذالک اس سلسلہ میں لوگوں کا جوق در جوق بابی ہونا ممکن ہے کہ کل جدید لذیذ کی بنا پر صحیح ہو لیکن اس سے حق باطل نہیں ہو سکتا ورنہ صدر اول میں بھی مذہب حق کے متعلق آپ کو یہی کہنا پڑے گا۔ اب رہا حضرات علماء کا آپ کے باپ کو نہ ماننا تو یہ بعینہ احادیث آئمہ کے مطابق تھا۔ اور ہے (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۰) ظاہر ہے کہ ایک اثنا عشری جب دین سے خارج ہو جائے تو اس پر احکام شرعیہ بشرط قدرت علماء کی طرف سے ضرور جاری کئے جائیں گے۔ کیوں جناب؟ آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ شہید ثالث جناب برغانی رح کو ابن ملجم بن کر عین نماز صبح میں مسجد کے

اندر کس نے شہید کیا؟ (کیا اس قسم کے مظالم کے بعد بھی بابی اپنی مظلومیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں) وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

قولہ مظلومیت قائم واصحاب قائم:- شیعہ حضرات اور ان کے علماء کا یہ مضبوط عقیدہ تھا اور ہے کہ قائم آل محمدؐ لکم دینکم ولی دین اور لا اکراہ فی الدین کی نافرمانی کرے گا اور اسلام بزور شمشیر پھیلائے گا جو ایمان نہ لائے گا اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دے گا۔ اور تمام عالم پر جبریہ حکومت کرے گا۔ اس لئے ایران کے علماء نے ایرانی عوام کو یہ بتایا کہ یہ نوجوان تاجر بیشہ کیونکر قائم آل محمدؐ ہو سکتا ہے جس کے پاس مال ہے نہ دولت سلطنت ہے نہ لشکر۔ جاہ ہے نہ حشم۔ طاقت ہے نہ قوت۔ لیکن وہ مشہور کتب احادیث واخبار جن سے یہ علماء عوام کو عقائد مذکورہ کی تعلیم دے رہے تھے۔ انھیں کتابوں کے حسب ذیل خونیں الفاظ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ یہ علماء اور ان کے مقلدین حضرت قائم آل محمد اور ان کے اصحاب باوفا کے خون ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنے کا شرف حاصل کریں۔ اور رہتی دنیا تک تاریخ میں اپنا نام اس طرح چھوڑ جائیں کہ ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اقول۔ بسم اللہ ہی غلط۔ ہم باعزت مصنف کو چیلنج کرتے ہیں کہ قائم کے لئے آیات مذکورہ کی فی الفت کا کوئی معمولی ثبوت یا ضعیف روایت ہی پیش کر دیں۔ اور کیونکر پیش کر سکتے ہیں جب کہ پہلی آیت ایک مخصوص صورت سے متعلق تھی۔ اور دوسری آیت عہد رسولؐ ہی میں جاہد الکفار والمنافقین

کی آیت سے منسوخ ہو چکی تھی (تفسیر صافی) جسکو ناسخ و منسوخ میں تمیز نہ ہو وہ اسی طرح کی غلط باتیں اڑائیگا۔ کاش قرآن کی اس آیت پر بھی نظر رکھی ہوتی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق الخ جس کا مطلب آئندہ حدیث میں واضح کیا جائے گا۔ ہاں ہمارا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ قائم کی ذات بارعب اور منصور من اللہ ہوگی۔ اور ان کی حکومت سارے عالم پر ہوگی اور حق کا بول بالا ہوگا۔ ظالمین سے انتقام لیا جائے گا۔ اور نواصب کا استیصال ہوگا۔ اہل کتاب سے مسالمہ ہوگا جس کے نتیجہ میں سب ملت حقہ میں داخل ہوجائیں گے۔ اگر آپکے نزدیک اسی کا نام اسلام بزور شمشیر پھیلانا اور جبریہ حکومت قائم کرنا ہے تو بجز اس کے کہ ہم آپ کو مرفوع القلم قرار دیدیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے مذکورہ بالا عقائد کے لئے اسی بحار جلد ۱۳ کی حسب ذیل حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) قائمؑ بارعب اور منصور از جانب خدا ہوں گے ان کے لئے طی الارض ہوگا۔ اور زمین اپنے خزانوں کو پیش کر دے گی۔ ان کی حکومت مشرق و مغرب تک پہونچ جائے گی۔ اور ان کے ذریعہ سے خدا اپنے دین کو غلبہ دے گا۔ چاہے مشرکوں کو ناگوار ہو اس وقت زمین کا ہر خرابہ آباد ہوگا۔ الخ (باقری ص ۱۵۵)

(۲) خلاصہ حدیث۔ ذوالقرنین کی طرح قائمؑ شرق و غرب تک پہونچیں گے ان کے لئے خداوند عالم زمین کے خزانوں کو ظاہر کر دے گا۔ اور ان کو بارعب قرار دیگا وہ عدل و داد سے زمین کو بھر دیں گے (ہنوی ص ۱۸۴)

(۳) لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام بقسم فرماتے ہیں کہ اس کی تاویل کا نزول بغیر ظہور قائمؑ نہ ہوگا جب وہ ظاہر ہوں گے تو کوئی کافر باللہ اور مشرک بالامام ایسا نہ ہوگا جو حضرت کے ظہور کو ناپسند نہ کرتا ہو۔ ایسے ظالمین کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ (صادقی) صفحہ ۱۹۲ بہ طریق دیگر بر صفحہ ۱۹۳

(۴) خدا قائمؑ کے ہاتھوں پر مشارق و مغارب ارض کی فتح عطا کریگا۔ (نبوی) صفحہ ۲۰۰

(۵) جب قیام قائمؑ ہوگا تو شامی بنی امیہ کو طلب کریں گے وہ روم بھاگ جائیں گے رومی ان کو نصرانی ہوجانے کی شرط سے پناہ دیں گے جب اصحاب قائمؑ وہاں پہونچیں گے تو امان اور صلح کے خواہاں ہوں گے یہ لوگ کہیں گے کہ ہم لوگ اس وقت تک صلح نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارے مفرورین کو واپس نہ دو گے۔ چنانچہ وہ لوگ واپس دیدیں گے۔ الخ (باقری) صفحہ ۲۰۰

(۶) جب قیام قائمؑ ہوگا تو ہر ناصبی پر ولایت پیش ہو گی در صورت عدم اقرار قتل ہونگے یا جزیہ دیں گے۔ (صادقی) صفحہ ۱۹۹

(۷) مذکورہ بالا مضمون دوسری روایت میں بھی ہے (باقری) صفحہ ۱۹۹

(۸) راوی نے اہل ذمہ کے متعلق پوچھا فرمایا کہ ان سے مثل رسولؐ قائمؑ بھی مصالحہ کریں گے۔ اور جزیہ لیں گے۔ ناصبیوں کے متعلق پوچھا فرمایا کہ ہمارے مخالفین کا ہماری حکومت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ان کا خون آج ہم پر اور تم پر حرام ہے۔ مگر ظہور قائمؑ کے وقت ان کا خون ہم پر خدا نے حلال کر دیا

ہے الخ (صادقی) ص ۱۹۹

غرضکہ اس قسم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں لہٰذا ان کے مقابلہ میں اگر کوئی روایت ایسی ملجائے جس میں بلا استثنار قتل عام تحریر ہو تو اسے مسلمہ قواعد اصولیہ کی بنا پر مذکورہ بالا صورتوں پر حمل کر دیا جائے گا۔ غرض یہ کہ قائمؑ بالکل سیرت رسولؐ پر چلیں گے۔ دیگر ائمہؑ کی طرح سے ان کے دور میں تقیہ نہ ہوگا اس کا ثبوت بھی احادیث میں بکثرت موجود ہے چند ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک طولانی روایت ـ اپنے کو یادگار انبیا بتاتے ہوئے قائمؑ ارشاد کریں گے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے باب میں مجھ سے کون محاجہ کر سکتا ہے میں ان دونوں کے ساتھ اولیت رکھتا ہوں (باقری) ص ۱۶۷ و ص ۱۹۱

(۲) قائمؑ مکہ میں کتاب اور سنت رسول اللہ پر لوگوں سے بیعت لیں گے (باقری) ص ۱۹۳

(۳) قائمؑ منبر پر جاکر لوگوں سے وعدہ کریں گے کہ تمہارے درمیان رسولؐ کی سیرت پر چلوں گا اور انھیں کی طرح عمل کروں گا (صادقی) ص ۱۹۱

(۴) قائمؑ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر سفیانی کو دعوت دیں گے پہلے وہ قبول کرے گا پھر بہک جائیگا (اسی صفحہ پر اور بھی دو جگہ اسی طرح کی دعوت کا ذکر ہے) (باقری) ص ۱۹۲

(۵) قائمؑ سیرت رسولؐ پر چلیں گے اور آثار محمدؐ کو ظاہر کریں گے اس سلسلہ میں آٹھ روز تک تلوار استعمال کریں گے الخ (باقری) ص ۱۹۳

میرے دعویٰ کا دوسرا جزو کہ ظہور قائم کے بعد تقیہ نہ ہوگا مسلمات سے ہے اس لئے اس کے شواہد کو خوف طول کی بنا پر ترک کرتا ہوں۔ بہر حال اجمالی طور پر ظہور قائم آل محمدؐ کے بعد ان کی سیرت اور حکومت کے متعلق ہمارا عقیدہ تو لائق مصنف کو معلوم ہی ہو گیا۔ مگر موصوف کی مذکورہ بالا تحریر کا ایک فریب ابھی اور ظاہر کرنا ہے۔ جناب من! ایرانی علماء اپنے اصول مذہب سے آپ کی طرح بے خبر نہیں ہوتے کہ نوجوان ناتجربہ کو صرف مال و دولت اور خدم و حشم نہ ہونے کی وجہ سے مردود قرار دیدیتے کیونکہ ان کے پیش نظر لم یوت سعة من المال کا اعتراض اور زادہ بسطة فی العلم والجسم کا جواب ہر وقت رہتا ہے۔ ہمارے نزدیک منصب کے لئے ظاہری دھوم دھام کی کبھی شرط نہیں رہی ورنہ اگر کسی میں کچھ دم ہے تو ثبوت پیش کرے بلکہ ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ خود قائمؑ بھی شروع میں یکہ و تنہا ظہور فرمائیں گے (بحار جلد ۱۳ ص ۲۵۰ حدیث مفضل) بہر نوع علمائے ایران شیعوں کو بربنائے نص صریح رد کرتے تھے لا غیر۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ (ہماری) کتابوں کے خونی الفاظ الخ تو اس میں آپ اگر تھوڑا سا تصرف کر دیں تو خونی الفاظ کا استعمال برمحل ہو جائے گا۔ یعنی بجائے ہماری کتابوں کے باب کے زبانی اور کتابی خونی الفاظ الخ اس لئے کہ تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد، اس موقع پر دلائل سبعہ مصنفہ باب سے دیباچہ کے صرف ابتدائی حصہ کو تفریح خاطر ناظرین کے لئے لکھتا ہوں اگر کسی بہائی میں دم ہو تو اسکی تردید کرے۔

لتبسم اللہ ...... ولبسم اللہ الف دذی الافراد بسم اللہ الفرد ذی الف دہ لبسم اللہ ذی الفواد لبسم اللہ ذی الف ادین لبسم اللہ ذی ...... بسم اللہ ذی الفادا یا اللہ ذالافرداء ایضاً ذی الفراذات ذی الفرودت قل اللھم انک فراد السمٰوٰت والارض وما بینھما یوتین الفردیتہ من یشاء و لینزع الفردیتہ عمن یشاء اللہ قل اللھم انت فردان السمٰوٰت والارض انک انت ایا افرادالافردین قل اللھم انک انت فردان الفرادین قل اللہ افراد فوق کل ذی الافراد لن یقدران یمتنع من فرایض فردان افرادہ من احد انہ کان فراد فرایض اواللہ فرداء السمٰوٰت والارض الخ۔ سبحان اللہ! کیا فصاحت ہے کیا بلاغت ہے، کیا ایجاز ہے کیا اعجاز ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ علی العظیم۔ جی چاہتا ہے روح باب سے خطاب کرکے کہوں کہ شاباش۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

قولہ۔ قائم آلِ محمدؐ کی سلطنت و حشمت کو حضرات ائمہ طاہرینؑ اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

(۱) حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جس وقت علم حق بلند ہوگا تو اہل مشرق و مغرب اس پر لعنت کریں گے۔ (بحار الانوار ص ۲۳۱)

(۲) جس وقت ظہور قائمؑ ہوگا تو وہی لوگ آپکی اطاعت سے خارج ہو جائیں گے جن کا یہ عقیدہ ہوگا کہ قائم آلِ محمدؐ ہی امر دین کے لائق ہے

اور ان کی اطاعت میں داخل ہوں گے وہ لوگ جو آفتاب و ماہتاب پرست ہوں گے (بحار الانوار ص۲۳۲)

۳۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ قائم آل محمدؐ کو وہ تکالیف اور اذیتیں پہونچیں گی جو رسول اللہ کو بھی نہ پہونچی تھیں۔ کیونکہ رسول اللہؐ اس وقت مبعوث ہوئے تھے جب کہ لوگ پرستش اصنام کرتے تھے لیکن ظہور قائمؑ کے وقت لوگ کتاب الہی کی تاویلیں اپنے باطل اعتقادات کے مطابق کرینگے اور اپنی تاویلات کو حجت بنا کر حضرت قائمؑ کے ساتھ جنگ کرینگے (بحار الانوار ص۲۳۲)

۴۔ معاویہ بن وہب بیان کرتے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ زوراء کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ بغداد کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیا تو کبھی شہر رے (طہران) میں گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تو نے سوق الدواب (بازار حیوانات) دیکھا ہے۔ کیا تو نے سڑک کے کنارے دائیں ہاتھ کو سیاہ پہاڑ دیکھا ہے۔ یہی زوراء ہے جہاں کسی کے ۱۸۰ اصحاب قتل کئے جائیں گے۔ اور جو سب خلافت کے لائق ہونگے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کو کون قتل کرے گا۔ فرمایا اولاد عجم (کافی)

۵۔ حدیث لوح۔ خدا فرماتا ہے کہ نبوت محمدؐ کو کامل کر دوں گا اس کے بیٹے کے ذریعہ جو دنیا کیلئے رحمت ہے۔ اس میں موسیٰ کا کمال، عیسیٰ کا جمال، ایوب کا صبر ہوگا۔ اور بہت جلد میرے دوست اس کے زمانے میں ذلیل ہوں گے اور ان کے سر ترک و دیلم کے لوگوں کے سروں کی طرح ہدایت

ذلت وخواری کیساتھ تجھے بھیجے جائیں گے پس وہ مقتول ہوں گے انکو لوگوں کو آگ میں جلایا جائے گا۔ اس زمانے میں ان پر خوف وہراس غالب ہو گا۔ زمین اُن کے خون سے رنگین ہو جائے گی۔ انکی عورتوں میں نالہ وشیون کی آواز بلند ہو گی۔ یہی میرے حقیقی اولیاء ہیں ان کی برکت سے میں شدید فتنوں کو دفع کر دوں گا۔ اور دنیا کو اضطراب سے نجات دونگا اور مصائب کو دور کر دوں گا۔ ان پر خدا کی رحمتیں ہوں وہی ہدایت یافتہ ہیں (بحار الانوار ص۲۳۶)

اقول۔ جناب کی سمجھ کا پھیر ہے۔ ان احادیث میں قائم کی سلطنت کو نہیں بیان کیا گیا ہے بلکہ آپ جیسے افراد کے کفر وارتداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سچ بتایئے اگر اس وقت ہمارے قائم ظہور فرمائیں تو بجز لعن وطعن جنگ وجدال اور اذیت دہی وتکلیف رسانی کے اور کیا آپ حضرات کی روش ہو گی۔؟

(۱) چنانچہ پہلی روایت میں "جب رایت حق بلند ہو گا" کا فقرہ خود بتاتا ہے کہ یہ سب ابتدائے ظہور میں ہو گا۔ اور اگر اجازت ہو تو اس مقام پر اتنا اور دریافت کر لوں کہ آپ کے "باب" صاحب نے بھی کوئی جھنڈا بلند کیا تھا؟ ہاں حیز اس پر کچھ غور کیجئے گا۔ "اس وقت اہل مشرق و مغرب کا مطلب سمجھ لیجئے" اس سے مراد خراسانی اور سفیانی ہیں (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ ص۱۶۶) آپ کو تو یہی روایت نظر آئی حالانکہ اور روایتوں میں ہے کہ اس وقت بصرہ اور کوفہ میں امیر المومنین سے برأت مانگ

کی تلاوت بھی ہوگی (جلد مذکور صہ ۱۹۶)

(۳) اسی طرح تیسری روایت میں بھی حضرتؑ کی جن تکالیف کا ذکر ہے اور اپنے باطل اعتقادات کے مطابق کتاب خدا کی تاویل کر کے لوگوں کا حضرتؑ سے جنگ کرنا مروی ہے۔ وہ بالکل حرف بحرف آپ ایسے لوگوں پر ٹھیک اتر رہا ہے اور اترے گا۔ جس کا کھلا ہوا ثبوت آپکے فرقہ کی کتاب "تربیت عالم" ہے جس میں آنکھ بند کر کے قرآن مجید کی بے شمار آیتوں کی از سر تا پا مہمل تاویلیں کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب روایت کا پہلا جز آپ جیسے لوگوں پر ٹھیک اتر رہا ہے تو دوسرا جز لازم یعنی اپنی تاویلات کی آڑ لے کر وقت ظہور حضرتؑ سے جنگ کرنا بھی ٹھیک ہو کر رہے گا ورنہ خود آپ کے قائم کی قائمیت ہَبَاءً مَنثُوراً ہو جائے گی۔ گھبرایئے نہیں اس وقت تک اور بھی بہت سے ساتھی آپ لوگوں کے پیدا ہو جائیں گے اس لئے کہ باطل میں ظاہری کشش کے علاوہ شیطانی تائید بھی شامل ہوتی ہے جو پہلے ہی سے لاغوینھم اجمعین الا الخ پر خدا کی قسم کھائے بیٹھا ہے چنانچہ (۲) دوسری روایت میں آپ ہی کے مؤیدین کی پیشین گوئی کر دی گئی ہے کہ ظہور کے وقت (بھی) کچھ قائم آل محمدؐ کے ماننے والے حضرتؑ سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ آخر فرقہ شیعہ کی اتنی بڑی تعداد کیوں کر گھٹے گی؟ چنانچہ ظہور قائمؑ کے بعد امتحان کی منزلیں اتنی سخت ہوں گی کہ مدینہ منورہ میں "قریش کے دونوں بتوں کو برآمد کرنے اور مصلوب کرنے کے موقع پر نہ جانے کتنے برگشتہ ہو جائیں گے۔ تفصیل کے لئے حدیث مفضل ملاحظہ ہو

(بحار الانوار جلد ۱۳ صـ ۳۰۶) خیر اسے بھی چھوڑیئے، مصنف صاحب! یہ
ارشاد فرمایئے کہ حدیث مذکور کے مطابق اگر آپ کے قائمؑ کا انکار کرنے
سے ہم بالفرض دین سے خارج ہوگئے تو کیا آپ لوگ پہلے آفتاب و ماہتاب
پرست تھے جو ان کے دین میں داخل ہو گئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ثبوت
دیجئے کہ کتنے آفتاب و ماہتاب کے پجاری باب صاحب کی زندگی میں انکے
دین میں داخل ہوئے ؟

(۴) ایماندار مصنف نے چوتھی روایت کے حوالہ میں صرف "کافی" لکھ
دیا ہے۔ ہم نے کافی وقت جستجو میں صرف کیا۔ مگر بد قسمتی سے "کافی" میں ہمیں یہ روایت
نہیں ملی۔ دیانت داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ کم از کم باب کا حوالہ دیدیا جاتا۔
بہرحال ہم روایت کے متعلق تو بے دیکھے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ صحیح ترجمے کیساتھ
پیش کی گئی ہے یا حسب عادت مستمرہ اس میں بھی قطع و برید کی گئی ہے۔
البتہ زوراء کے متعلق اسی بحار جلد ۱۱ مطبوعہ تبریز صـ ۲۲ و جلد ۴
صـ ۳۴۳ و جلد ۹ صـ ۱۷۵ نیز کشف الیقین علامہ مجلسیؒ باب اخبار مغیبات
امیر المومنینؑ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے بغداد مراد ہے اسی طرح "شہر رے"
کی تعیین آپنے قوسین میں طہران کے ساتھ کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ
یہ تعیین روایت میں نہیں ہے۔ بلکہ جہاں جہاں بھی روایتوں میں یہ لفظ
ملتا ہے "رے" کے ساتھ مطلق ہے اور رے قدیم زمانہ سے
ایک آباد شہر رہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالفتوح رازی امام فخر الدین رازی
وغیرہ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ الری د۔م النسبۃ رازی (قاموس)

یعنی رَے ایک مشہور شہر ہے اس کی طرف نسبت رازی کیساتھ دیتے ہیں۔ رہا طہران تو وہ خود اصفہان اور رے کا قریہ ہے جو قاموس میں طہر کے ذیل میں درج ہے۔ بہرنوع "ری" سے طہران کو مراد لینا محتاج ثبوت ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اہل رَے امام زمانہ سے باقاعدہ جنگ کریں گے۔ مگر نہ تنہا رَیّ والوں کیلئے یہ ہے بلکہ حضرتؑ سے ۱۳ شہر اور دوسرے گروہ کے لوگ جنگ کریں گے۔ (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۶)

لہٰذا اگر رَیّ سے طہران ہی کو مراد لیا جائے تو کیا آپ کے قائم سے اہل مکہ و مدینہ و بصرہ وغیرہ نے بھی جنگ کی ہے؟ کیونکہ حدیث میں ان شہروں کے نام بھی لئے گئے ہیں۔ اور اگر نہیں کی ہے تو مرزا غریبان ہو کر اپنی باطل کو شیوں پر نفرین کیجئے۔

(۵) پانچویں روایت میں آپ نے لوح فاطمہؑ کا وہ آخری حصہ نقل کیا ہے جسے علامہ مجلسیؒ نے "باب انتظار" میں یہ کہکر نقل کیا ہے

اقول وقد مضیٰ باسانید فی خبر اللوح ثم اکمل ذلک بابنہ الخ

(یعنی میں کہتا ہوں کہ سندوں کے ساتھ خبر لوح میں گذر چکا ہے کہ "پھر کامل کروں گا میں اس کو ان کے فرزند کے ساتھ) لائق مصنف کو ترجمہ کرنے سے پہلے خبر لوح کا دیکھ لینا ضروری تھا تاکہ ذلک کا اشارہ اور ابنہ کی ضمیر غائب کو اچھی طور پر سمجھ سکتے۔ مگر نہیں موصوف کو تو عیاری سے کام لے کر نہایت صفائی سے دنیا کو دھوکا دینا تھا۔ لہٰذا یہ ترجمہ کر دیا کہ میں نبوت محمدؐ کو کامل کر دوں گا اس کے اس بیٹے کے ذریعہ سے الخ۔

چونکہ خبر لوح کا ضروری حصہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں (یہ خبر بحار جلد ۹ باب النصوص میں موجود ہے۔) لہذا ضمیر کا مرجع سمجھنے کے لئے حرف ما قبل کا ایک فقرہ یہاں پر ہم پھر لکھے دیتے ہیں۔ وہو ہذا "اُخرج منہ الداعی الی سبیلی والخازن لعلمی الحسن ثم اکمل ذلک بابنہ" (یعنی میں اس (علی نقی ع) سے اپنی راہ کے داعی اور اپنے علم کے خزینہ دار حسن (عسکری) کو پیدا کروں گا۔ پھر کامل کروں گا اس (سلسلۂ ہدایت) کو اس (حسن عسکری) کے فرزند کے ساتھ۔ تا آخر" لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ کیوں اب تو شرم آئے گی کہ یہ ہم سے کیا غلطی ہو گئی۔ مگر یہ آپ کا قصور نہیں ہے آپ تو گراموفون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کے پہلے ابو الفضل ایرانی اس نغمۂ بے ربط سے مومنین کی سمع خراشی کر چکے ہیں۔ ہاں اردو داں کے لئے یہ ریکارڈ نیا ضرور ہو گا۔

اچھا اب ذرا مضمون حدیث ملاحظہ کیجئے ارشاد ہوتا ہے کہ "اس کے زمانہ میں یہ یہ .... مظالم ہوں گے"۔ کیوں جناب! کیا یہ زمانہ ہمارے قائم ع کا زمانہ نہیں ہے؟ یا اس کے پہلے ۲۶۰ھ سے نہیں رہا ہے یا آئندہ نہیں ہو گا؟ اور کیا امام عصر کے زمانہ میں ہم پر مظالم نہیں توڑے گئے۔ اور کیا آئندہ نہیں ہوں گے۔ ہم (زمانہ غیبت والے) تو ہر مصیبت کو جھیلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر ان کی راہ میں مارے گئے تو ان کی مرضی سے زندہ بھی کئے جائیں گے اور ان سے اور اپنے ظالمین سے اس دنیا میں خود بھی انتقام لیں گے

لہذا اس حدیث کے مضمون کو زبردستی آپ باب اور اصحاب باب پر کیوں منطبق کرنے کی ناروا کوشش کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ باب آنجہانی ہوئے اور بقول آپ کے ظہور حسینی کو بھی مدت گذر چکی لیکن شدید سختئی دنیا کا اضطراب اور مصائب اپنے حال پر باقی ہیں بلکہ کچھ زیادہ ہو گئے ہیں کیا ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد سے ہندوستان کی حالت آپ کے سامنے نہیں ہے؟ یا اس کے قبل ایران کے مصائب آپکے علم میں نہیں ہیں پھر کعبہ کس منہ سے ...... شرم تمکو مگر نہیں آتی۔

قولہ۔ یہ تھی وہ تصویر جو قائم آل محمدؐ کی سلطنت غلبہ واقتدار اور قتل کفار کے متعلق شیعہ کتب احادیث میں کھینچی گئی ہے اب آپ تاریخ کی ورق گردانی کیجئے اور ان احادیث کو واقعات کے مطابق کر لیجئے اور حکم امام کے بموجب اعلان کیجئے کہ خدا نے سچ فرمایا تھا ان احادیث کا مضمون حرف بحرف پورا ہو چکا ہے۔

صوبۂ تبریز ایران میں بابی شہداء کے سر تحفۃً بھیجے گئے۔ مازندران اصفہان یزد خراسان اور ایران کے دوسرے شہروں میں بابی شہیدوں کے جسم کے ٹکڑے کو آگ میں جلا دیا گیا۔ ایران کی زمین ان کے خون سے لالہ رنگ ہو گئی۔ اور ظاہر ہے کہ جن مظلوموں کے ساتھ یہ ظلم کیا گیا ہوگا ان کی عورتوں اور بچوں کے گریہ وبکا کی آواز کس قدر بلند ہو گی۔ ایران میں جس وقت علم حق بلند ہوا تو ایران میں مشرق سے مغرب تک لعنت بھیجی گئی۔ بلکہ حضرت باب کے مومنین کو حضرت باب پر لعنت کرنے کیلئے

مجبور کیا گیا اور ایرانی علماء اپنے غلط اعتقادات کے مطابق کتاب الہٰی کی آیات کی تاویلات کو سند بنا کر حضرت باب پر ظلم کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

سنہ ۱۲۷۰ھ کے مقام پر حدیث سنہ ۱۲۷۰ھ کے مطابق حضرت باب کے مومنین کو قتل کیا گیا۔ اور یہ قتل عام کس نے کیا؟ اولاد عجم نے۔ پیشین گوئیوں اور واقعات کا تطابق اب اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہیں۔

اقول۔ ہم پہلے غلبہ واقتدار کا مطلب بتا چکے اور یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ان روایات سے آپ کے باب کو کوئی لگاؤ نہیں ہے یہ احادیث بلا آپ کی "سعی غیر مشکور" کے واقعات کے مطابق ہو کر رہیں گی۔ اور حکم امام کے مطابق انشاء اللہ ہم ایک دن صحیح معنی میں اعلان کریں گے کہ ان احادیث کا مضمون حرف بحرف پورا ہوا۔ مگر ہمارا بیان سننے کے بعد ہر منصف مزاج کہے گا کہ باب اور اصحاب باب کے لئے ان احادیث کے مضمون کا ایک حرف بھی پورا نہیں ہوا۔ صوبہ تبریز وغیرہ میں مرتد شیعہ حسب قواعد شرعیہ قتل کئے گئے۔ اگر آج شریعت کا ہاتھ کشادہ ہوتا تو آپ کا بھی یہی حشر ہوتا۔ رہ گیا ان کے بچوں اور عورتوں کی آہ و بکا تو اس میں ہمیں ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اگرچہ اس کشت و خون کا باعث حقیقی ایک "خشک دماغ مدعی مہدویت" تھا جس کے حالات ہم آئندہ لکھیں گے۔ اور آپ کی جماعت نے بھی تو اصحاب فلاں

و فلاں بنکر اثنا عشریوں کو بلکہ ان کے مشہور علماء تک کو قتل کر دیا۔ کیا ان کے بچے اور عورتیں نہ تھیں۔ اور کیا انھوں نے آہ و فریاد نہیں کی؟

اب رہا ایران میں "علم حق بلند ہونا" تو یہ محض افسانہ ہے ورنہ بتایئے کہ وہ علم کس چیز کا تھا؟ اور کس رنگ کا تھا؟ اگر یہ کہئے کہ خود دعوائے مہدویت کی تعبیر "علم حق" سے کی گئی ہے تو یہی ایک چیز آپ کے مہدی کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہے اس لئے کہ متعدد روایتیں بتاتی ہیں کہ علم رسولؐ بلکہ جملہ تبرکات رسولؐ سے حامل قائمؑ ہوں گے (ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۱ و صفحہ ۱۸۴ و صفحہ ۱۶۴ و صفحہ ۱۶۵ و صفحہ ۱۹۶ و صفحہ ۲۰۰ و صفحہ ۲۰۳) میں صرف پہلی روایت (صفحہ ۱۸۱) کا خلاصہ تحریر کئے دیتا ہوں۔ "صاحب الامرعؑ میراث رسولؐ کے ساتھ مکہ میں ظاہر ہوں گے۔ میں نے پوچھا میراث رسولؐ کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہؐ کی تلوار، زرہ، عمامہ، ردا، عصا اور علم الخ دوسری روایت میں عمامہ کا نام بھی "صحابہ" تحریر ہے۔ اب بتایئے کہ آپ کے باب نے یہ چیزیں پیش کی تھیں؟ آخر کچھ تو خوف خدا کیجئے!

صرف ایران میں مشرق سے مغرب تک لعنت بھیجنے سے اہل مشرق و مغرب کی لعنت کی پیشین گوئی کی تطبیق آپ کا مخصوص حصہ ہے۔ ماشاء اللہ مصداق مہدی میں تو اتنی وسعت کہ باب بھی داخل ہو گئے اور اہل مشرق و مغرب کے دائرہ میں اتنی تنگی کہ ایران کے مشرق و مغرب میں محدود ہو کر رہ گیا

اگر یہ اصحاب باب کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے!

جناب والا! ایرانی علماء کے نہ اعتقاد غلط تھے اور نہ کتاب الٰہی کی آیات کی کبھی انھوں نے غلط تاویل کی۔ وہ تو آیات کی تفسیر میں اہلبیت کی روایات کے سختی سے پابند رہے۔ البتہ بہائی صاحبان اس بارے میں بڑے جسور واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ کتاب "تربیت عالم" کی بے سرو پا تاویلیں خود اس کی شاہد ہیں۔ باب کیا، قبل ظہور قائمؑ ہر مدعی مہدویت پر ظلم نہیں بلکہ حد شرعی جاری کرنے کے لئے (البشر طہا و شروطہا) ہمارے علماء اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اس طرح وہ اپنے ائمہؑ کی اس پیشنگوئی کو پوری کرتے رہیں گے کہ "قبل ظہور قائمؑ جو بھی اس کا مدعی ہوگا اس کی مثال اس چڑے کے بچے کی ہوگی جو اپنے پر پرزے نکالنے سے پہلے گر پڑا ہو اور بچے اسے پکڑ کر کھیل ڈالیں۔ ملاحظہ ہو باب ظہور دلائل خروج بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۱ وغیرہ۔ کتنی بلیغ تمثیل ہے۔ کاش بہائی حضرات ان چیزوں پر غور کرتے۔ رہی حدیث زوراء تو اس سے اصحاب باب کے قتل کی تطبیق بالکل بے جوڑ ہے۔ جیسا کہ اس امر کو میں پہلے ہی اچھی طرح بیان کر چکا ہوں۔ لو کان لھم اذان یسمعون بھا و قلوب یفقھون بھا۔

قولہ۔ مقصد ظہور۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کی پیشین گوئی آج سے بیوہ سو سال پہلے اس طرح فرمائی تھی

قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم ومن تحت

او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض انظر کیف نصرف الآیات لعلھم یفقھون :۔ اے رسولؐ کہہ دو کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل کرے یہ عذاب خواہ تمہارے اوپر سے نازل ہو یا نیچے سے وہ اس پر قادر ہے کہ تمہیں فرقہ فرقہ بنا دے اور تمہیں باہمی جنگ کا مزہ چکھائے۔ دیکھو ہم اپنی آیات کس طرح وضاحت سے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ سمجھیں۔

اقول۔ بیشک قرآن مجید نے اس آیت میں امت مسلمہ کی تباہی کی امکانی تصویر کشی کی ہے اگرچہ آپ نے یلبسکم شیعاً کا ترجمہ غلط کیا ہے تاہم یہ تمہید آپکے لئے کسی طرح مفید نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہو جائے گا۔

قولہ۔ شروع میں مسلمان ایک ہی قوم تھے۔ بدقسمتی سے وہ سیاسی مذہبی اور علمی اختلافات کے باعث آہستہ آہستہ اپنی وحدت قومی کو کھو بیٹھے اور فرقہ فرقہ بن گئے۔ وہ قوم جس پر دونوں جہانوں کی نعمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا تھا۔ ایک عذاب یافتہ قوم کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ باہمی خانہ جنگی کے باعث وہ علوم دینیہ سے بھی بے بہرہ ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ وہ وقت آگیا جس کی پیشین گوئی جناب رسالتمآبؐ نے حسب ذیل الفاظ میں فرمائی تھی۔ سیاتی زمان علی امتی لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ ۔ قریب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا جبکہ اسلام کا حرف نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کے حرف الفاظ اس زمانے کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلق ہونگے۔ انھیں سے فتنہ پیدا ہوگا

اور ان ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔

اقول۔ لہذا این ہم بر سر علم" کے مطابق مسلمانوں کی بدقسمتی میں ایک نہیں بلکہ تین عدد (بابی۔ ازلی، بہائی) کا اضافہ کر کے آپ لوگوں نے انھیں اور تین تیرہ بنا دیا۔ سچ ہے جیسے مردہ پر سو من مٹی ویسے ایک من اور سہی۔ لیکن شاید آپ اپنی فرقہ بندی کی تائید میں ستفترق امتی علی ثلثۃ و سبعین فرقۃ کی حدیث پیش کر دیں تو میں چپ ہو جاؤں گا۔ البتہ حدیث کا تتمہ پڑھ دوں گا کلھا فی النار الا واحدۃ ناجی کون ہے؟ اس کا فیصلہ احادیث ائمہ ؑ کی روشنی میں خود کر لیجئے ہم کریں گے تو شکایت ہو گی" (بہ تصرف)

بیشک علوم دینیہ سے بے بہرہ ہونے ہی کا نتیجہ تھا جو باب و بہا و ازل پیدا ہو گئے۔ باقی رہا آپ کا یہ دعوی کہ پیغمبر ؐ کی پیشین گوئی سیاتی زمان الخ پوری ہو گئی تو یہ ابھی قبل از وقت ہے (ہاں آثار پیدا ہو چلے ہیں) اس لئے کہ ابھی تو بہت کچھ اسلامی جذبہ باقی ہے ابھی علماء بھی عام طور سے بے دینی کی طرف نہیں مائل ہوئے ہیں بہر حال آپ کے باب کے عہد سے بھی بدتر زمانہ چلا آ رہا ہے لہذا اگر باب صاحب کو قائم اور بہاء صاحب کو رسول ؐ فرض بھی کر لیا جائے تو بھی ہمیں سو برس گزرنے کے بعد بھی عالم میں کچھ اصلاح نظر نہیں آتی بلکہ تمام بیان کردہ علامتیں واضح تر ہوتی جا رہی ہیں اور یہ بجائے خود ایک مستقل ثبوت ہے کہ باب و بہا کے دعوے محض غلط اور مبنی بر افترا تھے وہ تو اتنی

اصلاح نہ کرسکے حتیٰ کہ ہندوستان کے سیاسی رہنما کی حالانکہ قائمؑ سے باتفاقِ امت مسلمہ بہت کچھ اپنی قوم کی امیدیں وابستہ ہیں۔

قولہ۔ مسلمانوں کے تفرق وانتشار سیاسی و مذہبی اضمحلال اور شریعت اسلامیہ کے برائے نام رہ جانے حتیٰ کہ علماء اسلام کا بدترین علماء کی شکل میں تبدیل ہو جانے کے بعد قائم آل محمدؐ کا ظہور مقدر کیا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کے قومی امراض کو دور کرکے دوبارہ دین الٰہی کا اجرا کریں گے چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں جو بحار الانوار میں درج ہے فرماتے ہیں :۔کہ

"جب مدت ختم ہو جائے گی اور وعدہ الٰہی کے ایفاء کا وقت آئے گا تو تمہارا ستارہ بلاد شرقیہ سے طلوع فرمائے گا اور تمہارا چاند مانند بدر ضو افگن ہوگا اور خوب سمجھ لو کہ اگر تم اس مشرق سے طلوع ہونے والے ستارہ کی اطاعت کروگے تو وہ رسول خداؐ کی طرح رہنمائی کرے گا اور تم بہرے گونگے نہ ہوگے"

اس پیشین گوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ قائم آل محمدؐ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ حضرت باب نے ایران سے ظہور فرمایا جو عرب کے مشرق میں ہے۔ اس پیشین گوئی میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ اگر تم اطاعت کروگے تو وہ رسول اللہ کے مانند تمہاری رہنمائی کرے گا اس کا کیا مطلب ہے؟

اقول۔ بیشک یہ بھی ظہور قائمؑ کی علامتیں ہیں اور ماسوا ان کے دوسری علامتیں بھی ہیں بلکہ ظہور کے لئے ان دوسری علامتوں کو امتیاز

خصوصی حاصل ہے بلکہ ان کو خود صادقین نے علامِ حتمیہ میں قرار دیا ہے (بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۸) منجملہ ان کے خروج سفیانی اور ندائے آسمانی کے متعلق صفحہ مذکور سے صفحہ ۱۸۰ تک بہت سی روایتیں ایسی تحریر ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ منادی قائم کا نام مع ولدیت کے ایک ظہور کی اطلاع دے گا یہ ایک علٰحدہ مستقل ثبوت اس امر کا ہے کہ قائم آل محمد حجۃ ابن الحسنؑ ہیں۔ نہ کہ علی محمد پسر رضا شیرازی۔ اور اگر وہی تھے تو اس آسمانی منادی کی آواز تو تمام بھیج چکی ہو گی۔ سچ بتایئے خود مرکز ظہور میں کتنے لوگوں نے یہ آواز سنی؟ رہا جناب امیرؑ کا یہ خطبہ تو مصنف کی لاپروائی کی وجہ سے ہم باوجود کوشش کے اسے نہیں نکال سکے اس لئے کہ بحار الانوار میں درج ہے" ہمکہ نکل جاتا تو ہر ایک کے لئے آسان ہے مہربانی فرما کر جلد و صفحہ کا حوالہ دیجئے تاکہ عین الفاظ کو ہم دیکھ کر آپ کی فہم و فراست کی داد دے سکیں۔

قولہ۔ حضرت امیرؑ کے ان الفاظ کا اصلی مطلب حضرات ائمہؑ طاہرین کے ارشادات اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

(۱) حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علم کے کل ۲۷ حروف ہیں جو کچھ تمام پیغمبر اب تک لاچکے ہیں وہ صرف دو حرف ہیں اور دنیا اب تک ان دو حرفوں کے علاوہ اور کچھ علم نہیں رکھتی لیکن جس وقت قائمؑ آل محمد ظاہر ہو گا تو وہ ان دو حرفوں کے علاوہ باقی ۲۵ حروف بھی اپنے ساتھ لائے گا تاکہ علم کے کل ۲۷ حروف

دنیا کو سکھائے (بحار الانوار ص۳۲۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ قائم آل محمد کا مرتبہ نہ صرف تمام انبیاء و مرسلین بلکہ خود اپنی ذات گرامی سے بھی زیادہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء مع ان کے کل علم کے دو حرف لائے ہیں لیکن قائمؑ ۲۷ حروف لیکر آئے گا ظاہر ہے کہ قائم آل محمد کا علم تمام انبیاء و مرسلین ماقبل سے زیادہ ہوگا پس قائم آل محمدؐ جس کے علم کا یہ عالم ہوگا کہ وہ تمام انبیاء و مرسلین سے زیادہ علم کا مالک ہوگا۔ وہ کس طرح اپنے سے پہلے کی شریعتوں کا متبع ہو سکتا ہے۔ جو اس کے علم کے ہزارویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہیں لہذا یہ حدیث ہمیں قائم آل محمد کے صاحب شریعت جدید ہونے کا علم دیتی ہے۔

اقول۔ حضرت امیرؑ کے الفاظ تو ہمارے سامنے نہیں ہیں لیکن اسکی توضیح کے لئے جو حدیث آپنے لکھی ہے وہ ضرور پیش نظر ہے لیکن اس سے وہ مطلب نہیں نکلتا جسے آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ حدیث صاف صاف کہتی ہے کہ ابتک انبیاء و رسل نے (حسب مشیت باری) دنیا کو صرف دو حرف کی تعلیم دی لیکن "اذا قام قائمنا اخراج الخمسة والعشرين حرفا فبثها فی الناس جب قائمؑ قیام فرمائیں گے تو (باقی) ۲۵ حروف کو بھی ظاہر کر دیں گے اور ان کو لوگوں کے درمیان نشر کریں گے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقام تبلیغ سے یہ مسئلہ مربوط ہے نہ کہ خود انبیاء و رسل کے علم و عدم علم سے۔ درآنحالیکہ

اسمائے اعظم سے واقفیت کے سلسلہ میں یہ حدیث مشہور ہے کہ کل ۷۳ اسم ہیں جن میں ۷۲ کی تعلیم قدرت نے محمد مصطفیٰؐ اور انکے ادعیا کو کردی ہے الخ لہٰذا ہم اسے ہرگز نہیں مان سکتے کہ ہمارے پیغمبرؐ بھی ان ۲۵ حرفوں سے ناواقف تھے۔ ہاں یہ ضرور مانتے ہیں کہ ان کی عمومی اظہار کی اجازت نہ تھی اس لئے کہ اکثر نااہلوں تک وہ علوم پہنچ جاتے مگر قائمؑ کے ظہور کے بعد باطل مٹ جائے گا اور صرف حق رہ جائےگا لہٰذا اصلاحیتوں کے مکمل ہو جانے کے بعد مبدءؑ فیض کا فیضان بذریعہ قائمؑ عام ہو جائے گا"

البتہ تمام انبیاء و مرسلین سے ہمارے ائمہ کی فضیلت مسلم ہے مگر کسی ایک معمولی روایت سے بھی خود پیغمبرؐ اسلام پر ان کی برتری نہیں ثابت ہے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب تشیع سے خارج ہے۔ اے جناب! قائمؑ کو رسول کہنا یا پیغمبرؐ اسلام سے برتر یا مساوی کہنا تو درکنار، باوجود معنیً امیر المومنین ہونے کے لفظاً ان کو امیر المومنین کا لقب دینا نادرست ہے کیونکہ یہ الفاظ توقیفی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام محمدؑ باقرؑ سے سوال ہوتا ہے کہ قائمؑ پر امیر المومنین کہکر ہم سلام کر سکتے ہیں؟ فرمایا کہ نہیں یہ وہ نام ہے کہ خدا نے امیر المومنین (علیؑ) کا رکھا ہے قبل و بعد میں جو کوئی یہ نام رکھیگا قرار دے وہ کافر ہوگا۔ پھر السلام علیک یا بقیۃ اللہ کہکر سلام کرنے کی تعلیم دی ہے (بحار ج ۱۳ ص ۱۹۹)

بہرحال پیغمبرؐ اسلام پر قائمؑ کو فضیلت دینے کی سعی کرنا مذہب تشیع سے بازی گری کرنا ہے"۔ لطف یہ کہ اس پر آپ یہ نتیجہ مرتب کرنا چاہتے ہیں

کہ جو ایسا عالم ہو۔ وہ کس طرح پہلے کی شریعتوں کا متبع ہو سکتا ہے۔ ہاں اور شریعتوں کا متبع تو نہیں ہو سکتا۔ مگر شریعت محمدی کا اسے متبع رہنا ہوگا اور نہ وہ ہمارے خدا کا مقرر کردہ قائم نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کا خودساختہ قائم ہوگا۔ اس حدیث سے قائم آل محمد کے صاحب شریعت جدید ہونے کا ہرگز ثبوت نہیں ملتا ہے۔ جیسا کہ الفاظ حدیث سے خود ظاہر ہے۔

کیوں جناب! آپکے خیال میں تو قائم آچکے اور اس حدیث کے مطابق باقی ۲۵ حرف بھی آپ لوگوں کو بتا کر آنجہانی ہو چکے۔ پھر کیا بات ہے کہ ہم دو حرف کے جاننے والے بحار کی روایتوں کے ترجمہ میں آپ (۲۷ حرفوں کے جاننے والے) کی واضح غلطیاں پیش کر رہے ہیں۔ کَبُرَت کلمۃ تخرج من افواہہم۔

قولہ۔ ہمارے اس خیال کی تائید میں مزید احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۲) حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ قائم آل محمد نئی شریعت اور نئے احکام کے ساتھ ظہور فرمائیں گے۔ جس طرح کہ رسول اللہؐ نے ابتدائے اسلام میں لوگوں کو نئی شریعت کی دعوت دی تھی۔ (بحار حصہ ۲۳)

(۳) امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جس وقت قائمؑ ظاہر ہوگا تو وہ احکام قبل کو منسوخ کر دے گا۔ جس طرح کہ رسول اللہؐ نے احکام سابقہ کو منسوخ فرمایا تھا اور اسلام جدید پھیلایا تھا۔ (بحار الانوار حصہ ۳)

(۴) اگر لوگ یہ جان لیتے کہ قائمؑ ظہور فرمانے کے بعد کیا کرے گا تو لوگ تمنا کرتے کہ کاش ہم اس کو نہ دیکھیں کیونکہ وہ شریعت جدید کتاب جدید

اور حکم جدید کے ساتھ ظاہر ہوگا اور یہ بات لوگوں کو گراں گزرے گی (مجمع النورین)

(۵) خاندان بنی ہاشم سے ایک بچہ کا ظہور ہوگا جو صاحب کتاب جدید ہوگا۔ جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دے گا۔ لیکن اسکی دعوت کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ اس کے دشمن زیادہ تر علما ہونگے۔ جب وہ کوئی حکم دے گا تو وہ اس کی اطاعت نہ کریں گے اور کہیں گے کہ یہ حکم ہمارے ائمہ دین کی احادیث کے خلاف ہے (اربعین و عوالم)

(۶) قائم آل محمدؐ شریعت جدید اور کتاب جدید کے ساتھ قیام کریگا۔ (جوامع الکلم)

(۷) قائمؑ خدا کے حکم سے احکام قبل کو محو قرار دے گا (کافی)

حضرت قائم آل محمدؐ کے صاحب شریعت ہونے کے متعلق بکثرت احادیث موجود ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں ان تمام احادیث کے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔ جو حضرات مزید واقفیت احادیث حاصل کرنا چاہیں وہ شیعہ کتب احادیث کی سیر کریں۔

اقول۔ یہاں پر قائم آل محمدؐ کے صاحب شریعت ہونے پر آپنے ۶ تائیدی روایتیں پیش کی ہیں مگر الحمد للہ کہ ان میں سے کوئی روایت اس بیجا دعوی کی تائید نہیں کرتی ہے۔ چنانچہ روایت نمبر ۲ اولاً تو حوالہ کے مطابق بحار میں موجود نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس تبریزی نسخہ نہیں ہے لیکن حدیث نمبر ۱ کا جو حوالہ تحریر ہے اس کو ہم نے اپنے نسخہ میں

ڈھونڈھ لیا مگر حدیث نمبر ۲ کو احتیاطاً قبل و بعد کے دس صفحات میں بھی ہم نہیں پیدا کر سکے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حدیث بحار میں حوالہ کے مطابق نہیں موجود ہے۔ ہاں یہ حدیث کشف الغمہ میں ہمکو مل گئی لیکن اس میں کہیں پر شریعت کی لفظ نہیں ہے۔ بلکہ وہی کتاب جدید وامر جدید کے الفاظ ہیں کشف الغمہ صفحہ ۳۳۲ چنانچہ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ مسلمان اسلام حقیقی سے اس قدر بے گانہ ہو چکے ہوں گے کہ اسلام حقیقی کی طرف دعوت امر جدید معلوم ہو گی۔ (جیسے ایام جاہلیت میں لوگ ملت ابراہیمیہ سے بہت زیادہ دور ہو گئے تھے۔

اسی طرح روایت نمبر ۳ میں یہدم ما قبلہ (پہلے کی چیزوں کو منہدم کر دے گا) اور یستانف الاسلام جدیدا (اسلام کو از سر نو پھیلائے گا) کا مطلب وہ نہیں ہے جو لائق مصنف سمجھے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی جو مسخ شدہ صورت ہو گی اسے اصلی صورت پر لائے گا۔ بلکہ مطابق حدیث سیاتی زمان علی امتی الخ کے مٹتے ہوئے اسلام کا پھر سے احیا کرے گا چنانچہ اسی روایت میں اس کا قرینہ خود وجہ تشبیہ (امر الجاہلیۃ) مذکور ہے۔ یعنی جاہلانہ باتیں جو اسلام میں داخل کر لی گئی ہیں ان کو مٹا دیں گے۔ نہ یہ کہ نماز واجب کو گھٹا بڑھا دیں گے۔ جیسا کہ آپکے قائم نے کیا ہے جس کا بیان آگے آئیگا۔ کاش کہ لائق مصنف نے اس روایت کے قبل و بعد کی روایتوں پر بھی نظر کر لی ہوتی۔ تو حقیقت تک پہونچنے میں اس کو مغالطہ نہ ہوتا۔ حدیث نمبر ۴ کے حوالہ میں مجمع النورین کو پیش کیا گیا ہے جو اتفاق سے

میرے پیش نظر نہیں ہے لیکن بحار میں ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس میں شریعت جدید کا لفظ موجود ہو۔ رہ گئی کتاب جدید تو اس سے قرآن کی طرح منزل من اللہ کتاب نہیں مراد ہے۔ بلکہ ایک خاص عہد نامہ کی طرف اشارہ ہے جس کو خود پیغمبرؐ اسلام اور علیؑ ابن ابیطالب قائمؑ کے حوالہ کریں گے۔ ملاحظہ ہو بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۳ فیہ فعان (محمدؐ و علیؑ) الیہ کتابا جدیدا وھو علی العرب شدید بخاتم رطب الخ" دونوں بزرگوار قائمؑ کو ایک نئی تحریر دیں گے جو عرب پر گراں ہوگی۔ اس پر تازہ مہر ہوگی۔ اسی طرح عہد نامہ کی تعبیر میری ذاتی تعبیر نہیں ہے بلکہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے حتی یستخرج من قبائہ کتابا مختوما بخاتم ذھب عھد معھود من رسول اللہؐ الخ (بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۸)

روایت نمبر ۵ اربعین وعوالم کے حوالہ سے پیش کی گئی ہے چونکہ یہ کتابیں بغیر حوالہ صفحہ ہیں اس لئے دیانتدار مصنف کے ترجمہ پر ہم کوئی نقد و تبصرہ نہیں کر سکتے ہیں۔ مگر آزمودہ را آزمودن جہل است کی بنا پر ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان حدیثوں کے ترجمہ کو صحیح طریقہ پر نہیں پیش کیا گیا ہے اولاً تو بحار کو ترک کر کے اس قسم کی کتابوں کی آڑ لینا خود کمزوری کی دلیل ہے۔ دوسرے صفحہ وغیرہ کا حوالہ نہ دینا مزید بدگمانی کا باعث ہے یہی حال حدیث نمبر ۶ و ۷ کا بھی ہے بہر نوع ان تمام احادیث کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ ان میں شریعت کا لفظ صراحۃً موجود نہیں ہوگا۔ اور کیونکر موجود ہو سکتا ہے جبکہ سابق

میں ہم اسی بحار سے بکثرت احادیث کا حوالہ دے چکے ہیں کہ قائمؑ کتاب وسنت رسولؐ اللہ پر عمل کریں گے اور ان کو رسول کیا، امیر المومنین کہنا بھی ناجائز ہے لیکن انصاف پسند ناظرین کے لئے صرف ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ وحی کا نام سنکر سائل تعجب سے امام محمد باقرؑ سے پوچھتا ہے کہ یوحی الیہ یا اباجعفر قال یا اباجارود الله لیس وحی نبوة ولکنہ یوحی الیہ کوحیہ الی مریم بنت عمران والی ام موسیٰ الخ (کیا قائمؑ کی طرف وحی ہوگی؟ فرمایا کہ نبوت والی وحی نہیں ہوگی ویسی وحی ہوگی جیسی حضرت مریم اور مادر جناب موسیٰ کی طرف ہوئی تھی) اب اس کے بعد تو قائمؑ کے رسولؐ یا صاحب شریعت ہونے کا وہم بھی کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اِلَّا مَنْ كَانَ خَارِجًا عَنِ الْاِسْلَام (مگر اسے جو اسلام سے کنارہ کش ہو چکا ہو)

ہم لائق مولف کو چیلنج کرتے ہیں کہ صحیح حوالوں سے بالخصوص صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا ثبوت قائمؑ کے لئے پیش کریں ورنہ جھوٹ سچ کتابوں کا نام لینا یا حدیثوں کا بالکل غلط ترجمہ پیش کر دینا نظر باخبریں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ ہم نے کتب شیعہ کی کافی سیر کی ہے مگر بکثرت کیا ایک حدیث بھی قائم آل محمدؐ کے صاحب شریعت جدیدہ ہونے پر ہمکو نہیں ملی بلکہ ان گنت روایتیں اس بات کی ملی ہیں کہ وہ کتاب وسنت رسولؐ پر صحیح معنی میں لوگوں کو چلائیں گے۔ جیساکہ متعدد روایتوں کا حوالہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اور چند روایتیں پھر یہاں پر مزید تحریر کئے دیتے

ہیں۔ حضرت جابر جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ قائمؑ قیام فرمائیں گے تو ان لوگوں کے لئے خیمے نصب فرمائے جائیں گے جو لوگوں کو مطابق تنزیل قرآن کی تعلیم دیں گے۔ یہ چیز حفاظ پر نہایت شاق گزرے گی۔ بحار جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۱۔ ایک اور روایت ملاحظہ ہو قال، القائم من ولدی اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی وشمائلہ شمائلی وسنتہ سنتی یقیم الناس علی ملتی وشریعتی ویدعوھم الیٰ کتاب اللہ عزوجل من اطاعہ اطاعنی الخ (اسرار العقائد صفحہ ۴۳)

یعنی قائمؑ میری نسل سے ہوگا وہ میرا ہمنام اور ہم کنیت ہوگا اس کے شمائل میرے شمائل اور اس کی سنت میری سنت ہوگی وہ لوگوں کو میری ملت اور شریعت پر قائم کرے گا۔ اور لوگوں کو کتاب باری کی طرف دعوت دے گا۔ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی

قولہ - ظہور ہو چکا یہاں ان احادیث کے ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے کہ ان احادیث کے مضمون کے مطابق ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ حضرت علی محمد باب نے قائم آل محمد کے دعوے کے ساتھ صاحب شریعت جدید ہونے کا اعلان بھی فرمایا۔ آپ پر بے شمار کلام نازل ہوا۔ جس میں سے آپ کی ایک الہامی کتاب البیان ہے جس میں خدا کی وہ شریعت موجود ہے جس کا لوگوں پر گراں گزرنا موعود تھا۔

وہ علماء جن کا یہودی مسیحی اور تمام دیگر مذاہب کے علماء کی طرح یہ متفقہ عقیدہ تھا کہ ہماری شریعت ابدی ہے جو کبھی منسوخ نہ ہوگی

انھوں نے جب یہ سُنا کہ سید علی محمد باب نے نہ صرف قائمؑ ہونے کا دعوی کیا ہے بلکہ ہماری شریعت کو بھی منسوخ کر دیا۔ اور اپنے مریدوں کو جو پہلے ہمارے ہی مخلص مرید تھے اپنی نئی شریعت پر چلا رہا ہے تو ان کے غیض و غضب کی کوئی حد نہ رہی وہ پہلے سے حضرت باب اور ان کی جماعت کے استیصال کی فکر میں تھے۔ اب ان کے ہاتھ میں ایک نیا حربہ آگیا۔ جو سادہ لوح عوام کو مشتعل کردینے کے لئے کافی تھا۔ انھوں نے یہ کہہ کر عوام کو مشتعل کیا کہ یہ شخص شریعت اسلام کا دشمن ہے۔ رسول اللہ کی شریعت کو مٹانا چاہتا ہے۔ (حالانکہ علمائے شریعت خود مٹائے بیٹھے تھے) اگر تم نے اس شخص کی بات پر عمل کیا تو تم تباہ ہو جاؤ گے تم جنت سے محروم ہو جاؤ گے۔ واشریعتاہ وادیناہ وامصیبتاہ

اقول۔ ناواقف عوام کو "ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں" کا فقرہ دے کر شاید آپ فریب دیدیں لیکن تاریخ داں جانتے ہیں کہ اہل تاریخ نے باب کا ذکر کس انداز سے کیا ہے۔ شیعہ تاریخ کو شاید آپ غیر معتبر سمجھیں لہذا ایک انگریز مسٹر براؤن کا بیان پڑھیں اور اس میں اپنے حضرت باب کے توبہ نامہ کی عکسی تحریر بھی ملاحظہ کریں۔ رہا ان کا صاحب شریعت ہونے کا دعوی تو اس کی تردید وہ خود ہی اپنی تفسیر سورہ کوثر میں کر چکے ہیں۔ (ان چیزوں کو تتمۂ کتاب میں پیش کروں گا) اب رہی ان کی الہامی کتاب "البیان" تو اس پر ہم تفصیلی تبصرہ پھر کسی فرصت کے وقت میں کریں گے۔ اس وقت صرف آپکے باب کی "شریعت جدیدہ" کے چند احکام

کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (۱) نماز جماعت حرام ہے (۲) پنجگانہ سترہ رکعت کے بجائے ۱۹ رکعت ہے مگر متعارف ارکان بھی بدلے ہوئے ہیں (۳) روزہ ماہ مبارک رمضان حرام ہے اس کے عوض میں، قبل از برج حمل ۱۹ روزے رکھے جائیں۔ بحوالہ اسرار العقائد ص ۸۳ (۴) غسل جنابت کوئی چیز نہیں ہے۔ (۵) ماں کے علاوہ پھوپھی خالہ اور حقیقی بہنیں سب جائز ہیں۔ وغیر ذلک من الهفوات (فلسفہ نیکو جلد چہارم) ظاہر ہے کہ ہمارے یہاں قائم آل محمدؐ کی طرف سے اس قسم کے احکام پیش کرنے پر کوئی خبر ضعیف بھی نہیں دلالت کرتی ہے۔ بلکہ روایات متواترۃ المعنی سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ اسی شریعت محمدیہؐ کا احیاء کریں گے جسے باب و بہاء کی طرح کے لوگ بازیچۂ اطفال بنا رہے ہیں۔ بہر حال ایسے زنادقہ کے مقابلہ پر علمائے شریعت مصطفویہ کا اٹھ کھڑا ہونا ہی ان کی تکلیف شرعی تھی۔ اب یہ آپ کے قائمؑ کا فریضہ تھا کہ انکی تسکین کر کے راہ راست پر لاتے۔ اور اگر اس کے بعد بھی وہ نہ مانتے تو ان سب کو قتل کر دیتے جس طرح کہ ہمارے قائم کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اگر علماء اسلام کا حدیث صحیح کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ حلال محمدؐ حلال الی یوم القیامۃ و حرام محمدؐ حرام الی یوم القیامہ تو اسے یہود و نصاریٰ کی تمثیل سے کیا واسطہ۔ وہاں تو ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ رسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ۔ اور یہاں تو مسلمانوں کی کتاب میں کسی آنے والے رسول کی پیشین گوئی نہیں کی گئی ہے۔ انھیں کے دین کے

غلبہ کا بو اسطہ قائمؑ تذکرہ موجود ہے۔ لہذا حضرت قائمؑ کے پہلے کسی جھوٹے قائم کو شریعت محمدیہ کے منسوخ کرنے کا کیا حق ہے اور اگر باب صاحب سچے قائم تھے تو باوجود اس کے کہ ان کے اعلان قائمیت کو سو برس سے زیادہ ہو گئے اب تک کیوں اسلام کو غلبۂ عام نہیں حاصل ہوا خیر اسے جانے دیجئے کم سے کم ان کو سچا ماننے والوں کی تعداد ہی میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہوتا؟ لیکن باطل کو کبھی مستقل فروغ ہوا ہے جو ان کو ہوتا؟ باطل تو دنیا میں صرف اس لئے نمایاں ہوتا ہے کہ کچھ فتنہ و فساد برپا کر دے کچھ ابتدائی منزلوں کو سخت بنا دے اور خود مضمحل ہو جائے۔ رہ گیا اثنا عشریہ کا غرہ تو اسے تو ہم صدر اول سے لگاتے آئے ہیں پہلے خارجی عناصر کی تعدیاں تھیں۔ اب داخلی عناصر بھی ملت حقہ کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور ہم اس سے متوحش نہیں ہیں۔ بلکہ اسے آخر زمان کی "محکم علامت" سمجھ رہے ہیں۔ آخر اس قدر اثنا عشریوں کی تعداد کیونکر کم ہو گی اور گمراہی کس طرح عام ہو گی؟ بلکہ ہم تو آپ کے باب سے زیادہ آپ کو کامیابی کی امید دلاتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ انما نملی لھم لیزدادوا اثما

قولہ۔ دوسری طرف انھوں نے حکومت ایران سے مطالبہ کیا کہ اگر حضرت باب اور ان کے ساتھیوں کو زیادہ موقع دیا گیا تو اسلام تباہ ہو جائیگا حالانکہ پہلے ہی سے تباہ تھا۔ اس لیئے ان کو جلد از جلد گرفتار کر کے قتل کرا دیا جائے۔ علماء کے اس شور و شغب سے ایک طرف عوام بھڑکے دوسری طرف حکومت مجبور ہوئی۔ بس پھر کیا تھا قتل کا بازار گرم ہو گیا۔

حضرت بابؑ کے مومنین کا خون مباح قرار دیا گیا۔ علماء کے رسوائے عالم فتووں نے ان ہزاروں فرزندان فاطمہؑ کو تلواروں کے گھاٹ اتار دیا جن کا عقیدہ تھا کہ از آدم تا حضرت خاتمؐ تمام انبیاء و مرسلین خدا کے سچے فرستادہ تھے اور حضرت علیؑ سے لے کر تا امام حسن عسکریؑ تمام ائمہ حضرت رسولؐ کے برحق جانشین تھے۔ اور قرآن خدا کا نازل کردہ کتاب ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان کو قتل کیا بلکہ ان کی عورتوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ان کے معصوم بچوں کے سر کاٹ لئے گئے ان کے گھروں کو تاراج کر دیا گیا۔ جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جان نثاران سید الشہداؑ کیف سے یہ مظالم کیوں کئے گئے صرف اس لئے کہ یہ مظلوم گروہ اس کلام پر بھی ایمان رکھتا تھا۔ جو قائم آل محمد حضرت بابؑ پر نازل کیا گیا تھا۔ اور وہ ان احادیث کے مطابق ایمان لائے جن کو ابھی آپ نے قائم آل محمد کے صاحب شریعت جدید ہونے کے متعلق پڑھا ہے۔

اقول :۔ اگر حکومت سے مطالبہ کیا تو بالکل حق بجانب تھا۔ اگر اسلام پہلے ہی سے تباہ تھا تو کیا اور تباہ ہونے دیا جاتا۔ بہرحال گروہ علماء کا یہ فرض منصبی تھا کہ بقدر طاقت وہ اسلام کو تباہی سے بچائے۔ اب یہ آپکے قائم کا فریضہ تھا کہ وہ اپنی حقانیت کا ثبوت پیش کرتے۔ چنانچہ علماء نے پہلے ان کو کافی موقع دیا اور بحث و مباحثہ بھی کیا۔ مگر موصوف طفل مکتب کی طرح ہر سوال پر لاجواب ہو جاتے تھے جس کا اعتراف آپ کی ایقان میں بھی صاف صاف کیا گیا ہے۔ اور دبے لفظوں میں بالکل آخر صفحہ پر آپ نے بھی مان لیا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے صرف ایک مباحثہ کو یہاں پر نقل کرتا ہوں۔

ناصر الدین شاہ قاچار کی ولی عہدی کے زمانہ میں بموجودگی ولی عہد مذکور حاجی ملا محمود نے باب سے کہا کہ "آپ اپنے دعویٰ کو علمائے اسلام کے سامنے بیان کیجئے۔ تاکہ تصدیق یا تکذیب کیجا سکے۔ اس وقت تین باتیں آپ سے دریافت طلب ہیں۔ اول۔ قرآن اور صحیفہ کاملہ کے انداز پر جو چیزیں ایران میں پھیل رہی ہیں وہ آپ کی ہیں؟ یا لوگوں نے آپ کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

باب :۔ خدا کی طرف سے ہیں۔

ملا محمود:۔ میں زیادہ قابل نہیں ہوں۔ اگر آپ کی ہیں تو صاف صاف کہئے ورنہ انکار کر دیجئے۔

باب :۔ ہاں میری ہیں۔

نظام العلماء (ایک دوسرے عالم) آپ نے جو کہا تھا کہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی زبان شجرہ طور کی طرح ہے ۔

روا باشد انا اللہ از درختے روا نبود چرا از ......

باب :۔ رحمت بشما (یعنی خدا تم پر رحمت نازل کرے) یہی مطلب ہے۔

نظام العلماء:۔ آپ کو باب کہتے ہیں۔ آپ کا یہ نام کس نے رکھا ہے اور کہاں رکھا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

باب :۔ یہ نام مجھے خدا نے دیا۔ کعبہ میں۔ بیت المقدس میں یا بیت المعمور میں جہاں بھی دیا ہو۔ یہ خداداد نام ہے۔

نظام العلماء :۔ اس کے معنی ارشاد ہوں۔؟

باب :- انا مدینۃ العلم و علیٌ بابہا۔

نظام العلماء :- تو آپ باب مدینۃ العلم ہیں؟

باب :- جی ہاں۔

نظام العلماء - میں تو باب کی جستجو میں تھا اچھا ہوا کہ میرے ملک ہی میں باب مل گئے۔

ملا محمود :- مجھے منصب کفش داری عطا کر دیجئے۔

باب :- گویا آپ ملا محمود ہیں۔

ملا محمود :- جی ہاں۔

باب :- تمہاری شان اس سے بالاتر ہے تمہیں بڑا عہدہ دینا چاہئے۔

نظام العلماء - پیغمبر یا کسی حکیم کا قول ہے العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان (یعنی علم دو طرح کے ہیں ایک بدن کا علم دوسرے دین کا علم) ہذا علم ابدان سے متعلق صرف ایک سوال ہے کہ معدہ میں وہ کون سی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے تخمہ ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں علاج سے ٹھیک ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں علاج مراق پیدا کر دیتا ہے۔

باب - میں نے علم طب نہیں پڑھا ہے۔

ولیعہد :- جب کہ آپ باب علوم ہیں تو یہ جواب کیسے دے رہے ہیں۔

نظام العلماء :- کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ بیطاری علم ہے اس کا شمار آسمانی علوم میں نہیں ہے (پھر باب کی طرف متوجہ ہو کر) علم الادیان میں کچھ اصول ہیں کچھ فروع۔ اصول میں مبدء و معاد داخل ہیں۔ ارشاد ہو کہ سمع و

بھر اور علم قدرت عین ذات ہیں یا زائد بر ذات ؟

باب :- عین ذات ہیں۔

نظام العلماء :- تو پھر خدا متعدد ہو گیا۔ کیونکہ علم ایک چیز ہے اور ذات دوسری چیز۔ اس کے علاوہ ذات کے سوائے کوئی ضد نہیں اور علم کا ضد جہل موجود ہے حالانکہ آپ نے علم کو عین ذات کہا ہے لہذا ذات کے لئے بھی ضد نکل آئی۔ اسکے علاوہ خدا عالم۔ رسول عالم اور ہم بھی عالم۔ تو سب علم میں مشترک ہونے کے بعد ایک مابہ الامتیاز ضرور رکھتے ہیں۔ یعنی علم خدا ذاتی ہے اور ہمارا علم بواسطہ خدا ہے۔ پس خدا مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز سے مرکب ہو گیا۔

باب :- میں نے حکمت نہیں پڑھی ہے۔ (یہ سنکر ولیعہد مسکراتے ہیں)

نظام العلماء :- علم فروع کتاب و سنت سے مستنبط ہوتا ہے اور ان کا سمجھنا بہت سے علوم پر موقوف ہے جیسے صرف و نحو۔ معانی و بیان۔ اور منطق وغیرہ۔ لہذا آپ باب ہیں تو قَالَ کو گردان جائیے۔

باب :- کس قَالَ کو ؟

نظام العلماء :- قال یقول قولاً۔ مثلاً قال قالا قالوا قالت قالتا، قلن۔ اس کے آگے آپ بڑھئے۔

باب :- بچپنے میں پڑھا تھا بھول گیا۔

نظام العلماء :- اچھا قال کی تعلیل کیجئے۔

باب :- کون سی تعلیل ؟

نظام العلماء نے تعلیل کر کے بتایا اور دوسرے صیغوں کی تعلیل پوچھی

باب :- میں نے پہلے ہی کہا کہ بھول گیا۔

نظام العلماء :- ھو الذی یریکم البرق خوفاً و طمعاً کی ترکیب نحوی کیجئے۔

باب :- میری نگاہ میں نہیں ہے۔

نظام العلماء :- اس حدیث کا مطلب بیان کیجئے۔ لعن اللّٰہ العیون۔

باب :- مجھے نہیں معلوم ہے۔

نظام العلماء :- خلیفۂ وقت نے امام رضاؑ سے سوال کیا تھا کہ ما الدلیل علی خلافۃ جدک علی ابن ابی طالب قال الرضاؑ آیۃ انفسنا قال لولا نسائنا قال لولا ابنائنا۔ ان استدلالوں کی توجیہ کیجئے۔

باب :- (حیرت زدہ ہوکر) کیا یہ حدیث ہے؟

نظام العلماء :- جی ہاں یہ حدیث ہے (اور دو شاہد عادل بھی پیش کئے) (پھر شان نزول سورۂ کوثر بیان کرکے) اس میں پیغمبرؐ کی تسلی کا کیا سامان ہے؟

باب :- کیا واقعی سورۂ کوثر کی شان نزول یہی ہے؟ (اس پر بھی دو گواہ گذرتے ہیں)

باب :- مجھے مہلت دیجئے۔" بعد ازاں ایک اور فقہی مسئلہ کے متعلق جواب دیا کہ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا"۔ پھر فصاحت اور بلاغت کی تعریف پوچھنے پر جواب دیا کہ "میری نظر میں نہیں ہے۔

نظام العلماء :- اچھا نماز میں دوسری اور تیسری رکعت کے بارے میں شک ہو تو آپ کیا کریں گے۔؟

باب :- دو پر بنا کروں گا۔

ملا محمد مامقانی:- او بے دین! جب تجھے شکیات نماز نہیں معلوم تو بابیت

کا کیا دعویٰ کرتا ہے؟

باب:- تین پر بنا کروں گا۔

ملا محمد۔ ظاہر ہے کہ جب دو پر بنا نہیں ہوگی تو تین کہنا ہی چاہئے۔

نظام العلماء:- تین کہنا بھی غلط ہے۔ کیوں نہ پوچھا کہ مغرب کی نماز ہے

کہ عشاء یا ظہرین کی؟

ملا محمد:- تم نے لکھا ہے کہ اول من امن بی نوس محمد و علی۔ (یعنی

سب سے پہلے مجھ پر ایمان نور محمد و علی لائے) یہ تمہارا فقرہ ہے یا نہیں؟

باب:- ہاں میرا ہی قول ہے۔

ملا محمد:- تو پھر تم ان سے افضل ہوئے ہے؟

اسی اثناء میں حاجی قلی نے دریافت کیا کہ:- علموا انما غنمتم فان

للہ خمسہ خدا کا فرمان ہے اور تم نے اپنے قرآن میں جو ثلثہ لکھا ہے

اس کی کیا وجہ ہے؟

باب:- ثلث خمس کا نصف ہے دونوں میں فرق ہی کیا ہے۔

یہ سنکر سب ہنس پڑے۔ اس کے بعد معجزہ دکھانے کا سوال پیش کیا گیا

باب نے اس سے مجبوری ظاہر کی۔ الی آخرہ (قصص العلماء صفحہ ۵۶-۵۷-۵۸)

اہل انصاف غور کریں کہ کیا اسی قسم کے مہدی کی بشارتیں برابر دی گئی ہیں؟

حق تو یہ ہے کہ زین لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن السبیل

(شیطان نے ان سے اعمال کو ان کی نگاہ میں اچھا بنا کر پیش کیا اور ان کو راہ حق

سے روک دیا) عبارت مذکورہ بالا میں موئف صاحب جن مظالم کا رونا رو گئے ہیں وہ خود ان کے اوپر حجۃ ہیں۔ اس لئے کہ آپ لکھتے ہیں کہ "امام حسن عسکری ؑ تک سب پر ایمان رکھنے کے ساتھ" اس پر بھی ایمان رکھتا تھا جو قائم آل محمد پر نازل کیا گیا" بس اسی عقیدے کے ضمیمہ نے آپکے سارے عقائد پر پانی پھیر دیا ہے۔ کیونکہ ہم سابق میں وہ حدیث لکھ چکے ہیں کہ ائمہ اثنا عشر میں سے ایک کا منکر بھی خارج از تشیع ہے۔ پھر حجت ابن الحسن ؑ کے بجائے اپنی طرف سے ایک نیا قائم تجویز کر لینا اور سابق کے کل ائمہ کی حدیث در باب حجۃ ابن الحسن ؑ کو پس پشت ڈال دینا کہاں تک مطابق شریعت ہے خصوصاً جب کہ باب کی قائمیت پر ان حضرات ائمہ کی طرف سے کوئی صراحت نہیں موجود ہے۔ جیسا کہ ہم سابق میں تفصیلاً لکھ چکے ہیں۔

قولہ۔ "قائم آل محمد کی شہادت" حضرت قائم آل محمد جن کا وہ ایک ہزار برس سے انتظار کر رہے تھے ان کے ساتھ انھوں نے وہی سلوک کیا جو ہر زمانہ میں انبیائے الٰہی کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کو مختلف قید خانوں میں قید رکھا گیا۔ گورنروں کے درباروں میں آپکی ذلت و اہانت میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ آپ کے رخساروں پر طمانچے مارے گئے۔ آپکے جسم نورانی کو علماء کے کوڑوں سے زخمی ہوتے دیکھا گیا۔ یہاں تک کہ جب علماء کے فتوے بالکل بے اثر اور ظلم کے ہتھیار بالکل تنگ آ گئے لیکن باب کی دعوت حیرت انگیز طور پر نہایت سرعت کیساتھ بڑھتی چلی گئی تو

علماء کو سوائے اس کے کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا کہ حکومت کو حضرت باب کو قتل کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ چنانچہ ناصر الدین شاہ قاچار نے گورنر تبریز کو حکم بھیجا کہ حضرت باب کو قلعہ ماکو کے قید خانہ سے نکال کر آذربائجان میں لایا جائے اور وہاں کے مجتہدین سے حکم لے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ آپ کو آذربائیجان لایا گیا اور فوجی عمارت میں قید کر دیا گیا۔ آپ کے محضر قتل پر تین مجتہد نے دستخط کئے۔ اس کے بعد آپ کو اسی عمارت کے میدان میں جس کو میدان صاحب الزمان کہا جاتا تھا رسیوں سے باندھ کر لٹکا یا گیا۔ عین اسوقت آپ کے ایک نوجوان جان نثار ساتھی آقا محمد علی نے اپنے آپ کو اپنے مولا کے ساتھ شہید ہونے کے لئے پیش کیا۔ ان کو بھی آپ کے ساتھ لاکر لٹکایا گیا کہ اس نوجوان کا سر آپکے سینہ مبارک پر تھا۔ گورنر آذربائیجان نے ارمنی فوج کے کرنل سام خاں کو حکم دیا کہ وہ مع اپنی فوج کے فائر کرے۔ کرنل سام خاں کی فوج نے جو چھ سو پچھتر سپاہیوں پر مشتمل تھی جو ہلالی شکل میں کھڑی کی گئی تھی (فوج کے ماہرین جانتے ہیں کہ ایسی حالت میں نشانہ کا خطا ہونا ناممکن ہے) اس فوج نے آپ پر فائر کیا۔ لیکن جب دھواں صاف ہوا تو لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ رسیاں جل چکی ہیں۔ اور کسی گولی نے حضرت باب اور ان کے ساتھی پر اثر نہیں کیا۔ اور حضرت باب قریب کے ایک برآمدے میں بیٹھے ہوئے اپنے کاتب وحی کو کچھ لکھوا رہے ہیں۔ گورنر نے دوبارہ فائر کا حکم دیا۔ لیکن سام خاں اور اس کی فوج نے جو اس واقعہ سے دہشت زدہ ہو گئی تھی۔ دوبارہ فائر سے انکار کر دیا۔ جسکے

بعد مسلمان فوج بلائی گئی - آپ کو دوبارہ لٹکایا گیا - اس مسلمان فوج نے آپ پر گولیوں کی بوچھار کی اور تھوڑی دیر میں دونوں مبارک جسم چھلنی ہو گئے - اقوام عالم کی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ مسلم قوم کی کتاب اعمال کا دیباچہ نواسۂ رسولؐ حسینؑ بن علیؑ کے خون سے اور اس کا خاتمہ فرزند حسینؑ قائم آل محمدؐ کے خون ناحق سے لکھا گیا ہے۔

اقول :- ہم تھوڑی دیر کے لئے باب کے اس قصۂ موت کو صحیح مان لیتے ہیں لیکن اس ذیل میں ناظرین کو چند معجزات کی طرف متوجہ کر دینا چاہتے ہیں اول مشتاق فوجی سپاہی ہلالی شکل میں کھڑے ہو کر باب اور ان کے مرید پر فائر کرتے ہیں لیکن نہ باب پر کوئی اثر ہوا اور نہ ان کے ساتھی پر - دوم - گولیاں خود اس قدر محتاط ہو گئی تھیں کہ صرف بندشوں کو جلا ڈالا اور بندھے ہوئے لوگوں کے جسم پر ایک چھالا بھی نہ ڈالا - سوم - دھواں صاف ہوا تو باب صاحب (باعجاز) اس میدان کے بجائے قریب کے ایک برآمدے میں بیٹھے ہوئے اپنے کاتب وحی کو کچھ لکھوا رہے تھے !! ناظرین غور کریں کہ جس وقت حجۃ الاسلام انھیں باب سے معجزہ طلب کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ابھی آپ پر ایمان لاؤں گا - تو حضرت نے یہ کہہ یا کہ قوت ندارم (معجزہ دکھانے کی قوت نہیں رکھتا ہوں) (قصص العلماء ص۵۹) اور آج وہی باب اپنی زندگی کو بچانے کے لئے ایسے زبردست معجزے پیش کر رہے ہیں - حالانکہ سیرت انبیاء و ائمہؑ یہ تھی کہ گمراہوں کی ہدایت کے لئے معجزے پیش کیا کرتے تھے اپنی زندگی بچانے کی چنداں پرواہ نہیں کرتے تھے - یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ گورنر

دوبارہ گولی چلانے کا حکم دے اور افسر مع فوج حکم ماننے سے انکار کر دے اور ان کا کورٹ مارشل تک نہ ہو۔ خیریت یہ گذری کہ مسلمان فوج فرض شناس تھی جس نے اس فتنہ کی آگ کو بجھا دیا۔ اس دفعہ معلوم نہیں کہ باب نے معجزنمائی کی ضرورت نہیں سمجھی یا خود قدرت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیا کہنا ہے فرزند رسول حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت سے ایسے نوزائیدہ ابواب کا تقابل آپ ہی جیسے خلف صالح کا حق ہے۔

قولہ:۔ اس موقع پر غالباً شیعہ حضرات نہایت دلچسپی سے آذربائیجان کی مذکورہ شہادت کے واقعہ کو مخبر صادق جناب رسالتمآبؐ اور حضرت صادق آل محمدؑ کے الفاظ میں سنیں گے۔ (۱) حضرت صادق فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے آذربائیجان میں ایک واقعہ پیش آنا ضروری ہے جس کو کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی۔ پس جب تک ہم سکون سے بیٹھے ہیں تم بھی بیٹھے رہو اور جب کوئی حرکت کنندہ (قائم آل محمد) حرکت کرے تو اس وقت اس کی طرف دوڑو خواہ تم کو طفل خورد سالہ کی طرح چلنا پڑے۔ خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ رکن و مقام کے درمیان لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں۔ اور وہ ان کی بیعت اس شرط پر قبول کر رہا ہے کہ وہ ان پر قرآن جدید کے مطابق جو عرب پر سخت گراں گزرے گا حکم کرے گا۔ (بحار ص ۲۲۳)

اقول:۔ جی ہاں ہم نے نہایت دلچسپی سے اس روایت کو پڑھا اور ترجمے میں آپ کے "تصرفات بیجا" کو بھی دیکھا۔ بالخصوص مفر فقرہ "کا حذف کر دینا تو آپ کا مشق شدہ کمال ہے وھو ھذا وقال ویل لطغاۃ العرب من شر

قد اقترب (اور فرمایا کہ سرکش عربوں کے لئے ویل ہے اس شر سے جو قریب ہے

بہر نوع یہاں پر ہمارے چند سوال ہیں (۱) آذربائیجان کا نسخہ بدل "من امتحان" بھی ہے جیسا کہ نسخۂ مطبوعۂ آقا مہدی خوانساری میں موجود ہے اور اقساب الی الصواب بھی معلوم ہوتا ہے لہذا اس بنا پر آپ کا اس حدیث سے استدلال بالکل بادر ہوا ہے۔ (۲) اگر صحیح لفظ آذربائیجان ہی ہو تو بھی اس کا مفہوم قطعاً مجمل ہے اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وہاں ہمارا قائم قتل کیا جائیگا۔ خصوصاً جب کہ احادیث کثیرہ کے بنا پر طے شدہ ہے کہ حضرت قائم کی شہادت کوفہ میں ہوگی۔ لہذا اس بنا پر بھی آپ کے باب کے قتل سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں ہے (۳) حضرت فرماتے ہیں کہ جب وہ بات پیش آئے فکونوا احلاس بیوتکم تو تم سب خانہ نشین ہو جاؤ۔ (اس مختصر فقرے کو بھی آپ نے اپنے ترجمے سے حذف کر دیا ہے) لہذا میرا سوال ہے کہ مطابق حدیث کیا اس وقت بابی حضرات خانہ نشین ہو گئے تھے؟ اگر خانہ نشین ہو جاتے تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ لیکن وہاں تو ظہور قائم کا وہ جوش و خروش تھا کہ العیاذ باللہ۔ لہذا اس بنا پر آپ لوگ خود صادق آل محمد کی نافرمانی کرنے والے ثابت ہو رہے ہیں۔ (۴) جب حرکت کرنے والا (قائم) سعی کرے تو اس کی طرف دوڑو کے بعد معصومؑ نے خود بتا بھی دیا کہ کہاں دوڑو۔ اور کدھر جاؤ۔ آذربائیجان کی طرف نہیں بلکہ رکن و مقام (مکہ معظمہ) کی طرف۔ لہذا اس بنا پر بھی باب کے قتل سے اس حدیث کا کوئی ربط نہیں ہے۔ (۵) روایت صاف کہتی ہے کہ جب آذربائیجان کا واقعہ پیش آچکے گا اس کے

بعد قائمؑ کا ظہور ہو گا۔ لہذا اگر فرض کر لیجئے کہ بلا جرم (یعنی ایک ساقط التکلیف کو لوگوں نے اپنی غلطی سے قتل کر ڈالا تو بیشک یہ مصیبت ہے۔ مگر اس فتنہ کو آئندہ ہوا نہ دینا بلکہ گھروں میں بیٹھے رہنا یہانتک کہ قائمؑ ظہور فرمائیں۔ لہذا اس بنا پر بھی معلوم ہو گیا کہ اگر باب کا قتل بیجا بھی ہوا تو وہ قائم ہرگز نہ تھے بلکہ مطابق روایت قائمؑ اس کے بعد ظہور فرمائیں گے۔ اور یہی ہمارا عقیدہ ہے

(۶) آپنے کتاب جدید کا ترجمہ "قرآن جدید" کیا ہے۔ یہ آپ کی احادیث ائمہ سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ کتاب جدید کا مطلب ہم سابق میں احادیث اہلبیتؑ کی روشنی میں لکھ چکے ہیں۔ "فلیرجع الیہ"

(۷) جس آخری فقرے کو آپ نے حذف کر دیا ہے اس میں خصوصیت سے عربوں پر بددعا کی گئی ہے۔ حالانکہ باب کے قتل میں کوئی عرب شریک نہیں تھا قاعدہ سے ایرانیوں پر امام کو بددعا کرنی چاہئے تھی۔ لہذا اس بنا پر بھی ثابت ہوا کہ حدیث مذکور کو واقعۂ باب سے ذرہ برابر لگاؤ نہیں ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

قولہ - اب انتظار بے کار ہے = حضرت باب پر وہ تمام پیشگوئیاں صادق آرہی ہیں جو قائم آل محمد کے متعلق شیعہ کتب احادیث میں مدون کی گئی ہیں۔ ان تمام پیشگوئیوں کا واقعات کے لحاظ سے حرف بحرف پورا ہو جانا ہر انصاف پسند شخص کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ منصب قائم آل محمد کے اصلی اور حقیقی حقدار صرف اور صرف حضرت علی محمد باب ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے اور دوئی حقیقت منتظرہ باقی نہیں ہے۔

اقول :- بدقسمتی سے باب کی ایک پیشین گوئی بھی صادق نہیں آتی ہے جیساکہ ہم تفصیلاً لکھ چکے ہیں - پھر واقعات باب بھی اُن پیشین گوئیوں کے بالکل خلاف رہے ہیں - اس لئے ہر انصاف پسند آپکے ان دعاوی کا خندہ زیرِ لب کے ساتھ جواب دے گا - حقیقت منتظرہ جس طرح پہلے باقی تھی اسی طرح اب بھی باقی ہے آپکے چرند، پرند اڑانے سے اس کا کچھ نہیں بگڑ سکتا - البتہ آپکے ایمان جیسی قیمتی چیز ضایع ہو جائیگی - چراغی را کہ ایزد بر فروزد الخ

قولہ - تاریخ کی شہادت ہے کہ حضرت علی محمد باب نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی - ان کی زندگی تجارتی زندگی تھی - لیکن آپکے علم و فضل کے سامنے علمائے ایران عاجز تھے - اور آج بھی دنیائے انسان آپکی کتاب "بیان" کا مثل پیش کرنے سے عاجز و مجبور رہے -

اقول :- تاریخ کی شہادت ہے کہ سید علی محمد باب عتبات عالیہ میں سید کاظم رشتی کی مجلس درس میں حاضر ہوا کرتے تھے - جو کچھ غلط صحیح اپنے استاد سے سنتے تھے اسے ایک دفتر میں ثبت کرتے جاتے تھے اور اس زمانے میں داڑھی کو قینچی سے تراش کر شبیہ بجلق بنا دیا کرتے تھے - موصوف کے رفیق درس کچھ دنوں تک علامہ تنکابنی آقا محمد بن سلیمان بھی تھے - انھیں کا بیان قصص العلماء میں ملاحظہ کیجیے - "داد (علی محمد) نزد حاجی سید کاظم تلمذ می نمود الخ صـ٥٥) کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیراز آکر تسخیر آفتاب کا عمل شروع کیا - سر دیا برہنہ زیر آفتاب دعائیں پڑھتا تھا یہانتک کہ رطوبت دماغ نے خشک ہو کر اسے مخبوط سا بنا دیا - اسی کے بعد دعوئے بابیت کیا - ہاں

باب کے باپ ضرور تاجر تھے۔ لیکن خود باب کو اس کسب حلال سے کوئی سروکار نہ تھا۔ رہ گیا آپکے علم وفضل کے سامنے علمائے ایران کا عجز تو اس کا مختصر خاکہ ہم صفات گذشتہ پر پیش کر چکے ہیں۔ وہ ایران جہاں پر اعلمیت تقریباً ڈیرے ڈالے ہوئے ہے وہاں کے علماء کو ایک ایسے شخص کے مقابلہ میں عاجز کہنا جسے شکیات نماز تک نہ معلوم ہوں ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔ کتاب بیان کا جائزہ لینے والے خوب جانتے ہیں کہ اس کی کیا حقیقت ہے۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے "الف، لام، کاف، نون، (یہ مقطعات قرآنیہ کا جواب ہے) انا جعلنا الباب للباب علی الباب دلیلا" اور حاجی کریم خاں کرمانی کی مدح میں ارشاد ہوتا ہے کہ "ان الکریم فی الکرمان کان کریماً" سبحان اللہ کیا فصاحت ہے۔ تکرار الفاظ نے کیا لطف پیدا کر دیا ہے"۔

جن حضرات کو باب کے مزید حالات معلوم کرنے کا شوق ہو وہ قصص العلماء کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

قولہ۔ یہ ہمارا کھلا چیلنج ہے۔ آپ نے اپنے کلام سے ایران کی سابقہ شریعت وآداب اور قدیم اخلاق ورسوم کے ارکان کو متزلزل کر دیا اور نئی شریعت وآداب اور جدید قانون کی بنیاد ڈالی۔ اراکین حکومت، علماء ورؤسا، دین وعوام سب کے سب آپ کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کیلئے کمربستہ ہوگئے۔ مگر آپنے اپنی بینظیر استقامت کیساتھ ان تمام مصائب وحوادث کا مقابلہ فرمایا۔

اقول:۔ ایران کی سابقہ شریعت، شریعت حقہ محمدیہ تھی اور رہی ہے اس میں کبھی تزلزل ہوا نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اگر کچھ عوام بہک چلے جا رہے ہیں

تو اس سے شریعت میں کوئی تنزل نہیں آسکتا ہے۔ نئی شریعت اور نئے آداب کی بنا ر دعوئی ــــ جس طرح اور جن دلائل سے کیا گیا ہے اس کا جائزہ سابق میں لیا جاچکا ہے۔ رہا حوادث و مصائب کا استقامت سے باب کا مقابلہ کرنا تو یہ بھی غلط ہے جبکہ ان کا توبہ نامہ ایک انگریز کی تاریخ میں ابتک موجود ہے اور ہر چیز طبی پر توبہ توبہ کی صدائے بازگشت قصص العلماء میں تاحال قائم ہے۔ ملاحظہ ہو حالات باب لسلسلۂ احوال شہید ثالث علامہ برغانی۔

قولہ۔ بے شمار علماء و رؤسا و معززین نے نہایت خوشی و مسرت کیساتھ آپ کی راہ میں اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو اپنے اہل و عیال کو قربان کر دیا آخرکار آپ کا دین مستحکم ہوا اور آپ آسمان ادیان پر روشن آفتاب ہو کر چمکے آج دنیا کے طول و عرض میں آپکے لاتعداد مومنین پھیلے پڑے ہیں۔ آپکی شریعت حضرت صادقؑ کے الفاظ کے مطابق تمام دنیا کی رگ و پے میں سردی و گرمی کی طرح سرایت کر گئی ہے۔

اقول۔ علماء کے متعلق صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کوئی ثبوت نہیں مہیّا کیا گیا ہے۔ دین کا استحکام ابھی سے ظاہر گو سو برس کا عرصہ گذر گیا لیکن ابتک اس باطل کو فروغ نہیں ہوا۔ حالانکہ اسلام پیغمبرؐ کی ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی میں دور دور تک پھیل گیا تھا۔ باب کا آسمان ادیان پر آفتاب بنکر چمکنے کا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ ہم تو دمدار تارے سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ خدا جانے وہ لاتعداد مومنین کون ہیں جو دنیا کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ذرا مہربانی کر کے ان کی ایک فہرست شایع فرما دیجئے۔ تاکہ ہم بھی ان کی تعداد اور

ایمان کا جائزہ لے سکیں۔ آپ کی شریعت سردی و گرمی کی طرح ــــ نہیں بلکہ زہر کی طرح بعض جہال و مجاہیل کی رگ و پے میں البتہ سرایت کر گئی ہے۔

قولہ۔ اس رسالہ کے قارئین ایک لمحہ اس بات کے سوچنے میں صرف کریں کہ اس ۲۵ سالہ اُمی نوجوان کے اندر کون سی ایسی جاذبیت تھی جسکے سامنے مسلم الثبوت علماء کا علم اور قاچاری سلطنت کا اقتدار جھک گیا۔ اور جس نے دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا کیا۔ کیا اس طاقت و قوت اور غلبہ و اقتدار کا اصلی سرچشمہ خدا کے سوا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔

اقول:۔ آپکے رسالے کے معمولی قارئین میں ہم بھی داخل ہیں ایک لمحہ کے لئے نہیں بلکہ مہینوں آپکی تحریر کو سامنے رکھکر سوچا ہے مگر ہمیں ذرہ برابر باب میں کوئی جاذبیت نہیں نظر آئی۔ بلکہ جس طرح صاحب الانوار نعمانیہ کے عہد میں شیراز سے ایک جھوٹا مہدی پہلے پیدا ہو چکا تھا (ملاحظہ ہو قصص العلماء حالات باب) اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ بھونڈے اور ناقص طریقہ پر یہ ۲۵ سالہ مجنوط نوجوان نظر آتا ہے۔ اس کو اُمی کہنا بالکل جو لیا ہی ہے جیسے مولف رسالہ اُمی ہے۔ مسلم الثبوت علماء کا علم اور قاچاری سلطنت کا اقتدار جھکنے کی من گھڑت کہانی کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اور بتا چکے ہیں کہ سید کاظم کا شاگرد ہونے کے باوجود بھی ان کو معمولی اور منطقی مسائل نہیں معلوم تھے۔ اور علماء کے سامنے برابر "نمی دانم" "بنظام نیست" کے سوا کچھ نہ کہتے تھے۔ آخر قاچاری سلطنت نے ان کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ کاش دنیوی ہی اعتبار سے ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈروں ہی کے اتنا اقتدار پیدا کر کے اقتدار سلطنت کو جھکا لیا

ہوتا تو بھی ایک بات تھی۔ مجھے تعجب ہوگا اگر ایک بھرے پڑے دسترخوان پر کسی کو ایک مکھی کچھ پریشان کرے اور کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ مکھی اڑانے والے کا اقتدار جھک گیا یا خود مکھی یا اس کی محدود عقل والی ذریت یہ یقین کر لے کہ مکھی کو یہ اقتدار خدا نے بخشا ہے۔ جناب والا! پیغمبر خدا اور آئمہ ہدیٰ کے مسلسل ارشادات کی وجہ سے ہم تو منتظر ہی ہیں کہ کسی طرح جلد از جلد ساٹھ جھوٹے نبیوں اور بارہ ہاشمی جھوٹے مہدیوں کی تعداد پوری ہو جائے تاکہ ہمارے قائم آل محمدؐ ظہور فرمائیں۔ (بحار جلد ۱۳ صفہ ۱۶۰ وغیرہ) بہر کیف آپکے باب صاحب جس اقتدار کو پیدا کرنا چاہتے تھے اس میں دنیوی اعتبار سے بھی ناکام رہے۔ وہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم کے صحیح مصداق ہو کر رہ گئے۔ پھر ان کے اقتدار کا اصلی سرچشمہ ذات باری تعؐ کو قرار دینا اور اس پر قسم کھانے کی جارت، ذات خدا کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ ہاں اگر خداداد طاقت کا یہ مطلب ہے کہ ہاتھ پاؤں دل دماغ اسکے عطا کردہ ہیں تو اس سے کسی عاقل کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ ان کو صحیح طریقہ پر استعمال کرے یا غلط طریقہ پر۔ مگر یہ یاد رہے کہ "ان السمع والبصر والفواد۔ تا آخر۔

قولہ۔ میرے عزیز دوستو! تمہارا قومی وقار۔ تمہارا قومی عروج تمہاری روحانی و مادی ترقیاں حضرت قائم آل محمدؐ کے ظہور پر منحصر تھیں۔ جس کا روشن ثبوت یہ ہے کہ آپ شب و روز عجل اللہ فرجہٗ کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ بہائی جماعت سو سال سے آپ کو یہ خوشخبری سنا رہی ہے کہ تمام پیش گوئیاں

پوری ہو چکی ہیں۔ زمانۂ انتظار ختم ہو گیا۔ حضرت قائم آل محمد کا ظہور ہو چکا۔ پھر یہ جمود و خمود کس لئے اور یہ غفلت و مدہوشی کب تک۔ اٹھئے اور اس خبر کی تحقیق کیجئے ؎

اٹھو گر نہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی　　دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اقول۔ یہی خطاب ادنیٰ تصرف کے بعد میرا بھی ہے۔ "میرے عزیز دوستو! تمہارا قومی عروج تمہاری روحانی و مادی ترقیاں حضرت قائم آل محمد کے ظہور پر منحصر ہیں۔ جس کا روشن ثبوت یہ ہے کہ آپ شب و روز عجل اللہ فرجلہ کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ بہائی جماعت سو سال سے آپ کو دھوکا دے رہی ہے کہ تمام پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ زمانۂ انتظار ختم ہو گیا۔ حضرت قائم آل محمد کا ظہور ہو چکا۔" مگر اب تک ان کے مفروضہ مہدی کی بدولت نہ کوئی قومی عروج ہوا اور نہ کسی طرح کی روحانی یا مادی ترقی بلکہ پست حالی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ لہٰذا اسی ایک بات سے یقین ہوتا ہے کہ باب کا دعویٰ غلط تھا۔ اور پیشین گوئیاں ابھی پوری ہونے والی ہیں۔ زمانۂ انتظار ابھی اسی طرح باقی ہے۔ جس طرح اب سے سو سال پہلے تھا۔ پھر ایک امیدوار کے لئے یہ جمود و خمود کیسا۔ (مایوس تو وہ ہوں جن کا ناخدا مرچکا اور انھیں دنیا کے منجدھار میں اکیلا چھوڑ دیا)۔ اور دشمن کی چالوں سے غفلت و مدہوشی کب تک (آخر آپ کا مذہب بازیچۂ اطفال نہیں ہے) لہٰذا اٹھئے اور ہر مخالف حق کی تحقیق کی روشنی میں خبر لیجئے۔ اور مؤلف ظہور قائم آل محمد جیسے لوگوں سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ ؎

سہ برو ایں دام بر مرغ دگر نہ کہ عنقا را بلند است آشیانہ

قولہ۔ خاتمہ = ائمہ معصومین کی یاد کو تازہ رکھنے والو! اور ان کے غم میں اپنی ساری خوشیاں اور آرام قربان کرنیوالو! آؤ اور خدا کو حاضر و ناظر خیال کرتے ہوئے اس بات کو سوچو کہ معصوم کے حضور میں مومن کو کس طرز ادب کس حال سے کھڑا ہونا چاہیئے۔ معصوم وقت قائم آل موسیٰ حضرت عیسیٰ روح اللہ نے جس وقت خدا کے حکم سے قیام کیا تو یہودی علماء نے اپنا فرض سمجھا کہ کتاب موسیٰ سے جو کچھ سمجھے تھے اس کے مطابق اس کتاب ناطق کا امتحان لیں اور جب انھوں نے اپنی سمجھ کے مطابق اس کتاب ناطق کو بظاہر اس کتاب صامت کے خلاف پایا جو انھیں وراثت میں ملی تھی تو حسبنا کتاب اللہ کہہ کر حجۃ اللہ پر حکم لگایا۔ اور اس کو باطل ٹھہرایا۔ کیا یہ کتاب صامت کے ماننے والے کتاب ناطق کو جانچنے کا حق رکھتے تھے۔ معصوم وقت قائم آل موسیٰ وعیسیٰ حبیب خدا رسول اللہ صلعم نے جس وقت خدا کے حکم سے قیام کیا اور کتاب ناطق ہونے کا اعلان کیا تو یہودی علماء نے دوبارہ وہی غلطی کی جو پہلے کی تھی۔ اور عیسائی علمانے بھی یہودی علماء کا طریقہ اختیار کیا۔ کتاب ناطق کا امتحان کتاب صامت سے لیا۔ اور وہ بھی اپنی سمجھ سے۔ کتاب ناطق حضرت رسول مقبول صلعم نے کھول کھول کر انجیل اور تورات سے صحیح معنی بتائے مگر یہودی اور عیسائی علماء اپنی سمجھ اور اپنی تفسیروں کو کتاب ناطق کے بیانات سے بھی زیادہ صحیح سمجھتے رہے اور حسبنا کتاب اللہ کا سبق زور زور سے پڑھتے رہے۔ بلکہ ابھی تک انا وجدنا اٰبائنا علیٰ امۃ وانا علیٰ

ارشادھم لمہتدون پر عمل کرتے ہیں - کیا ان کی تقلید میں کچھ مل سکتا ہے
ائمہ معصومین نے کتاب ناطق اور کتاب صامت کے فرق کو خوب اچھی طرح
سمجھا دیا ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ نے اس سبق کو خوب اچھی طرح سیکھ
لیا ہے - چنانچہ آئمہ کا لقب بھی آپ نے معصوم برقرار رکھا ہے - اب ذرا
غور کیجیے -

اقول - جناب والا یہ کس جماعت سے ارشاد فرما رہے ہیں؟ بحمد اللہ
اثنا عشری جماعت تو ایسی باادب ہے کہ خود ائمہ علیہم السلام نہیں بلکہ ان کے مشاہد پر انکی
تہذیب کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے - اور اگر اس شرف سے مصنف صاحب
محروم ہیں تو عزاخانوں اور عزاداری کے جلوسوں میں ان کے ادب کو ملاحظہ کر سکتے
ہیں - مگر یہ سب ادب اور تمیز ان کے لئے ہے جو واقعی امام اور مفترض الطاعۃ
ہوں نہ کہ ہر ایسے غیرے کے لئے وہ اپنے مذہبی آداب کو بجا لائیں یا ہر پیر
کے مرید اور ہر مزار کے مجاور بنجائیں - ناممکن -

یہاں پر ناطق وصامت کے ذریعہ جو نکتہ آفرینی آپ کر رہے ہیں اس سے
بھی آپ کو ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے - اولاً تو جناب عیسیٰ کو قائم آل
موسیٰ قرار دینا یہ خود ایک افسوسناک تاریخی (مذہبی ونسبی) غلطی ہے اس لئے
کہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ حقیقۃً یا عرفاً کسی طرح قائم آل موسیٰ نہ تھے
بلکہ خود ایک مستقل صاحب شریعت تھے - اور ہماری یا یہود ونصاریٰ کی
کسی بھی عرف میں ان کو آج تک قائم کا لقب نہیں دیا گیا - ھکذا ان کا
شمار آل موسیٰ میں کرنا بھی کسی طرح درست نہیں - اس لئے کہ اہل لغت نے

آل الرجل اھلہ واصحابہ واتباعہ" تحریر کیا ہے (قاموس) اور علمائے حدیث نے تو "آل الرجل اھلبیتہ" یا "من دان بدینہ" تحریر کیا ہے۔ (مطالب السئول محمد بن طلحہ) اب چونکہ جناب موسیٰ کے خود کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عیسیٰ ان کے اہلبیت میں نہیں۔ نیز نہ وہ ان کے صحابی تھے۔ اور نہ ان کے دین کے تابع بلکہ ایک مستقل شریعت کے مالک تھے۔ رہ گیا علمار یہود کا اپنی کتاب صامت (توراۃ) سے عیسیٰ کا امتحان لینا اور حضرت عیسیٰ کا مخالف توراۃ ثابت ہونا تو یہ ہرگز نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو علمار یہود کا اس موقع پر "حسبنا کتاب اللہ" کہنا خود محتاج ثبوت ہے۔ دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں۔

اس سے زیادہ مضحک آپ کا حضرت محمد مصطفےٰ کو قائم آل موسیٰ و عیسیٰ کہنا ہے۔ اس لئے کہ عیسیٰ تو پھر بھی بنی اسرائیل میں تھے۔ مگر محمدؐ عربی تو اولاد اسمٰعیلؑ میں تھے۔ پھر ان کو آل موسیٰ و عیسیٰ میں شمار کرنا حیرت انگیز نہیں تو اور کیا ہے۔ یہاں پر قائم سے آپ کا مقصود اگر صاحب شریعت ہونا ہے۔ جب بھی ان کو آل موسیٰ و عیسیٰ کا قائم کہنا درست نہیں ہے گویا لائق مصنف نے قائم آل محمدؐ کی ترکیب کو دیکھکر شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ قائم کے لئے آل کی اضافت لازم ذات ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

یہاں پر بھی پیغمبر اسلام کا انکار یہود و نصاریٰ نے حسبنا کتاب اللہ کی بنا پر نہیں کیا تھا۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے یاتی من بعدی اسمہ احمد کی اپنی کتابی پیشین گوئی کو مانتے ہوئے بھی یہ کہتے تھے کہ وہ احمد آپ نہیں ہیں

لیکن اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی پیشین گوئی نہیں ہے جو انجیلی کی پیشین گوئی کی طرح آپکے جناب پر منطبق ہوتی ہو۔ اور علمائے اسلام اس میں تاویل کرتے ہوں بلکہ قرآن کا مجمل اور احادیث کی مفصل پیشین گوئیاں حجۃ بن الحسن کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ ہم تفصیلاً ثابت کر چکے ہیں۔ ہاں اس وقت یہ قصے بھی پیش آئیں گے کہ بہت سے آپ جیسے لوگ ان کو نہ مانیں گے۔ اور قرآن مجید و احادیث کی غلط تاویلیں کریں گے بلکہ ابھی سے کر رہے ہیں۔ "کما ذکرناہ سابقاً" اور اگر محض کسی شخص کا دعویٰ ہی اس کے برحق ہونے کے لئے کافی ہو جائے تو علاوہ اسکے کہ عقل کو معطل کر دیتا ہے پھر آپکے باب کے لئے کوئی خصوصیت نہیں رہجاتی کیوں نہ لوگ شیراز کے سابق مدعیٔ مہدویت کو قائم آل محمد تسلیم کرلیں۔ یا مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود مان لیں۔ مگر واقعہ تو یہ ہے کہ ان کثیراً من الناس لیضلون باھوائھم بغیر علم" کی بنا پر یہ سب جھوٹے اور کسی حقیقت منتظرہ کی آمد کا پیش خیمہ ہیں۔

قولہ۔ کیا قائم آل محمد معصوم نہیں ہے۔ کیا جب وہ ظاہر ہوگا تو کیا کتاب ناطق نہ ہوگا۔ کیا اس کے ظہور اور خروج کے وقت جو علماء موجود ہوں اگر وہ اس کا امتحان اپنی عقل اپنی سمجھ تفسیروں حدیثوں اور اخبار معصومین سے لینا چاہیں گے تو وہ کس کے مقلد ہوں گے؟ ان علماء کے جنھوں نے ہر معصوم کے ظہور کے وقت اسے کتاب ناطق نہ مانتے ہوئے کتاب صامت کی رو سے اس کا امتحان لیا ہے۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے مریدوں کو بھی گمراہ کیا

یا ان مومنین اور صالحین کا جنھوں نے معصوم کا امتحان اپنی کجی بجھ سے نہ لیا بلکہ اس کو حجۃ اللہ الناطقہ خیال کرتے ہوئے اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور صراط مستقیم پایا۔ اگر آپکے علمار آپ سے کہیں کہ امام معصوم حضرت حجۃ کا امتحان کتاب صامت سے ہمیں لینے دو۔ اس کے بعد اسے ماننا۔ تو آپکو حق ہے کہ ان سے دریافت کریں کہ جناب آپنے یہ حسبنا کتاب اللہ کا سبق کب سے یاد کیا؟ (تمام شد)

اقول :- بیشک ہمارے قائم آل محمدؐ معصوم ہیں اور یقیناً جب وہ ظاہر ہوں گے تو کتاب ناطق ہوں گے بلکہ اس وقت زمانۂ غیبت میں بھی کتاب ناطق ہیں اور ان کے ظہور کے وقت جو علمار ہوں گے وہ اپنی عقل سے اخبار و احادیث آئمہؑ کی روشنی میں ضرور ان کو پہچاننے کی کوشش کریں گے اور اس کی اجازت خود ان حضرات نے دی ہے جو کتاب ناطق تھے۔ اگر اجازت نہیں دی ہے تو ان کے ظہور کی علامتیں ان کی سیرت و کردار کی کیفیتیں کیوں بیان کی ہیں۔ ہم یا ہمارے علماء ان لوگوں میں نہیں ہیں کہ آنکھ بند کر کے ہر ناحق و ناحق کے پیچھے لگ جائیں۔ خصوصاً اس وقت تو زیادہ پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ بہت سے باطل جھنڈے بھی بلند ہوں گے۔ اور کئی طرح کی ندائیں بھی سنائی دیں گی۔ لہذا ائمہؑ کی تعلیم کردہ علامات کی تطبیق کئے بغیر ہم کسی مدعی قائمیت کو نہیں مان سکتے ہیں۔ اس میں ہمیں یہود و نصاریٰ کا مقلد ہرگز نہیں فرض کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے جان کر چھپایا۔ اور یہاں ابھی جاننے اور پہچاننے کا سوال ہی نہیں ہوا ہے۔ البتہ اگر علامتوں

سے پہچان لینے کے بعد کوئی شخص قائم سے منحرف ہوگا تو اس کا حشر بدتر از یہود و نصاریٰ ہوگا۔ ہکذا ہم پر "حسبنا کتاب اللہ" کہنے کا الزام بھی مؤلف کی انتہائی بے خبری ہے۔ جز ثقلین کے ماننے والے تو قرآن و اہلبیت ؑ کو حوض کوثر تک ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس قرآن کی موجودگی کو قائم کی موجودگی کی ایک بین دلیل سمجھتے ہیں۔ آپ اپنی خبر لیجئے کہ باب بھی مرگئے اور بہاء اللہ بھی آنجہانی ہوگئے۔ مگر حوض کوثر کی منزل ابھی منزلوں دور ہے۔ کتاب کو لیکر علماء کو حجت قرار دیکر اسی رسالے میں آپنے "حسبنا کتاب اللہ" کی عملی تعلیم دی ہے کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں۔

جناب والا۔ اس قسم کے سفسطوں سے آپ کو یا آپکے قائم کو ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر بالفرض وقت ظہور کی تمام پیشینگوئیوں کو آپ باب کیلئے ثابت بھی کر دیں اور بالفرض ہم اس کا جواب بھی نہ دے سکیں تو بعد ظہور کی علامتوں کی تطبیق آپ اپنے قائم پر کرہی نہیں سکتے ہیں۔ اور اس بارے میں آپکی ہر سعی کا مشاہدہ خود تکذیب کرے گا۔ اس لئے کہ اسی بحار میں ہم کو بکثرت احادیث ائمہ ؑ اس قسم کی ملی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعد ظہور قائم ہر طرف امن و امان ہوگا۔ صفحہ ۱۸۵ و صفحہ ۱۸۶ وغیرہ۔ کوئی محتاج و فقیر نہ رہے گا۔ صفحہ ۲۰۲ وغیرہ۔ بیماریاں دور اور ناپید ہوجائینگی صفحہ ۱۸۵ اصحاب قائم کے درندے تک مطیع و منقاد ہوجائیں گے صفحہ ۱۸۶ وغیرہ وغیرہ۔ اب ذرا انصاف سے جواب دیجئے کہ اگر آپ کے باب قائم آل محمد تھے تو کیا ہر طرف امن و امان قائم ہے۔ کیا اس وقت کوئی محتاج

دفیقہ نہیں ہے ؟ کیا بیماریاں اب دنیا میں نہیں - اور کیا درندے تک آپ حضرات کے مطیع ہیں - اگر آپ سچے ہیں (اور ہرگز سچے نہیں ہو سکتے) توبسم اللہ آپ یا کوئی بہت بڑا بہائی اس آخری امتحان میں اپنے کو ثابت کردکھائے اور شیروں کے درمیان چلا جائے - اگر وہ مطیع و منقاد ہو جائیں تو ہم سب آپ کے باب کے اوپر ایمان لانے کو تیار ہیں اور اصحاب قائم دامت بہائیں داخل ہو جانے کو فخر سمجھیں گے - لیکن اگر آپ یا کوئی بہائی صاحب ایسا نہ کر سکے تو پھر آپ سب لوگوں کو توبہ کرکے اثنا عشری ہو جانا لازم ہے - خدا غفور و رحیم ہے شاید آپ لوگوں کے ندامت کے آنسو کام آجائیں - اگرچہ ہم نے نہایت دیانتداری سے آپکے رسالے کے تمام الفاظ کو نقل کرتے ہوئے ہر پہلو کا اپنے علم کے مطابق تائید قائم آل محمدؐ سے شافی جواب دیدیا ہے - لیکن ہم اس وقت تمام باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے آپکی سچائی کا معیار اسی آخری حدیث کو قرار دیتے ہوئے ایک دفعہ پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر درندوں میں آپ یا کوئی بہائی صاحب چلے جائیں اور وہ سر اطاعت جھکا دیں تو پھر ہم آپ کی تصدیق کے لئے آمادہ ہیں - ورنہ آپکو اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرنا لازم ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ آپ کو اپنی جان اسی طرح عزیز ہو گی جس طرح باب پر گولی چلنے کے وقت ایرانی بابی صاحبان کو اپنی جان عزیز ہوئی - اور بقول آپکے بجز ایک محمد علی اور کسی بابی نے اپنے قائم پر اسی وقت جان نہیں نثار کی تھی - حالانکہ بقول آپ کے اسی وقت مومنین باب کی اتنی کثرت ہو چکی تھی کہ ایران کی سابقہ شریعت منسوخ ہو

نظر آتی تھی) لہٰذا آپ ہرگز اس قربانی کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

اب موصوف کی خدمت میں ایک آخری نصیحت قرآن مجید کی آیت کی صورت میں پیش کرتا ہوں اور بس۔

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ٥

(سورہ حدید پ ۲۷)

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

احقر ظفر الحسن الرضوی پرنسپل جوادیہ کالج بنارس

تتمہ نمبر ۱ باب نے اپنی تکذیب آپ کردی

میں نے پیش لفظ میں ان تحریرات کو آخر میں پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا جن سے باب نے خود اپنی تکذیب کردی ہے۔ لہٰذا ارباب ایمان کی واقفیت کے لئے ان چیزوں کو مختصراً انجمن تبلیغات اسلامی ایران کے سالنامہ نور دانش سنہ ۱۳۶۵ھ سے نقل کرتا ہوں۔

(۱) باب کا توبہ نامہ

اسے علی محمد باب نے قلعہ چہریق کے قید خانہ سے مرحوم ناصر الدین شاہ قاچار کے پاس ان کی ولیعہدی اور قیام تبریز کے زمانہ میں بھیجا تھا جو مجلس شوریٰ کے دفتر میں اب تک بعینہ محفوظ ہے۔ چنانچہ اس کا بلاک پروفیسر ایڈورڈ براؤن

نے اس کا جواب علمائے اعلام اپنی کتاب "ریلیجن آف بہائی" میں شائع کیا ہے اور وہ بلاک جامعہ جوادیہ بنارس میں موجود ہے جن بہائی صاحب کو اپنے قائم کی کشش تحریر کی زیارت کا شوق ہو وہ تشریف لاکر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

متن توبہ نامہ

"فداک روحی الحمد للہ کما ہو اہلہ و مستحقہ کہ ظہورات فضل و رحمت خود را در ہر حال بر کافہ عباد خود شامل گردانیدہ بحمد اللہ ثم حمداً لہ کہ مثل آنحضرت را ینبوع رافت و رحمت خود فرمودہ کہ بظہور عطوفتش عفو از بندگان و تستر بر مجرمان و ترحم بر باغیان فرمودہ شہد اللہ من عندہ کہ این بندہ ضعیف را قصدے نیست کہ خلاف رضائے خداوند عالم و اہل ولایت او باشد اگرچہ بنفسہ وجودم ذنب صرف است ولے قلبم موقن بتوحید خداوند جل ذکرہ و نبوت رسول او و ولایت اہل ولایت او است و لسانم مقر بر کل ما نزل من عند اللہ است امید رحمت او را دارم و مطلقاً خلاف رضائے حق را نخواستہ ام و اگر کلماتے کہ خلاف رضائے او بودہ از قلم جاری شدہ غرضم عصیان نبودہ و در ہر حال مستغفر و تائبم حضرت او را و این بندہ را مطلق علمے نیست کہ منوط بادعائے باشد استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ من ان ینسب الیہ امر و بعض مناجات و کلمات کہ از لسان جاری شدہ دلیلش بر ہیچ امرے نیست و مدعی نیابت خاصہ حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام را محض ادعائے مبطل و این بندہ را چنین ادعائے نبودہ و نہ ادعائے دیگر مستدعی از الطاف حضرت شاہنشاہی و آنحضرت چنان است کہ این دعاگو را بالطاف و عنایات

بساط رافت و رحمت خود سرفراز فرمایند والسلام۔

جواب علمائے اعلام تبریز

سید علی محمد شیرازی۔ شما در بزم ہمایون و محفل میمون در حضور نواب اشرف والا ولیعہد دولت بے زوال ایدہ اللہ وسددہ ونصرہ وحضور جمعے از علمار اعلام اقرار بمطالب چندے کر دی کہ ہر یک جداگانہ باعث ارتداد شما است و موجب قتل۔ توبہ مرتد فطری مقبول نیست وچیزے کہ موجب تاخیر قتل شما شدہ است شبہہ خبط دماغ است کہ اگر آں شبہہ رفع شود احکام مرتد فطری بشما جاری می شود۔ علی اصغر الحسنی الحسینی

حررہ خادم الشریعۃ المطہرہ ابوالقاسم الحسینی

ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ تو قید و مجبوری کے زمانہ کا اقرار نامہ ہے جان کا خطرہ تھا اس لئے یہ توبہ نامہ ولیعہد بہادر کے پاس بھیجدیا۔ تو اولاً تو ایسے اعذار "مہدی موعود" کی طرف سے پیش کرنا نازیبا ہے کیونکہ امام مہدیؑ کے زمانہ میں تقیہ نہیں ہوگا۔ ثانیاً ہم سید باب کے ان اقرارات کو پیش کریں گے۔ جو حالت آزادی و اختیار اور بدرستی ہوش وحواس سید یحییٰ (صبح ازل) کے لئے سورۃ کوثر کی تفسیر کی شکل موصوف نے تحریر کئے ہیں۔ بہائیوں نے اس تفسیر کو باب کا بہت بڑا معجزہ قرار دیا ہے مگر عوام کو اس تفسیر اور اسکے مفاد سے بالکل غافل بنا رکھا ہے

(۲) باب کی تفسیر سورۃ کوثر

باب نے اس تفسیر میں (۱) سرور عالمؐ کی خاتمیت کا اقرار کیا ہے

(۲) دوازدہ امام کا بالتصریح اقرار کیاہے۔ (۳) حجۃ بن الحسن کا بتفصیلات ذیل اقرار کیاہے :-

حضرتؑ کی ولادت۔ غیبت صغریٰ۔ غیبت کبریٰ۔ علائم ظہور کا قرآن و احادیث سے ثبوت دیتے ہوئے اقرار کیاہے۔ (۴) صریحی طور پر یہ بھی لکھاہے کہ جو شخص وحی وغیرہ کی نسبت میری طرف دیتاہے وہ کافر ہے۔

میں صرف حضرت حجۃؑ بن الحسنؑ کے متعلق باب کی تحریر کو پیش کرتا ہوں۔ دیگر امور کو "نور دانش" صفحہ ۴۷۲ و صفحہ ۴۷۳ پر ملاحظہ کیاجاسکتاہے۔

(۳) تصریح بابؔ در باب امام زمانہ

"فلا تشک فی وجود الامام الغائب القائم المستور سلام اللہ علیہ لانہ لم یکن لم یک ماسواہ الخ۔ امام غائب قائم مستور کے وجود میں کوئی شک نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ نہ ہوں تو یہ عالم نہ رہے۔ تا آخر۔"

یہی سبب ہے کہ بہائی حضرات بابؔ کے کتب والواح کو نشر نہیں کرتے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں کے منظر عام پر آجانے سے دین بہائی بیخ و بن سے غائب ہو جائیگا۔

اور جن کو ان چیزوں پر دسترس ہوا وہ دین بہائی سے علیٰحدہ ہوگئے چنانچہ حال ہی میں نوجوان احسان اللہ پرتوی جنھوں نے بہائی والدین کی گود میں بیس سال تک پرورش پائی مگر جب حقیقت کھل گئی تو نہ تنہا بلکہ رفتہ رفتہ اپنے خاندان وغیرہ کے ساٹھ سنتر حضرات کو دین حق کی طرف واپس لائے ان کا مفصل حال اور فوٹو اگر ملاحظہ کرنا ہو تو ایرانی اخبار آفتاب مشرق ۲۸ ماہ خرداد سنہ ۱۳۳۴ شمسی (۱۹۵۵ء) دیکھئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

تتمہ نمبر ۲ ایک فارسی اشتہار کا ترجمہ بطور خلاصہ

(بہا اور ان کے قائم مقام کی پیشین گوئیاں ہمیشہ ان کی تکذیب کرتی رہیں)

منجانب آقایان آیتی صاحب کشف الحیل و نیکو مولف فلسفہ نیکو و اقتصادی مولف ایقاظ و صبحی مولف کتاب صبحی (یہ حضرات ابتدا میں بہائی تھے لیکن جب راز ہائے درون پردہ پر مطلع ہوئے تو مذکورہ بالا کتابوں کو کئی کئی جلد میں لکھکر بہائی مذہب کا سارا پول کھول دیا۔

۱۔ اظہاریہ

ناواقف برادران اسلام سے گزارش ہے کہ "سو سال سے کچھ پہلے سید (علی محمد) باب نے اپنے قائم ہونے کا دعوی کیا اور یہ بشارت دی کہ سنہ مستغاث (یعنی دو ہزار ایک سال) میں "من یظہرہ اللّٰہ" آئیگا۔ اسکے اٹھارہ سال بعد مرزا حسین علی (بہاء اللہ) نے اعلان کیا کہ میں وہی ہوں جسکی بشارت سید باب نے دی ہے اور بخیال خود "ایک کتاب اقدس" نازل کی اور ایک شریعت کی بنا ڈالی اور صرف یہی نہیں کہ لا الہ الا انا المسجون (مجھ قیدی کے سوا کوئی معبود نہیں) کہا بلکہ الوہیت کو اپنے دریائے جلال کا ایک قطرہ قرار دیا جیسا کہ اپنے ایک مرید سے خود کہتا ہے:۔ "دیدی کہ از خلف صد ہزار حجبات نور بقدر سم ابرۃ از اسرار ایں ظہور ظاہر فرمودیم و ابھمش را الوہیت گذاشتیم کل منصعق شدند"۔ مختصر یہ کہ اپنی کتب والواح میں تمام دشمنوں پر غلبہ پانے کے بہت سے وعدے کئے اسکے بعد موصوف کے فرزند مرزا عباس (عبدالبہاء) نے بھی اپنی ساری زندگی اپنے باپ کی روش پر بسر کی اور بہت زیادہ مضبوط بشارتیں دیتے رہے۔ لیکن ہم لوگ ان باپ بیٹے کی ہزاروں باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اس ایک بات کا جائزہ لیتے ہیں جیسے مرزا عباس نے مفاوضات میں کتاب دانیال کی آیتوں سے اپنے باپ کے دعوی کو ثابت کیا ہے۔ "واں مرد ملبس شدہ بکتان را کہ بالائے آبہائے نہر می استاد شنیدم درحالیکہ دست راست و دست چپ خود را بآسمان بلند کرد بحی ابدی سوگند یاد نمود کہ برائے یک زمان و زمانہا و نیم زمان خواہد کشید پراگندگی قوت قوم مقدس بانجام رسد آنگاہ ہمہ ایں امور بانجام خواہد رسید"۔ مفاوضات باب ۱۰ آیۃ ۷) "و زمان رفع شدن قربانی دائمی و نصب شدن مکروہات مخربی یکہزار و دویست و نود روز خواہد بود" (مفاوضات باب ۱۲ آیۃ ۱۱) "خوشا حال کسیکہ انتظار کشیدہ بروزہا یکہزار و سہ صد و سی و پنج برسد۔" (مفاوضات باب ۱۲ آیۃ ۱۲)

مرزا عباس گیارہویں آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ "کلام دانیال کا مقصد دعوت پیغمبر کا زمانہ ہے کہ میرے باپ (جمال مبارک) نے سنہ ۱۲۹۰ھ میں ظہار امر فرمایا۔

اس بیان کے مطابق اور آیۂ "خوشا بحال کیکہ ..... یکہزار و سہ صد و سی و پنج برسد" کی بنا پر ۱۳۳۵
اس زمانہ کے تمام بہائی منتظر تھے کہ ابتدائے دعوت جناب رسول سے (جو گیارہ سال سنہ ہجری کے
قبل ہے حساب کرنے کے بعد) سنہ ۱۳۲۴ھ میں یہ دنیا "جنت الٰہی" ہو جائیگی اور تمام اہل دنیا
بہائی ہو جائیں گے۔ کیونکہ سرکار کا ارشاد ہے اور جناب دانیال کا نغمہ۔ چنانچہ اس زمانہ کے
بہائی انتہائی مسرور تھے۔ خصوصاً اسوقت جبکہ انھوں نے دیکھا کہ سنہ ۱۳۲۴ھ کے داخل ہوتے ہی
ایرانی اور عثمانی سلطنتوں کا استقلال مشروطہ میں تبدیل ہو گیا۔ لیکن جب پورا سال گذر گیا اور
ان کا مقصد حاصل نہ ہوا تو مرزا عباس سے سوال کیا کہ حضور یہ کیا ہوا؟ مرزا نے جواب دیا کہ
گیارہویں آیت میں ابتدا دعوت پیغمبر سے لیجائیگی (تاکہ انکے باپ کا دعویٰ سنہ ۱۲۹۰ھ کے مطابق ہو جائے)
اور بارہویں آیت میں ابتدا ہجرت پیغمبر سے لیجائیگی = اس جگہ بیچارے بہائیوں کی سادگی دیکھیے کہ پھر
سب نے اپنے آقا کے وعدہ سے لو لگائی کہ سنہ ۱۳۳۵ھ میں بحکم مولا دین بہائی عالمگیر ہو جائے گا۔
جب سنہ ۱۳۳۵ھ آیا تو بجائے اسکے کہ دنیا جنت الٰہی ہو جاتی (پہلی) جنگ عظیم چھڑ گئی۔ طرفہ یہ ہوا
کہ مرزا عباس نے کہا کہ امریکہ اس جنگ میں علیحدہ رہے گا۔ لیکن وہ بھی جنگ میں کود پڑا اور
سو ملیون انسان اس جنگ کے نتیجہ میں تلف ہوئے۔ اس موقع پر بھی بہائیوں نے مرزا عباس سے
عرض کیا کہ حضور والا ہم آرام اور امن عام کی امید میں حسب وعدہ سنہ ۱۳۲۴ھ سے سنہ ۱۳۳۵ھ
تک منتظر رہے۔ آخر بشارت دانیال کیا ہوئی اور جنت الٰہی کہاں گئی۔؟ یہاں مرزا عباس نے
عربی الاصل بنکر ارشاد فرمایا:۔

اما سا سئلت من الآیۃ الموجودۃ فی سفر دانیال طوبیٰ لمن یری الف وثلاث مائۃ وخمسۃ وثلاثین هذہ اسنۃ شمسیۃ لیست بقمریۃ لان بذالک التاریخ منقضی قرن من طلوع شمس الحقیقۃ وتعالیم اللہ تمکن فی الارض حق التمکن ویملاء الانوار مشارق الارض ومغاربہا یومئذ یفرح المومنو ن

"لیکن تو نے جو کتاب دانیال کی اس موجود آیت کے متعلق سوال کیا کہ خوشا بحال اسکے جو سنہ ۱۳۳۵ کو دیکھے تو یہ قمری سال نہیں ہے بلکہ شمسی سال مراد ہے اس لیے کہ اس سال میں شمسی لحاظ سے سو سال طلوع آفتاب حقیقت (یعنی ظہور بہاء اللہ) کو اور اسی اللہ کی تعلیمات کو گزر جائینگے۔ جو پورے طور پر زمین پر اقتدار حاصل کرے گا اور تمام عالم کو پُر کر دے گا اس دن مومنین یعنی بہائی خوش ہونگے۔"

۲- الزامیہ

تھوڑی دیر کے لئے ہم مرزا عباس کی ان تشریحات کو ملتوی کرتے ہیں۔ اور ہم نہیں کہتے کہ تورات کی بشارت عیسیٰ ابن مریم کے ظہور سے تعلق رکھتی ہے جو جناب موسیٰ کے تیرہ سو سال بعد آئے مگر ایک گزارش پیش کرتے ہیں۔

۳- التزامیہ

ممبران محفل بہائیان! آپ لوگ دین بہائی کے ستون ہیں اور ایک مٹھی بھر انسانوں کے پیشوا ہیں۔ ہم دستخط کنندگان (جنکے نام شروع میں درج ہیں) اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ آج سے تین سال (یہ اشتہار دو سال قبل شائع ہوا ہے) تک جبکہ ۱۳۳۵ سال شمسی ہوگا (سنہ ۱۹۵۶ء میں) اگر مرزا عباس وعبدالبہاء کی بشارتیں اور نصوص صریحہ واقع ہوں گی اور بہاء اللہ کی تعلیمات مطابق وعدہ شرق و غرب عالم پر چھا جائینگی اور یہ دنیا ایک نورانی دنیا اور جنت الٰہی ہو جائیگی تو ہم اور آپ یہ اعتراض نہ کرینگے کہ آقایان مذکور کے سابق وعدے کیوں غلط ہوئے۔ اور وہ بشارتیں پہلے کیوں نہیں ظاہر ہوئیں۔ ثانیاً ہم نے جتنی کتابیں لکھی ہیں جن میں تمام و کمال حقائق کا اظہار ہے ان سب کو آپکے سامنے لاکر جلا ڈالیں گے۔ ثالثاً ہم جب تک زندہ رہینگے نہایت خوشی اور رغبت سے دین بہائی کی تبلیغ کرینگے۔ رابعاً ہم اپنے گھروں کو آپکے سامنے پیش کر دیں گے تاکہ جس طرح سرکاری کاغذات میں شوقی آفندی (موجودہ پیشوائے بہائیان) کے نام دیگر مکانات آپنے درج کرائے ہیں اسی طرح ہم لوگوں کے ہمارے گھروں کی بھی رجسٹری کر دیں۔

لیکن اگر ۱۳۳۵ سال شمسی بھی گزر گیا اور اہل عالم بہائی نہ ہوئے اور دنیا جنت الٰہی نہ بنی اور آپ لوگ وہی گنتی کے افراد (جنکی مختصر تعداد کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں جیسا کہ اپنی کتاب میں لکھ بھی چکے ہیں) رہ گئے تو پھر ہم آپ سے کوئی توقع نہ رکھیں گے۔ بجز اس کے کہ قرآن مجید کی اس آیہ مبارکہ پر نظر کرنے کی خواہش کریں قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا۔ یعنی کہدو کہ تمکو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں دو دو نفر (باہم مل کر) یا ایک ایک نفر (علیحدہ علیحدہ ہو کر) خدا کے سامنے اٹھ کھڑے ہو۔ اور پھر (اپنی جگہ پر خوب) غور و فکر کرو۔

(مطبوعہ زنجان چاپ رستخانی) (یہ ناچیز مترجم بھی مذکورہ بالا اعلان والتزام کا حامی ہے)

احقر ظفر الحسن الرضوی

فتنۂ باب و بہا

مسلسل احتجاج اور پیہم مطالبے کے بعد حکومت ایران نے بہائی فرقہ کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا۔ اس سلسلہ میں پاکستانی پریس نے جو کچھ لکھا ہے وہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ آیئے آج ہم ذرا تفصیل کے ساتھ اس مذہب کے "منظر و پس منظر" کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

نقطۂ آغاز:۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں انڈونیشیا کے ایک شخص نے بحرین کا رخ کیا اور پھر چند نئے عقائد کا مجموعہ لئے ہوئے یزد پہنچا۔ تعجب ہے کہ آج تک کسی کو اس کا صحیح نام نہیں معلوم ہو سکا البتہ یہ خود اپنے تئیں آخر دم تک شیخ احمد احسائی کہتا اور کہلواتا رہا۔

"سرچیدائش شیخیہ و بابیہ" کے مصنف علامہ خالصی نے بعض "سفارتی" اسناد سے ثابت کیا ہے کہ احسائی در اصل ایک عیسائی مبلغ تھا جسے مغرب کی کسی سامراجی طاقت نے ایرانی مسلمانوں میں ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لئے آلۂ کار بنایا۔ اسی طرح اس کا سب سے بڑا معاون سید کاظم رشتی بھی ایک بالکل مجہول آدمی ہے۔ بعض نقادوں کا خیال ہے کہ غالباً یہ بھی مغربی ہنرمندوں کی دستکاری کا کوئی نمونہ ہوگا۔

ایران محمد و آل محمد کے جاں نثاروں کا مرکز تھا۔ بنا بریں شیخ احمد احسائی

نے اس ملک کے عام باشندوں کے جذبات عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے
ہوئے جن نظریات کی تبلیغ و تلقین کی ان کا خلاصہ یہ ہے :-
"خدائے یگانہ ہی حقیقت محمدیؐ ہے۔ آں حضرت سے قبل تمام انبیاء اس کا
ناقص مظہر تھے۔ چودہ معصومینؑ میں قدرے کمال کے ساتھ ظہور ہوا۔ پھر اس
حقیقت نے تقریباً ایک ہزار سال پوشیدہ رہنے کے بعد پورے اوج و عروج
کے ساتھ شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی میں ظہور کیا۔ احسائی اور اس کے
جانشین خود کو رکن رابع (چوتھا رکن) قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال کے
مطابق عناصر کی طرح اساسی عقیدے بھی چار ہیں۔ اللہ۔ نبی۔ ائمہ۔ اور رکن رابع"۔
اس فرقے نے شیخیہ کے نام سے شہرت پائی۔
بابی مذہب کا بانی اسی مکتب کی پیداوار ہے۔ ۱۸۲۴ء میں علی محمد باب
نے شیراز میں جنم لیا۔ اس کے باپ کا نام محمد رضا اور پیشہ بزازی تھا۔
بیان کیا جاتا ہے کہ محمد علی ابتدا ہی سے شریعت کے بجائے طریقت کا
دلدادہ تھا اور یہی للک اسے شیخیت کے دو بڑے داعی سید کاظم رشتی
کے رشتۂ درس و ارادت سے وابستہ کرنے کا موجب ہوئی۔ مگر اس ربط و
ضبط سے اس کی علمی استعداد میں تو کوئی خاص اضافہ ہوتا نہیں البتہ دماغی بے راہ روی
نے خوب نشو و نما پائی۔
بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ باب "اعصابی امراض" میں بھی مبتلا
تھا۔ چنانچہ اس کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ بوشہر جیسے گرم مقام پر چلچلاتی
دھوپ میں یہ پہروں دینا بیٹھا پگھلایا کرتا تھا۔ اگر ایسے آدمی کو بیدائشی

حواس باختہ نہ بھی سمجھا جائے تو کم از کم اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلا ناغہ برسوں سورج کی سیدھی ترچھی کرنوں کا مقابلہ کرنے والے شخص کی ذہنی توانائی یقیناً مشتبہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

باب اپنی دماغ سوز ریاضت میں مصروف تھا کہ اچانک اس کے مرشد سید کاظم رشتی کے آفتاب عمر کو زوال آگیا۔ یہ گویا اس موقع کا منتظر تھا یا کچھ ساتھیوں نے اسے وقت سے فائدہ اٹھانے کے لئے آمادہ کیا۔ بہر حال علی محمد اور اس کے چالیس چیلے مسجد کوفہ میں معتکف ہو گئے اور جب چلہ کاٹ چکے تو خدا کے گھر سے "باب اللہ" کا دعویٰ اور در مسجد سے "فادخلوا البیوت من ابوابھا" کے نعرے لگاتے ہوئے نکلے۔

شروع میں علی محمد نے "باب اللہ" کا لقب اختیار کیا تھا۔ مگر بعد میں یہ خطاب اس کے ایک نائب ملا حسین بشرویہ نے اڑا لیا۔ اور علی محمد "نقطہ" بن گیا۔ لیکن نقطہ مہمل رہا۔ باب زیادہ مستعمل ہے۔

باب کے دعوے

علی محمد نے کبھی تو "باب اللہ" ہونے کا اعلان کیا۔ کبھی "شجرہ طور" بن کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ اور کبھی مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اور آخر میں نبوت کا اعلان کر دیا۔ شیراز کے مشہور مباحثے میں اس نے علماء سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ "میرا کلام تمہارے قرآن سے زیادہ فصیح اور بہتر ہے۔ میرا مذہب تمہارے پیغمبر کے دین کا ناسخ ہے۔ تم اپنے جان و مال کی حفاظت کرو ورنہ میں سب کا خون بہا دوں گا۔"

معجزات کے سلسلے میں باب کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ دن بھر میں مناجات

ایک ہزار شعر لکھ لیتا ہے۔ نیز اس کرامت کے مقابلے میں تمام انبیاء کی کرامتیں ہیچ ہیں

نشر و اشاعت :- ۲۲ مئی ۱۸۴۴ء میں باب نے اپنے مزعومات کا اظہار کیا اور اپنے حواریوں سے وعدہ کیا کہ سال آئندہ میرا ظہور مکہ معظمہ سے ہوگا (یہ وعدہ شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا) اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ میرے تمام فرمان و مکاتیب شنگرف یا سرخ روشنائی سے لکھے جائیں نیز ان میں اشھد ان علی محمدً ا بقیۃ اللہ اور اشھد ان علی محمدًا باب اللہ کا پیوند لگایا جائے۔

باب نے بوشہر میں پڑاؤ ڈال کر اطراف و اکناف میں اپنے مبلغ بھیجنا شروع کئے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ خود قلعہ چہریق میں نظر بند کر دیا گیا۔ البتہ یزد و خراسان اور مازندران وغیرہ میں اس کے داعیوں نے ایک اُدھم برپا کر دیا۔

تحریک کی روح رواں :- بابی تحریک کو ہوا دینے والوں میں سید یحییٰ کشفی۔ ملا حسین بشرویہ اور ملا محمد علی بمعنی اعلیٰ کے نام سرفہرست نظر آتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اس تحریک کی تقویت کا سب سے بڑا سبب قرۃ العین کا وجود ہے۔ اس کا نام زرین تاج تھا یہ ایک عالم کی لڑکی اور ایک عالم کی بیوی بھی تھی۔ مغربی مبصرین نے اس کی تعلیمی حالت کو بہت سراہا ہے اور اسی سے زیادہ اس کے حسن و جمال کے افسانے مشہور ہیں۔

درحقیقت، قرۃ العین اپنی ازدواجی زندگی سے خوش نہیں تھی۔ اور اس نے محض اپنے شوہر سے انتقام لینے کے لئے بابی تحریک میں سرگرمی سے

ساتھ حصہ لیا۔ یہ ایک طرف تو اپنے قصیدوں اور تقریروں سے آندھی بھونچال لاتی تھی۔۔ اور دوسری جانب نقاب الٹ الٹ کر بستی بستی آگ برساتی پھرتی تھی۔

عام معتقدات:۔ تفصیل سے بچتے ہوئے بابیوں کے عمومی عقائد کی تشریح کے لئے قرۃ العین کی ایک تقریر کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ مزید معلومات کے سلسلے میں ملاحظہ ہو "مفتاح باب الابواب" ڈاکٹر زعیم آفندی مطبوعہ مصر۔

"احباب و اغیار! باب کے ظہور سے شریعت محمدی منسوخ ہو گئی۔ اب تم لوگوں کی نماز، روزہ، زکوٰۃ نیز جملہ احکام بالکل لغو ہو چکے ہیں۔ حضرت باب دنیا کو بہت جلد فتح کریں گے بابی مذہب کے علاوہ اور کوئی دین باقی نہیں رہ سکتا۔ ہمیں چاہیئے کہ اقلیت سے اکثریت میں آجائیں۔ یہ پردہ جو تمہارے اور تمہاری عورتوں کے درمیان حائل ہے اسے نوچ ڈالو۔ عورت گلشن عالم کا پھول ہے۔ یہ پھول چنو۔ ان سے محظوظ ہو۔ پھول چنے جاتے ہیں اور بطور تحفہ دوستوں کو پیش کئے جاتے ہیں۔ دولت کی جمع بندی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ مال کسی ایک فرد کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ اپنی خواتین کو اپنے احباب کے سپرد کرنے میں دریغ نہ کرو۔ اس لئے کہ اس ضمن میں تمام امتناعی احکام ختم کر دیئے گئے ہیں۔ جس قدر لوٹ سکتے ہو دنیا کے مزے لوٹ لو کیونکہ مرنے کے بعد کچھ نہیں"

نقل کفر کفر نباشد۔ قرۃ العین کے ایک قصیدہ کے دو شعر ؎

بموج آمدہ آں لے کہ بکر بلاش بحر می ‌‌‌‌ منتظر است بہر دمے دو ہزار وادی کربلا

دو ہزار احمد مصطفےٰ زبر دق آں شہ باصفا ‌‌‌‌ شدہ محقق شدہ در خفا متدثر لمتزملا

بابی لٹریچر:۔ بابیوں کے مذہبی ذخیرے میں "بیان" کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ علی محمد کے ادعا کے مطابق یہ آسمانی صحیفہ ہے۔

(۲) بہاء اللہ

نام حسین علی۔ بہاء اللہ لقب۔ مازندران کا باشندہ تھا۔ علی محمد کی طرح یہ بھی سید کاظم رشتی کی ساخت ہے۔ بہاء اللہ ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں اس نے بابیت کو ایک بدلے ہوئے رنگ سے پیش کیا اور خوب طوفان اٹھائے۔ بالآخر حکومت وقت کو امن و قانون کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ ناصر الدین شاہ قاچار کے حکم سے سیلا خوری نامی ایک کارندے نے گرفتار کر لیا۔ اور اگست ۱۸۶۸ء میں بہاء اللہ نے مرکر اور نہ کے قید خانہ سے رہائی پائی۔

میرزا حسین علی کے بعد عکہ (فلسطین) میں اس کا لڑکا عباس آفندی جانشین ہوا اور اب بہاء اللہ کا نواسہ شوقی آفندی "الغصن الممتاز" کے نام سے بہائیوں کا کام چلا رہا ہے۔

فرق و امتیاز:۔ اصولی طور پر بابیت و بہائیت میں کوئی خاص فرق

نہیں۔ بقول فاضل مستشرق پروفیسر براؤن "بہائیت بابیت ہی کی ایک جدید شکل ہے" البتہ بابی علی محمد کو فرد کامل سمجھتے ہیں اور بہائی مرزا حسین علی کو وجود اتم قرار دیتے ہیں۔ نیز اسی لحاظ سے بعض مسائل میں بھی اختلاف محسوس ہوتا ہے۔

عقائد و اعمال:۔ بہائیوں کا خیال ہے کہ علی محمد باب زمین پر خدائے بزرگ و برتر کے ظہور کامل کی بشارت دینے آیا تھا۔ اور یہ مژدہ بہاء اللہ کی نمود سے پورا ہوا۔ مرزا حسین علی ذات باری تعالیٰ کا انتہائی ترقی یافتہ مظہر بلکہ عین ذات ہے۔ چنانچہ بہاء اللہ اسیری کے زمانہ میں کہا کرتا تھا لا الہ الا انا المسجون المظلوم "سوائے مجھ قیدی اور ستم رسیدہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ بہائی تناسخ کے بھی قائل ہیں عبادت کے وقت یہ ایک حلقہ باندھ لیتے ہیں اور پھر تھرک تھرک کر اس "چتکبرے" مصرعہ کو دہراتے جاتے ہیں ؎

جاء شاہ لم یلد یولد ولد

مذہبی کتابیں:۔ "ایقان" بہاء اللہ کے ابتدائی دور کی تصنیف ہے۔ مگر خدائی کے دعویٰ کے بعد اس نے کتاب "اقدس" پیش کی۔ بہائی عقیدے کے مطابق "الاقدس" تمام آسمانی کتابوں کی ناسخ ہے۔

(۳)

سماجی پہلو:۔ یہ تو تھے بابیوں اور بہائیوں کے دینی حالات، اب انکے معاشی اور اخلاقی کوائف پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔

بابیت نے ایرانی سوسائٹی کی شرافت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ خصوصاً علی محمد کی خلیفہ ثانیہ قرۃ العین اور حاجی محمد علی بارفروشی کے کردار انتہائی اندوہناک تھے۔

قرۃ العین کے چچا اور خسر مجتہد جلیل ملا محمد تقی رح نے جب اس کے قابل اعتراض رویہ کا احتساب کیا تو اس نے بلا جھجک ان بزرگوار کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا۔ چنانچہ ۱۲۶۳ھ میں قرۃ العین کے چاہنے والے ٹوٹ پڑے اور ملا محمد تقی رح مسجد کے اندر نماز کی حالت میں شہید کر دیئے گئے۔

علی اعلیٰ محمد علی بارفروشی کی مدد سے قرۃ العین خراسان میں منبر پر چڑھ گئی اور مجمع عام میں نقاب الٹ کر گویا ہوئی "دوستو! تکالیف شرعیہ ساقط ہو چکی ہیں اب جو کرو وہ مباح ہے"

قرۃ العین اکثر اپنی تقریروں میں اعلان کیا کرتی تھی کہ "جس شخص کا جسم میرے جسم سے مس ہو جائے گا اس پر دوزخ کی آگ اثر نہیں کرے گی" اس نے بابی عورتوں کو وقت واحد میں نو نو شادیاں رچانے کی اجازت دے دی تھی مے نوشی اور جنسی بے راہ روی کی چمک نے جوان تو جوان بڈھوں کے پائے ثبات میں بھی رعشہ پیدا کر دیا تھا۔ نتیجۃً ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایران کی اخلاقی قدروں کو سخت خطرہ لاحق ہو گیا۔

مگر بہائیت اس سے زیادہ مفز ثابت ہوئی۔ یعنی حیا سوزی کے سلسلہ میں جو کور کسر باقی رہ گئی تھی بہاء اللہ نے وہ بھی پوری کر دی۔ حد یہ کہ جن غلط کاریوں کی پاداش میں قوم لوط تباہ ہوئی تھی انہیں بھی جرم نہیں قرار دیا گیا۔ کتاب اقدس میں

کے الفاظ ہیں:۔ حرمت علیکم ازواج اباءکم انما نستحی ان نذکر حکم الغلمان۔ آخری لفظوں کا ترجمہ عمداً ترک کیا جاتا ہے۔ شروع کے الفاظ کا مطلب یہ ہوا کہ "صرف مائیں حرام ہیں باقی بہنیں بیٹیاں سب جائز ہیں"۔ ....!

(۴)

سیاسی اوضاع:۔ باب وبہاء کا سیاسی ریکارڈ بھی قابل دید ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس مذہب کا آغاز ہی دہکیوں سے ہوا۔ مہدی موعود کا دعویٰ کرتے ہی باب نے اعلان کیا تھا کہ "سال آئندہ میں بھی مکہ سے خروج کردوں گا اور مخالفین مذہب بابیہ کے مقابلہ میں تلوار کھینچوں گا"۔

علی محمد کے پیرو برملا اعلان کرتے رہتے تھے کہ "ہر غیر بابی سے لڑنا جہاد ہے۔ حکام وقت کو قتل کرو۔ باب کی سلطنت ہفت اقلیم میں پھیلا دو"۔

ایران میں ایک منظم حکومت تھی اور ہر حکومت اس قسم کے پروپیگنڈے کو اپنے وقار کے لئے چیلنج تصور کرتی ہے۔ نتیجۃً انتظامی مشینری متحرک ہوئی۔ چنانچہ ۱۲۶۴ھ میں طبرستان کے گورنر نے سب سے بڑے فتنہ پرداز حسین بشرویہ اور اس کے ساتھیوں کو مازندران سے شہر بدر کیا۔

یہ وہاں سے تو مجبوراً نکل گئے لیکن راستے میں فوج شاہی پر ٹوٹ پڑے اب ان کے باغی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ مزید برآں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مصنف لکھتے ہیں "بالآخر اس مذہب کے قائدوں نے اسے خانہ جنگی کا زینہ بار کیا۔ حسین بشرویہ نے صوبۂ مازندران میں ایک قلعہ

بنایا اور کئی فوجی دستوں کو جو اس کے مقابلے کے لئے بھیجے گئے تھے شکست دی مگر آخر کار عین ہنگام فتح مندی میں زخمی ہو کر گرا اور اس کے اکثر ساتھیوں کو بھوکا پیاسا ڈنیا سے جانا پڑا۔"

بشرویہ کے بعد محمد علی بار فروشی نے بھی جی بھر کر حکومت کا مقابلہ کیا۔ ۱۲۶۵ھ میں ملّا محمد علی زنجانی "ابواب" نے ٹکر لی۔ مگر ناصر الدین شاہ کی استقامت سے سب کو منہ کی کھانا پڑی۔

مسلسل خونریزیوں اور پیہم امن شکنی کے حادثات سے حکومت بھی پریشان ہو رہی تھی اور عوام بھی نالاں تھے۔ بنابریں امیر نظام مرزا تقی خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی۔ جب تک علی محمد زندہ ہے اس وقت تک ہنگامہ آرائیوں کا انسداد سخت مشکل ہے۔ بات ٹھیک تھی۔ بنابریں شاہ نے قلعہ چہریق سے علی محمد کو طلب کیا۔ اس نے دربار میں آتے ہی نبوت و امامت کے دعوے شروع کر دیئے۔ بہر حال چونکہ ضلالت اور بغاوت کا کافی سے زیادہ ثبوت موجود تھا بنابریں سزائے موت تجویز ہوئی۔

لیڈی شیل ڈائری ان پرشیا اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں :

"لشکر شاہی کے ایک دستہ کو حکم دیا گیا کہ باب پر بندوق کی باڑھ ماری جائے۔ تعمیل حکم کے بعد جب دھواں ہٹا تو باب نظروں سے غائب تھا۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ باب کے گولی نہیں لگی۔ اور اپنی جان بچانے کے شوق میں وہ ایک طرف بھاگا۔ کاش! باب کے اتنے حواس بجا رہتے کہ وہ بازار کی طرف

نکل جاتا تو عجب نہیں کہ اس کی جانبری ہو جاتی۔ تمام باشندگان تبریز کے لئے ایک معجزہ کی صورت پیدا ہو جاتی اور اس کے پیروؤں کی ایک نئی جماعت قائم ہو جاتی۔ مگر وہ دوسری جانب بھاگا اور "گارڈ روم" میں جا چھپا، جہاں سے اسے فوراً گرفتار کر کے لے آیا گیا اور گولی نے کام تمام کر دیا۔"

محمد علی کے خاتمہ پر سید یحییٰ نے سرکشی کی ٹھانی اور تبریز کے ہزاروں بے گناہوں کو تہہ تیغ کر دیا۔ بالآخر اس کو بھی کیفر کردار تک پہنچایا گیا۔

باب کے ایک اور خلیفہ ملا شیخ علی نے بھی شورش برپا کی اور پہلے ہی حملہ میں مسجد جامع طہران کے خطیب آقائے ابوالقاسم کو محراب عبادت میں شہید کر دیا۔

مگر جب کھلم کھلا مقابلے میں ناکامی ہوتی رہی تو بابیوں نے خفیہ خونریزیوں کا منصوبہ باندھا۔ اور آغاز کار ہی میں اعیان سلطنت کو ہدف بنانے کی کوشش کی۔

لیڈی شیل رقمطراز ہیں کہ "اس سال ۱۸۵۰ء میں سات بابی طہران میں قتل کئے گئے۔ کیونکہ وہ صدر اعظم پر قاتلانہ حملہ کرنے کے جرم میں ماخوذ ہوئے تھے۔

پھر اس بغاوت نے یہاں تک طول کھینچا کہ یہ شوریدہ سر شاہ کی جان کے درپے ہو گئے۔ اور ایک دن شکارگاہ میں ناصر الدین شاہ قاچار پر گولی چلا دی جس سے شاہ کا پہلو مجروح ہو گیا۔ لیکن بابی اپنے عزائم میں ناکام رہے۔ ایران کے لئے یہ بہت بڑا حادثہ تھا۔ اور اگر اس کے بعد بھی حکومت بابیوں کے

ساتھ رواداری برتی تو یقیناً مستقل عوام خود ہی بابیوں کو کچل کر رکھ دیتے

بنابریں شاہ نے بابی فتنے کے کلی استیصال کو ضروری سمجھا۔ اور مناسب اقدامات

کے لئے احکام جاری کر دیئے۔ سب سے پہلے قرۃ العین کی شامت آئی۔ اسکے بعد اس

شمع کشتہ کے پروانوں کو شبستان عدم کی راہ لینا پڑی۔

مگر بااین ہمہ زیر زمین ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ بابیت نے

بہائیت کا روپ دھارا۔ اور شاگرد اُستادوں سے بازی لے گئے۔ نتیجۃً حکومت

ایران و ترکی کے باہمی تعاون سے اس فتنے کو مشرق چھوڑ کر مغرب میں سر چھپانا پڑا۔

(۵)

حرفِ آخر۔ یہ تو تھے تاریخی واقعات لیکن بڑی زیادتی ہو گی اگر ہم ان

حقائق کو بغیر تبصرے کے چھوڑ دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ "شیخیت" کی طرح "بابیت

و بہائیت" بھی استعماری دماغوں کی پیداوار ہے۔ چنانچہ کھلی ہوئی ابا حیت

اکثریت کے افراد اور ان کے علماء کا قتل شاہی فوج سے مسلسل مقابلے ارکان سلطنت

اور بادشاہ پر قاتلانہ حملے۔ نیز ایک نئی اور بہتر ریاست کے اعلانات یہ سب

ایسے ثبوت ہیں جو زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ؎

کب سلیقہ ہے فلک کو یہ ستم گاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

یہ محض قیاس نہیں بلکہ اس سلسلہ میں قابل یقین دلائل کا بھی خاصہ ذخیرہ موجود

ہے۔ چنانچہ "فلسفۂ نیکو" کے مصنف آقائے مرزا حسن نیکو جو کبھی بہائیت کے بہت

بڑے داعی اور عباس آفندی کے نائب تھے۔ طہران ریڈیو کے افسر نشریات مسٹر صبحی

یہ بھی بہائیت کے سرگرم اور مشہور مبلغ تھے۔ قدسی ایرانی خانم موصوفہ عرصہ تک

قرۃ العین کی نیابت کرتی رہیں - نیز آقائے زنجانی جن کی عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں انا رسیدہ دانایان رازنے اپنی اپنی تصانیف میں بہائیت کے پول کھولے ہیں -

بہائی فرقہ کے ایک سابق رکن اعظم حضرت آوارہ ہیں ان کو "جبرئیل دمی" کے خطاب سے مخاطب کیا جاتا تھا - انھوں نے بہائیت سے تائب ہو کر پانچ جلدوں میں ایک کتاب مرتب فرمائی جس کا نام "کشف الحیل" رکھا - (آوارہ کا اسلامی نام عبدالحسین آیتی ہے) مصنف نے بعض خفیہ دستاویزوں کے بلاک بھی شایع کئے ہیں - جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہائی لیڈر کبھی روسی قیصریت کا آلۂ کار بنے اور کبھی برطانوی سامراج کے لئے ملک کو آماجگاہ انتشار بنائے رکھا -

مسیحی سلطنتوں نے صرف سیاسی اغراض و مقاصد ہی کیلئے یہ جال نہیں پھیلایا تھا بلکہ اس میں اسلام دشمنی کا جذبہ بھی کارفرما تھا - اور اسی ضمن میں خود ایران کے یہودی، عیسائی اور پارسی حکام نے بھی بہائیت کی کافی مدد کی -

مگر ان تمام غلط مساعی کے باوجود ایرانی مسلمانوں نے بابیت اور بہائیت کو بہت ہی کم اثر قبول کیا - ممکن ہے بعض لوگ ناواقفیت کی بنا پر یہ سمجھتے ہوں کہ دنیا میں جو بہائی نظر آتے ہیں یہ سب پہلے مسلمان ہوں گے - ایسا نہیں ہے بلکہ بہائیت کا شکار زیادہ تر ہمدان - کاشان اور یزد کے یہودی ہوئے ہیں - ان کے بعد پارسیوں کا نمبر آتا ہے - اور جب سے اس فرقہ کے مبلغوں نے یورپ - امریکہ کا رخ کیا ہے عیسائی بھی دلچسپی لینے لگے ہیں -

(منقول از اخبار "رضاکار" لاہور مورخہ ۸ جون ۱۹۵۳ء)

الجواد بکڈپو کی بیش بہا کتابیں

اسلام کا معاشی نظام :- عصر حاضر کی انمول کتاب عنقریب از علامہ سید محمد رضی ...

مذہب و عقل :- وقت کی ایک اہم تصنیف از قبلہ مرحوم زنگی پوری

تحفۃ العباد :- اصول و عقائد مطابق فتاوے آقا بروجردی مدظلہ ۱۲/

نجاست مشرکین :- ملت جعفریہ کا پاکیزہ نظریہ۔ ۶/

عصر حاضر :- علامات ظہور امام زمانہ ۱۲/

توثیق زیارت ناحیہ :- یک تحقیقی رسالہ ۸/

آخری نبی کی بیٹی :- از ریاض مرحوم بنارسی

اعجاز القرآن :- تعویذات کا نادر مجموعہ

نذر مقبول :- دعائے مقبول کا ترجمہ منظوم از حضرت قیس زنگی پوری ۱۲/

العرفان :- اصول دین مع حالات پیغمبر ۶/

تصانیف علامہ حاجی خلیل احمد صاحب بنارسی

کیا معاویہ کاتب وحی تھا ۲/

کیا معاویہ صحابی رسول تھا ۲/

معاویہ کے بارے میں میری کتابیں ۶/

پاسبان ایمان ۱/ امامت و ولایت ۲/

معاویہ پر سیر — اعتراضات (بزبان انگریزی) ۶/

ملنے کا پتہ :- الجواد بکڈپو۔ جوادیہ کالج بنارس نمبر ۳

جواہر بے بہا

جناب صدر الملۃ سرکار مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ مجتہد پرنسپل مدرسہ عالیہ جعفریہ نوگانوہ کی بہترین تصانیف

زینت المجالس (تیسرا ایڈیشن) ذاکری کی مشہور کتاب ۲۸ مجالس کا مجموعہ۔ جناب موصوف کی بلند پایہ ذاکری ہی کتاب کی پسندیدگی کی ضمانت ہے عہ

کشف الاشتباہ۔ مولوی حامد اللہ عالم اہلسنت کے ۲۰ سوالات اور انکے ناطق جواب ۴ر

عناصر الایمان۔ حالات جناب سلمانؓ جناب ابوذرؓ۔ جناب مقدادؓ۔ جناب عمارؓ ۳ر

الاعتبار۔ مذہب حقہ کے متعلق غیروں کی رائیں۔ .... عہ

تشریح الکبائر۔ دربیان گناہان کبیرہ ۲ر عین حقیقت ۲ر

جواہر بے بہا۔ (دوسرا ایڈیشن) علمی اخلاقی و تحقیقی مضامین حصہ اول ۶ر سوم ۶ر چہارم ۱۰ر پنجم ۵ر فوز عظیم دربیان حالات شہدائے کربلا عہ

موتی اور مونگے۔ بہترین نوحہ جات ۸ر

الحق۔ در فضائل امیر المومنینؑ۔ از مولانا سید ابو محمد صاحب نوگانوی حصہ اول ۲ر دوم ۲ر

نوحہ جات جناب ذائر صاحب نوگانوی گلدستہ ماتم ۸ر فغان زائر ۲ر

ملنے کا پتہ

سلمان حیدر مدیر دائرۃ الاشاعت نوگانوہ سادات
ضلع مراد آباد (یو۔پی)